تاجدارِ مُلکِ سخن
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ اللہ فاضلِ بریلوی
شخصیت، شوکتِ فکر و فن، نعت گوئی، تحقیق و تنقید
پروفیسر محمد اکرم رضا
دار الاشاعت

تاجدارِ ملکِ سُخن

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

شخصیت و کردار۔ شکوہِ علوم و فنون۔ نعت گوئی۔ تحقیق و تنقید

پروفیسر محمد اکرم رضا

المدینہ دارالاشاعت لاہور

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، 38۔ اردو بازار لاہور۔

فون: 7312801-7320682-042

اہتمام

محمد ابرار حنیف مغل

مدیر ماہنامہ کاروانِ نعت

نام کتاب	:	تاجدارِ مُلکِ سخن
مصنف	:	پروفیسر محمد اکرم رضا
جذبات تشکر	:	رانا محمد نعیم اللہ خاں
بار	:	اول
تعداد	:	500
ضخامت	:	272
قیمت	:	
کمپوزنگ	:	رضوان ندیم' لاہور۔
مطبع	:	ناصر جیلانی پرنٹرز' لاہو۔

تقسیم کار

☆ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ' لاہور۔

☆ نجمی کتاب مرکز' اردو بازار' گوجرانوالہ۔

☆ نوریہ رضوی پبلشرز' گنج بخش روڈ' لاہور۔

☆ کرمانوالہ بک شاپ' دربار مارکیٹ لاہور۔

☆ قادری رضوی کتب خانہ' گنج بخش روڈ' لاہور۔

☆ دارالعلم دربار مارکیٹ' لاہور۔

انتساب

بصد خلوص و نیاز

نہایت باعمل شخصیت۔ والا قدر۔ دادا جان

حضرت نور حسین خاں کے نام کہ

جنہوں نے اپنے علاقہ کو علمی وفکری تشخص دیا اور علاقہ بھر کے ظلمت کدوں کو علم وحکمت کے کبھی نہ بجھنے والے چراغوں سے منور کر دیا۔

سراپا دعا

محمد اکرم رضا

مَوْلَاے صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وبارک وسلم

فہرس

-------O-------

ظلمتِ وقت میں سر بسر روشنی

شاہِ احمد رضا، شاہِ احمد رضا

جس کی ہر ہر ادا آگہی آگہی

شاہِ احمد رضا، شاہِ احمد رضا

-------O-------

مثلِ بانگِ درا جس کی گونجی صدا

جس نے ہم کو نشاں منزلوں کا دیا

جس نے افکار کو بخش دی تازگی

شاہِ احمد رضا، شاہِ احمد رضا

-------O-------

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (ایم۔اے)

دیباچہ

"رضا" کا بیاں تمہارے لیے!

امام احمد رضا خان...... ایک نام...... ایک تاریخ...... ایک حقیقت...... ایک صداقت...... نا قابلِ تردید سچائی...... محسنِ ملّتِ اسلامیہ...... نامور فقیہ...... عظیم المرتبت محدث...... علوم اسلامیہ پر کامل دسترس رکھنے والا دانشور...... نابغہء روزگار...... جلیل القدر عالمِ دین...... رفیع المرتبت مفسرِ قرآن...... اپنی ذات میں انجمن...... لاتعداد علوم کا بحرِ زخار...... نعت نگاری کی خوشبو سے مشامِ ہستی کو معطر اور معنبر کرنے والا' امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ واعلی اللہ مقامہٗ۔

بخشے ہیں حق نے مجھے جوہر ملکوتی
خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

یہ ہے وہ عبقری شخصیت جس کی شان میں کتاب کے نامور مصنف' پروفیسر محمد اکرم رضا مدظلہ العالی نے نہایت خوبصورت الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے اور جن کی نعت گوئی پر اپنی کتاب "تاجدارِ ملک سخن" ترتیب دی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ گلستانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گلِ سدا بہار اور ریاض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک چہکتا ہوا بلبل ہیں۔ کاروانِ نعت کے حدی خواں ہیں اور ثناء خوانانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان ہیں۔ جب بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں یا حاضری کا تصور کرتے ہیں وہ کتنے خوبصورت انداز میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

صبا وہ چلے وہ باغ پھلے وہ پھول کھلے وہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثناء میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

امام احمد رضا خاں جب نعت کے پھول بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نچھاور کرتے ہیں تو انہیں علامہ محمد اکرم رضا چن چن کر اپنی کتابوں کے صفحات پر گلدستے بنا بنا کر سجا لیتے ہیں اور اپنے قارئین کو دعوت مطالعہ دے کر اعلان کرتے ہیں کہ آؤ!

''رضا'' کا بیاں تمہارے لیے!

پروفیسر محمد اکرم رضا کی عمرِ عزیز کا ایک طویل حصہ سرکارِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت سرائی میں گذرا ہے۔ نعت خوانانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجالس میں شرکت کرتے تو انہیں امام احمد رضا خان کی نعت گوئی کا انداز اتنا پسند آتا ہے کہ رضا کی رضا بن کر مخاطب ہوتے ہیں۔ امام احمد رضا کی نعت گوئی پر انہوں نے درجنوں مقالات لکھے ہیں۔ تنقید نعت کے حوالے سے ان کے درجنوں مقالات کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ وہ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت حسان، علامہ بوصیری، سعدی شیرازی، رومی اور جامی کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ پھر جب ہدیہء نعت پیش کرتے ہیں تو امام احمد رضا خاں کا دامن تھام کر لب کشائی اور خامہ فرمائی کرتے جاتے ہیں:

یارسول اللہ اُنظر حالنا!

آپ زیر مطالعہ کتاب ''تاجدار ملکِ سخن'' پڑھتے جائیں تو آپ کو صفحہ بہ صفحہ، سطر بہ سطر، ورق بہ ورق اعلیٰ حضرت کی عظمت گوئی پر ہدیہ تحسین پیش کرتے نظر آئیں گے۔

امام احمد رضا اور عشق رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...... قصیدۂ نور...... کلک رضا کی صدائے خوش نوا...... سلام رضا مدحت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بہارِ جاوداں!...... سلام رضا میں جمال مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معجز نمایاں...... اب تک مستند ہے وہ سکہ رضا کا ہے...... حسان العصر الشاہ احمد رضا خاں...... فکر رضا کی بلند پروازیاں، جیسے خوبصورت عنوان نظر آئیں گے اور آپ ہر عنوان پر پکار اٹھیں گے کہ

یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہ کیست؟

کتاب کا ہر باب بذات خود ایک نعت ہے۔ ہر مضمون مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے۔ ہر موضوع بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہدیہ ہے...... عقیدت کا سرمایہ ہے جو ہمارے ''رضا'' نے امام احمد رضا کی زبان میں پیش کیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مصنف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کنج خانہ میں حاضر ہو کر ان کے قلمدانِ نعت کے خزانوں سے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موتی بکھیرتے جاتے ہیں اور گلستانِ رضا کے پھولوں کے تختے نچھاور کرتے جاتے ہیں۔ نغماتِ رضا کی خوش نوا صدائیں بلند کرتے جاتے ہیں اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوغاتیں دامن میں ڈال کر شہرِ محبت کی گلیوں میں بسنے والے فقیروں کی جھولیوں میں ڈالتے جاتے ہیں۔

پروفیسر محمد اکرم رضا نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قلم اٹھاتے ہیں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر بات کرتے ہیں۔ ہمارا ان سے رشتہ محبت بس دو واسطوں سے ہے۔ نہ جان نہ پہچان نہ آنی نہ جانی۔ انہیں دیکھا کم ہے مگر گلستانِ رضا سے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھول اکٹھے کرتے پایا ہے۔ ان کی مہک سے وہ دلوں کے گلہائے رنگارنگ کھلاتے جاتے ہیں اور ان پھولوں کو چاردانگ عالم میں پھیلاتے جاتے ہیں۔ ہم نے انہیں اس کام میں سرگرداں پایا تو واقفیت ہوگئی پھر اعلیٰ حضرت کے کلام پر بات کرتے سنا تو محبت ہوگئی۔

ان کے ایک شناسا نے ہمیں بتایا کہ ان کا نام محمد اکرم ہے' تخلص رضا ہے' ادبی دنیا میں محمد اکرم رضا کے نام سے شہرت یافتہ ہوئے۔ تاریخ پیدائش 15 فروری 1946ء ہے۔ والد ذی وقار کا اسم گرامی جناب محمد علی (رحمۃ اللہ علیہ) ہے۔ گوجرانوالہ کے ایک گاؤں ''کوٹلی نواب سعد اللہ خاں'' میں پیدا ہوئے تھے۔ تدریسی منازل طے کرتے کرتے متعدد مضامین میں ایم۔اے کیا' تدریسی ڈگریاں لیں' پھر جامعہ مظہر العلوم فیصل آباد سے درسِ نظامی کی تکمیل کی جہاں نامور اساتذہ کرام نے انہیں خصوصی فیوض سے نوازا۔

ان کی تحریروں سے لگتا ہے کہ وہ نظم ونثر کے ذوق سے مالا مال ہیں۔ علماء کی مجالس میں انہیں شرف باریابی رہا ہے۔ خطابت ونقابت کے جوہر دکھاتے رہے ہیں۔ تدریسی میدان میں نوجوان نسل کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرتے وقت عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلوں میں اُجاگر کرتے رہے ہیں۔

جب انہوں نے نعت کی وادی میں قدم رکھا تو سیدنا حسان بن ثابت' علامہ بوصیری' علامہ جامی'

رومی، علامہ اقبال، حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کی نعت گوئی سے بے حد متاثر ہوئے مگر ساری زندگی ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خیابانِ نعت میں بلبل رنگیں نوا بن کر چہکتے رہے۔ ان کی ''حدائق بخشش'' کی چھاؤں میں اپنے آقا و مولیٰ کی صداقت سرائی میں مصروف رہے اور باغ عالم کو نعت کے گلہائے صد رنگ سے مزین کرتے رہے۔

آپ کے قلم نے ملک کے دینی اور ادبی رسائل کے صفحات کو فکرِ رضا کے نقوش سے منقش کیا۔ نعتیہ رسائل میں وہ خصوصی طور پر اپنے قلم کی جولانیاں دکھاتے رہے۔ نعت کے شیدائیوں کے دلوں کو خوش کرتے رہے ہیں۔ آپ نے جب بھی قلم اٹھایا، نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھول برسائے۔ جب بھی نعت لکھنے بیٹھے تو ''وادی رضا'' سے گزر کر قلمِ رضا کی خوش خرامی سے دلوں کو سکون بخشا۔ انہوں نے جہاں کسی کو اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی سے آشنا پایا، اس سے آشنائی حاصل کی۔ پھر اس تک رسائی حاصل کی اسے دادِ تحسین سے نوازا۔ تعریف کی اور اسے اپنے دل کے دامن میں جگہ دی۔ یہ بات ان کے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے یدت کی دلیل ہے۔

یارسول اللہ میری خستہ حالی پہ نظر
آپ کے دربار میں حاضر رضا ہے آپ کا

زیر مطالعہ کتاب آپ کے قلم گوہر بار اور فکر رضا کا شاہکار ہے۔ یہ شاہکار نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیاؤں سے منور ہے۔ پھر یہ روشنیاں اعلیٰ حضرت کی ''شمع شبستانِ رضا'' سے مستعار ہیں۔ کتاب کا صفحہ صفحہ، ورق ورق ہالہ ءِ نور بن کر اپنے قارئین کو دعوتِ مطالعہ دے رہا ہے۔ امید ہے کہ جہاں یہ کتاب اپنے قارئین کے دلوں کو یاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور کرے گی، وہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی روح کو خوش کرے گی اور وہ عالم بالا میں اعلان کریں گے۔

جھوم جھوم اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
میرے گلشن میں رضا کا ہے قلم عنبر فشاں

جناب محمد اکرم رضا گلشنِ رضا کی بلبل ہزار داستاں ہیں۔ وہ حضرت حسان، حضرت بوصیری،

حضرت جامی، حضرت رومی اور علامہ اقبال جیسے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو حرز جاں بنا کر جب اعلیٰ حضرت کے نعتیہ ایوانوں میں آتے ہیں تو روئے والشمس، چہرہ والضحیٰ اور گیسوئے واللیل کے اسیر بن جاتے ہیں۔ جب یہی بات وہ مولانا احمد رضا کے کلام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں تو لالہ زاروں میں شام مدینہ کی بہاروں کی خوشبو تازہ کرتے جاتے ہیں۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

جسے سن کر داغ دہلوی بھی عش عش کر اٹھتا تھا۔ محمد اکرم رضا تمام نعت گویاں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کے قائل ہونے کے باوجود امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کو ہی معیارِ نعت قرار دیتے ہیں اور ان کے ہر شعر کو اپنے قلم خوش خرام سے ہدیہ تحسین پیش کرتے جاتے ہیں۔

یہ کون سوئے چمن صبح دم ہے محو خرام
کلی کلی مہک اٹھی ہے شوخیاں لے کر

وہ عشق شہ ابرار کی معجز نمائی کلام رضا میں پاتے ہیں تو جھوم اٹھتے ہیں۔

کوچہ کوچہ مشک زا ہے چپہ چپہ عطر بیز
ہے ہوا ان کے خرام ناز کی غماز دیکھ

انہیں امام احمد رضا کا ایک ایک شعر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسا ہوا نظر آتا ہے اور ہوا خرام ناز کرتی ہوئی گذرتی ہے تو وہ ایک ایک شعر کو مختلف انداز میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ ایک ایک مصرعے پر جان چھڑکتے نظر آتے ہیں۔

اک رنگ کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں!

وہ اعلیٰ حضرت کے ایک ایک شعر کو سو سو رنگوں میں بیان کرتے جاتے ہیں اور زبان قلم کو بڑی پاکیزگی سے استعمال کرتے جاتے ہیں۔

مدح شہِ ذی جاہ کی خاطر مجھے اے کاش
مل جائے کہیں سے کوئی پاکیزہ زباں اور

ہر سانس تغافل ہے تو ہر لمحہ گنہ کوش

اے قلمِ سیاہ کار ذرا آہ و فغاں اور

نعت گوئی محض الفاظ کے مرغولے اڑانا نہیں۔ اور نہ ہی لفظوں کی زنجیریں بنانے کا نام ہے بلکہ ایمان وادب کی بلندیاں طے کرنے کے بعد مدحِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زبان کھولی جاتی ہے۔ قلم کی آواز کوچۂ محبوب میں ثناء خواں بن کر آتی ہے۔ اعلیٰ حضرت جب نعت کہتے ہیں تو ہمارے رضا کا قلم اپنی آہنگ سے زمانے کی شب تاریک میں روشنیاں بکھیرتے ہوئے چلتا ہے۔

محمد اکرم رضا، امام احمد رضا کی شاعری کو اپنا راہنما اور مربی مانتے ہیں۔ علمی، فکری اور قلبی لحاظ سے وہ ''مقیمِ کوچۂ مدحتِ شاہِ رضا'' ہیں۔ وہ اپنی خوشبودار تحریروں کی وجہ سے امام احمد رضا کے دروازے پر فخریہ انداز میں کھڑے ہو کر روحانی برکات کے ثمرات کی بھیک مانگتے ہیں۔ جس محفل میں امام رضا کی نعت پڑھی جاتی ہے وہاں سارے نعت خوانانِ زمانہ طفلِ مکتب بن کر گوش بر آواز رہتے ہیں۔

خوباں شکستہ رنگ بہ محفل ایستادہ اند

در محفلے کہ تو بہ مقابل نشستہ

محمد اکرم رضا اپنی پاکیزہ فکر اور زم زم وکوثر میں دھلے ہوئے قلم کو عقیدت کے ساتھ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کی تعریف کرتے ہیں تو ادب اردو کی صف میں گرانمایہ خزانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اردو ادب کی مانگ میں خوبصورت افشاں بکھیرتے جاتے ہیں۔ وہ زبان وبیاں کی خوبیاں سمیٹتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کو پھیلاتے جاتے ہیں۔

جہانِ نعت کے اہلِ قلم نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت رضا (امام احمد رضا بریلوی) نے صنفِ نعت کو وہ فروغ بخشا ہے کہ صنف نعت اردو میں نئی ترنگ سے جلوہ بار ہوئی دقتِ نظر، معنی آفرینی، ندرت بیاں کے ساتھ ساتھ ان تمام علوم کو اپنے اشعار میں موتیوں کی طرح پرو دیا جو کسی بھی حیثیت سے نعت کا حصہ نہیں بن سکتے تھے۔ ''حدائقِ بخشش'' کے صفحہ پر فلسفۂ قدیم، مابعد الطبیعات، فلکیات، عنصریات، منطق، علوم ریاضی، علم الکلام، علم التوقیت اور علم ہیئت وغیرہ کی ایسی دلآویز بندش کی کہ یہ علوم بھی نعت کا حصہ اور لازمی جزو معلوم ہونے لگے۔ داغ جیسے اساتذہ سخن نے بھی تسلیم کیا کہ نعت کے میدان میں اعلیٰ حضرت کا کوئی مثیل نہیں ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا جب اعلیٰ حضرت کے حدائق نعت کی وادی میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی نگاہیں پتا پتا، بوٹا بوٹا، کلی کلی، پھول پھول، شاخ شاخ پر پڑتی ہیں وہ اپنے انداز میں ان پر اظہارِ خیال کرتے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تو ایک ایک مصرع پر پورا مقالہ لکھ جاتے ہیں۔

ذکر ان کا زباں انہی کی ہے
کیسی دلکش زباں انہی کی ہے

محمد اکرم رضا اگرچہ اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری کے ترجمان ہیں مگر وہ خود شاعر بھی ہیں۔ سخنور بھی ہیں، نعت نویس بھی ہیں اور نعت خواں بھی۔ نعت شناس بھی ہیں اور سخن شناس بھی۔ پھر علمی بلندیوں سے بہرہ ور ہیں، استاد زبان ہیں، اسلامی افکار و عقائد کے بلند پایہ مبلغ بھی۔ اپنی تدریسی مصروفیات کے باوجود جب وہ اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔

کس کی زلفوں کی مہک لائی ہے بطحا سے نسیم
دل وجاں وجد کناں مہک گئے بہر تعظیم

پھر مزید کہنا پڑتا ہے۔

کس کے الفاظ کی خوشبو سے مہکتی ہے فضا
کس کے انداز تبسم سے کھل اٹھتے ہیں کنول

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نعت گوئی سے بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاشیہ نشینوں میں جگہ پا کر عشاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صف اول میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں مگر محمد اکرم رضا، اعلیٰ حضرت کے کلام پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے عشاق رضا میں بیٹھے نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی جب نگاہِ لطف ان پر پڑتی ہے تو فرماتے ہیں۔

آ میری نعت کے پھولوں کو سجانے والے!

ہم پروفیسر محمد اکرم رضا کے ان اوصاف کی وجہ سے ان سے محبت کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے مقالات سے دل و دماغ کو روشن کرتے ہیں۔ وہ جب گلبن رضا کی خوشبوئیں لے کر ہمارے سامنے آتے ہیں تو

دل و جاں وجد کناں مہک گئے بہر تعظیم

کی سعادت پاتے ہیں۔ ہم ان کے پاکیزہ قلم کو جس سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو مہکتی ہے، سلام پیش کرتے ہیں۔ ہم ان کی فکر کی قدر کرتے ہیں جو فکرِ رضا کے خمیر سے گندھی ہوئی ہے۔ وہ عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہکشاں کے انوار کو بکھیرتے ہیں۔ ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ سعدی شیرازی کا یہ شعر بے اختیار قلم سے ٹپک رہا ہے۔

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرعِ تست

محمد اکرم رضا ایک بلند پایہ نعت گو شاعر ہی نہیں بلکہ تنقید نعت کے حوالے سے بھی ان کا مقام بلند ہے۔ تنقید نعت کے حوالے سے یوں نظر آتا ہے کہ وہ چودہ صدیوں کی نعت گوئی کا کثیر مطالعہ رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کی نعت گوئی اور نعتیہ ادب پر بھی ان کی گہری نظر ہے۔ ماضی اور حال ان کے روبرو ہیں اور وہ ان کے آئینہ خانے میں جھانک کر فنِ نعت اور تنقید نعت کے حوالے سے جواہر بے بہا تلاش کر رہے ہیں۔ ان کے زبردست مطالعہ اور نعتیہ کاوشوں پر بھرپور گرفت نے انہیں نقد و نظر کی وادیوں کا کامیاب مسافر بنا دیا ہے۔ اس ضمن میں بات کرنے لگیں تو اردو ادب کے نعت کے حوالے سے شہرت پانے والے تمام رسائل و جرائد ہمارے سامنے آجاتے ہیں جن میں ان کے تنقیدی اور تحقیقی مقالات تواتر سے چھپ رہے ہیں۔ بعض نعتیہ تحقیقی مقالات کی طوالت تو الگ سے ایک کتاب کی متقاضی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ان کی تمام تحریریں کتابی صورت میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوں تاکہ وہ نعت کے نور سے جگمگاتی آنکھوں سے تنقید نعت کا کھلا ہوا گلستان دیکھ سکیں۔

نعت اور نعتیہ تنقیدی مقالات تو پروفیسر محمد اکرم رضا کی خصوصی پہچان ہیں۔ تنقید نعت کے حوالے سے ہمارے سامنے وہ درجنوں نعتیہ کتب ہیں جن کے دیباچے آپ نے کمال محنت اور عرق ریزی سے تحریر فرمائے۔ دیباچے، افتتاحی تحریریں، تقاریظ، غرضیکہ جدھر بھی دیکھیے جناب رضا کا نعتیہ فیضان اپنی بہار دکھلا رہا ہے۔ یہ تحدیث نعمت بھی ہے اور تاریخ نعت کا حسین ترین حوالہ بھی۔ ان کے شب و روز فکرِ نعت میں بسر ہوتے ہیں اور ہر نیا سورج نعت اور تنقیدِ نعت کے حوالے سے انہیں نئی تازگی بخشنے کے لیے طلوع ہوتا ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ میری استدعا پر انہوں جہانِ رضا کے لیے تنقید نعت اور خاص طور پر امام احمد رضا خاں کی نعت خوانی کے فکری اور تنقیدی پہلوؤں پر کئی مضامین تحریر کیے ہیں۔ اس سلسلے کو قارئین نے بے حد پسند کیا اور یہ تو میری زیر ادارت شائع ہونے والے ''جہان رضا'' کی بات ہے ورنہ آپ نعت اور تنقید نعت کے حوالے سے بہت سے رسائل کی پہچان بن چکے ہیں۔ یہ عطائے خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ایک طرف تو ان کی چالیس برسوں سے زائد عرصہ پر محیط نعتیہ شاعری بے شمار دلوں کو عقیدت آشنا کرتی ہے اور دوسری طرف ان کی نعتیہ تنقید نگاری نعت نگاروں کو جادۂ حق پر کامیابی سے سرگرمِ سفر رکھنے کے لیے غیر معمولی معاونت کرتی ہے۔ یہاں بات ان کے نعتیہ دیباچوں اور نعتیہ تنقیدی مقالات کی ہو رہی ہے ورنہ انہوں نے غزل، نظم، نثر اور دوسری متعدد اصناف پر بہت سے دیباچے تحریر کیے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وقت تک ممکن نہیں ہوسکتا جب تک اتنا بڑا دیباچہ نگار بے شمار دلوں کی دھڑکنوں میں نہ بستا ہو۔ بحمد للہ جناب رضا فکری، ادبی، علمی، تعلیمی، نعت اور سیرت نگاری کے حلقوں کے علاوہ علماء، فضلاء اور روحانی حلقوں کا بھی وقار ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ایک زمانہ آپ کے ہمراہ سفر کر رہا ہو۔

دعا ہے کہ ہر آنے والا دور ان کی صلاحیتوں کو مزید نکھار عطا کرتا رہے۔ رحمت ایزدی کی نورانی چھاؤں انہیں وقت کی مادی کثافتوں سے بچائے رکھے اور محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرم باریاں ہمیشہ ان کے دل کو راحت، دماغ کو فکری جلا اور روح کو ذکر و فکر نعت کی شادمانی عطا کرتی رہیں۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مدیر ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رضوی مظہری
نامور مصنف، محقق، ماہر رضویات

فکر کا آفتاب جہاں تاب

بڑے کاموں کے لیے قدرت ہمیشہ بڑے لوگوں کو تخلیق کرتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انہیں بڑے لوگوں کے کارناموں سے تاریخ فکر و ادب کا تعین کیا جاتا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی بلاشبہ ایسے ہی بطلِ جلیل تھے جنہوں نے تاریخ برصغیر کے پس منظر اور پیش منظر میں یادگار کردار ادا کیا۔ آپ نادرِ روزگار شخصیت تھے۔ خداداد نظریاتی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ آپ کی فکر رسا سے نامساعد حالات کی گتھیاں سلجھتی تھیں۔ 1857ء میں تخت و تاج کھو دینے کے بعد عالم اسلام فکری جمود، تن آسانی، سیاسی تدبر سے دوری اور احیائے علمی کے حوالے سے پسماندگی کا شکار ہو چکا تھا۔ ذلت و خواری کے اس کثافت زدہ سمندر میں شوکتِ عظمتِ رفتہ کا بھاری پتھر پھینکنے کے لیے جس جرأت آزما کی ضرورت تھی وہ بلاشبہ شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جنہوں نے اوسط درجے کی زندگی پائی مگر ان کے کارہائے نمایاں کی بلندی کے سامنے ہمالہ بھی جھکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

امام احمد رضا کیا نہیں تھے، درجنوں علوم کے ماہر، فنون میں یکتا، مفسر، محدث، عالم کامل، مفتی، قرآن حکیم کے شارح، دو قومی نظریہ کو حیات نو دینے والے۔ ایک ہی وقت میں ہندوؤں، سکھوں، قادیانیوں اور

منبرومحراب کے وارث ہو کر قوم مسلم کو اوطان تک محدود کرنے والے کے خلاف جرأت آزمائی کے جوہر دکھانے والے' تحریک خلافت' تحریک ترک موالات' شدھی' سنگٹھن جیسی تحریکات کا حقیقی چہرہ اہلِ اسلام کو دکھانے والے اس سے بڑھ کر ان کی عظمت اور کیا ہوگی کہ تحریکِ خلافت کے مسلم زعماء نے ایک دور میں آپ کے فرمودات کو قول فیصل مان کر اپنی مساعی کو لاحاصل قرار دے دیا تھا۔

یہی نہیں بلکہ فقیہہ ایسے کہ فقہائے عالم ان کی بلائیں لیتے تھے۔ عجم کے ماہِ کامل' عرب کے علماء و مشائخ کی آنکھوں کے تارے' ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف۔ مدبر ایسے کہ آپ کے لوہے نے ہر لوہے کو کاٹا۔ اپنے تو اپنے اغیار بھی آپ کا لوہا مان گئے۔ اس سے بڑی عظمت کیا ہوگی کہ عصر حاضر میں آپ پر درجنوں اصحاب علم ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں۔ درجنوں ایم۔فل کر چکے ہیں اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں آپ پر لکھے گئے تحقیقی مقالات کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے۔ یہ سلسلہ رکا نہیں بلکہ جاری ہے۔ یہ کاروان تھما نہیں بلکہ منزل تحقیق کی طرف برق رفتاری سے جاری ہے۔

اندھیرا چھٹتا جاتا ہے اجالا ہوتا جاتا ہے
امام احمد رضا کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

امام موصوف کی بے شمار علمی' فقہی اور نظریاتی خدمات اپنی جگہ' انہوں نے نعت گوئی میں جو روشن کردار ادا کیا ہے' اس کی چکاچوند ہر ادبی دبستان میں محسوس ہو رہی ہے۔ اب تک اصحابِ ذوق سینکڑوں نعتیہ دیوان چھوڑ گئے اور بے شمار نعت گو مداحی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلستان سجا رہے ہیں لیکن لوگ بعض کے نام بھی نہیں جانتے اور ان کے لیے کسی معروف شاعر کے نعتیہ کلام سے چند اشعار پیش کرنا مشکل ہو جاتا ہے مگر ایک ''حدائق بخشش'' کو دیکھیے' ایک زمانہ بیت گیا مگر اس نعتیہ صحیفہ کی فکری عظمت' ادبی سرفرازی' شعری سربلندی اور عشق و عقیدت کی رفعت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ مساجد' خانقاہی اور مذہبی حلقے ہی نہیں بلکہ زمانے بھر کے ادبی دبستان اس کے تذکار سے آباد نظر آتے ہیں۔ چاروں طرف ایک ہی صدائے شوق ابھر رہی ہے کہ

کل بھی رضا کی شاعری تھی حاصل حیات
اب بھی اُسی کے حسن سے ہے حسنِ شش جہات

فاضل بریلوی کی نعت گوئی کا کمال یہ ہے کہ ایک عالم دین اور نابغہء روزگار نعت گو ہونے کی حیثیت سے آپ نے خود ہی آدابِ نعت گوئی متعین کیے اور ان آدابِ نعت کو حاصل افکار بنا کر دکھا دیا۔ آج نعت کے حوالے سے شاید ہی کوئی کتاب یا ادبی ارمغان ہو گا جس میں اعلیٰ حضرت کے حوالے سے نعت کی حدود و قیود کے تعین سے نعت کی تعریف کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو۔ آپ نے خود ہی ایک پیمانہ تخلیق کیا اور خود ہی اس پر عمل پیرا ہو کر دکھا دیا۔ آپ کی یہی ادا نعت کے متوالوں کو بھا گئی۔ اسی سبب سے ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی آپ کو ''امام نعت گویاں'' کہا جاتا ہے اور بزمِ ہستی مدتوں اس لقب کو آپ کی شاعری کا اعزاز بنائے رکھے گی۔

زیرِ نظر کتاب ''تاجدار ملک سخن'' امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری پر تنقید و تحقیق کے حوالے سے ایک روشن حوالہ ہے۔ میں نے اس کتاب کو ایک نظر دیکھا تو نہایت فرحت محسوس ہوئی کہ ایسے عالم میں جبکہ فاضل بریلوی کی حیات مقدسہ اور فقہی کارناموں کے حوالے سے سوانحی کتب کا ایک بحرِ ذخار بہہ رہا ہے ایک ایسی کتاب کی بھی ضرورت تھی جو عام ڈگر سے ہٹ کر ہو اور جس میں فاضل بریلوی کے نعتیہ اسلوب، مشہور نعتوں، قصائد اور اوزان و بحور پر بحث ہو۔ اس طور عصرِ حاضر کے طالب علموں اور فکرِ رضا تک رسائی کے آرزومند شائقین کو ایک جادۂ عمل متعین کرنے میں آسانی ہو گی۔ بحمد للہ اس تصنیف لطیف میں جہاں ایک طرف آپ کے کارناموں کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے وہاں سلام رضا، قصیدہ نور، قصیدہ معراجیہ اور دوسرے قصائد پر بھی بحث کی گئی ہے۔ آپ کی حسن تراکیب کی رنگا رنگی، وسعت مضامین اور شوکت نعت گوئی کا بھی تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ تنقید گھبراہٹ بخشنے والی چیز نہیں بلکہ اس سے محبوب کے خدوخال مزید نکھرتے ہیں۔ فکری محاسن مزید اُجاگر ہوتے ہیں اور انسان کو فرشتہ سمجھنے کے بجائے اس کے وقارِ بشریت کو شمع راہ بنایا جاتا ہے۔

''تاجدار ملک سخن'' کے مصنف معروف نعت گو شاعر ادیب شہیر اور بہت سی کتب کے مصنف پروفیسر محمد اکرم رضا محتاج تعارف نہیں۔ ان کی دیگر صفات اپنی جگہ لائق تحسین ہیں مگر مجھے یہاں ان کی نعت گوئی اور تنقید نعت کے حوالے سے کچھ عرض کرنا ہے۔ جناب رضا محض نعت گو شاعر نہیں بلکہ اس قدر بلند نعت گو ہیں کہ آج ایک زمانہ ان کی نعتیہ تگ و تاز سے خوشہ چینی کر رہا ہے۔ وہ ایک طویل عرصہ سے

نعت کہہ رہے ہیں۔ اس وقت سے جب نعت کی اشاعت کے لیے رسائل واخبارات میسر نہیں ہوتے تھے اور فقط مذہبی اور نظریاتی رسائل ہی نعت گوئی کے حسن کو اپنے دامن میں سموتے تھے۔ یہ حضرت ضیاء القادری بدایونی، علامہ اختر الحادی، عزیز حاصل پوری، حافظ مظہر الدین کے قافلے کے مسافر ہیں کہ جن کی نعتیں آستانہ اور آئینہ جیسے ممتاز نظریاتی رسائل کی زینت بنتی تھیں۔ اخبارات تو فقط ولادت رسول یا معراج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے مقدس ترین ایام پر اپنے اخبارات میں تبرکاً دو تین نعتیں شامل کر لیتے تھے۔ یہ رب کریم کا فیضان ہے کہ علامہ محمد اکرم رضا ان میں بھی نظر آجایا کرتے تھے۔

محمد اکرم رضا کی نعت گوئی، عشق وعقیدت، سوز وگداز، فکری وارفتگی، روحانی تپش، جذباتی استغراق اور روحانی ذوق وشوق سے عبارت ہے۔ ان کی نعت گوئی محض اپنی سخن گوئی کو منوانے کے لیے نہیں بلکہ ان کی نعت تو قارئین کو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلزم نور میں ڈوب جانے کا پیغام دیتی ہے۔ ان کی نعتیں حسنِ ذوق کی ترجمان اور ایمان ویقین کی پہچان ہیں۔ آج ایک زمانہ ان سے خوشہ چینی کر رہا ہے اور یہ فقط محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ ارادت مندی کا فیضان ہے۔ یہ نعت کہتے ہیں تو لغزیدہ فکر اور لرزیدہ بدن کے ساتھ کہ بارگاہِ رسالتمآب میں لفظ نہیں، جذبات عقیدت قبول ہوتے ہیں اور یہ جذباتِ عقیدت جناب رضا کی نعت گوئی سرفرازیٔ عمل عطا کر رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں:

مدح خواں ہیں تیرے انبیاء اولیاء تو رضا لائے کیا نعت کا حوصلہ
پھر بھی ہے اک طرف سر خمیدہ کھڑا نعت ہی اس کی چاہت کا اظہار ہے

جناب رضا فقط عظیم نعت گو شاعر ہی نہیں بلکہ ان کا شمار عصر حاضر کے انتہائی منتخب نقادانِ نعت میں ہوتا ہے جس ادبی رسالے اور علمی ارمغان میں دیکھیے، تنقید نعت کے حوالے سے ان کے جواہر پارے بکھرے نظر آتے ہیں۔ ان کی محنت، فکری عرق ریزی اور تحقیقی کاوش نے انہیں اہلِ ادب کا اعزاز بنا دیا ہے۔ نعت کے حوالے سے شائع ہونے والا کوئی بھی جریدہ شاید ہی ایسا ہو جو ان کی نگارشات سے محروم رہا ہو۔ یہ رب العالمین کا فضل بے بہا ہے کہ جس نے نہ صرف انہیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت گوئی اور ثناء خوانی کے لیے منتخب کیا بلکہ تنقید نعت کی صورت میں ان سے وہ کام لیا جو مدتوں ان کے علمی وقار اور اعزاز کا احساس دلاتا رہے گا۔

پروفیسر محمد اکرم رضا امام نعت گویاں حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے غایت درجہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔شاید بچپن ہی سے ان کے سینے میں پلنے والی یہی محبت تھی جس نے انہیں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نقوش نعت کو چراغ عمل بنا کران پر چلنے کا سلیقہ بخش دیا۔نعت پر بے شمار تنقیدی مقالات کے علاوہ ان کے درجنوں مضامین امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی فکرسخن آرائی کا تحقیقی جائزہ لینے کے لیے شائع ہو چکے ہیں۔آپ نے ان میں سے چند مضامین کا انتخاب کیا اور ''تاجدار ملک سخن'' کے نام سے پیش کر دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کی نگارشات کا دوسرا مجموعہ جلد از جلد قارئین کے ذوق وشوق کی نذر بن سکے۔بے شمار دعائیں پروفیسر محمد اکرم رضا کے لیے جن کا قلم تھکن سے نا آشنا اور جمود کے تصور سے بھی دور ہے۔خدا کرے کہ ہر آنے والا دوران کی فکری رفعتوں کے چراغوں کو مزید لو دیتا رہے۔جملہ قارئین سے استدعا ہے کہ ربِ دو جہاں سے بوسیلہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے صحتِ کاملہ کی دعا فرمائیں' مجھ فقیر پر آپ کی نوازش ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رضوی مظہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتراف

مولانا احمد رضا خان قدرت کی طرف سے اس شان سے نوازے گئے کہ آج تک بزمِ ہستی اس پر حیران ہے۔ آپ کو خالقِ تقدیر نے بیک وقت ایسی صفاتِ عالیہ اور علمی بلندیوں سے نوازا تھا کہ آج حیرت ہوتی ہے کہ ایک فرزندِ روزگار کس طور اتنے علوم وفنون پر حاوی ہوگیا۔ لیکن جب ہم رحمتِ خداوندی کی وسعتوں کو دیکھتے ہیں تو بے اختیار احساس ہوتا ہے کہ اس قدر علمی تجلیات کے پس پردہ صرف اور صرف ربِ دو عالم کی رحمت بے پایاں کارفرما ہے جس کا سبب آپ کا وہ جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو آغازِ شعور سے لے کر وقتِ وصال تک آپ کے شاملِ حال رہا۔ خدا کی محبت کے حصول کے لیے بھی خود کو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی طور پر حقدار بنانا پڑتا ہے۔ محبتِ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی پختگی خدا کے دامانِ کرم کو دراز کرتی چلی جاتی ہے۔ اور پھر امام احمد رضا نے تو عمر بھر ہی محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نغمے سنائے تھے۔ حضور کے اسوۂ حسنہ آپ کے خصائصِ کبریٰ اور آپ کی صورت وسیرت لازوال کی شمعیں جگمگائیں تھیں۔ پھر کیسے ممکن تھا کہ رحمتِ الٰہی آپ کو اپنی رحمتوں اور انعامات کا حقدار بنا کر بزمِ ہستی کا محبوبِ نظر نہ بنا دیتی۔

آپ کے علوم وفنون کا جادو سر چڑھ کر بولا۔ آپ نے جدھر کا رخ کیا' اہلِ ذوق نگاہوں کو فرشِ راہ کرتے گئے۔ علماء' فقہاء' مفسرین اور شارحین دینِ اسلام آپ کے حلقہ بگوش ہوتے گئے۔ اس دور کی

تاریخِ علم وتصوف کے اکابرین نے اتنی بڑی تعداد میں آپ کو اس قدر القابات سے نوازا کہ محض ان کا نام ہی لینے لگیں تو تحدیثِ نعمت کے حوالے سے ایک تصنیف وجود میں آجائے۔ آپ نے مغل اقتدار کا سورج غروب ہونے کے بعد خوابِ غفلت میں مدہوش مسلمانوں کو جھنجھوڑا۔ ہر اس تحریک سے تعاون کیا جس کا مقصد غلبہء دین حق تھا اور ہر اس تحریک کا تعاقب کیا جس میں قربانیاں تو مسلمان دے رہے تھے مگر ان قربانیوں کا ثمر اغیار سمیٹ رہے تھے۔ آپ نے قلم سے تلوار کا کام لیا۔ لیکن یہ اس قلم کا کمال ہے کہ رزمِ حق وباطل میں شمشیرِ خارا شگاف بن گئی مگر جب داستانِ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھڑی تو اس قلم کی نوک سے محبوب خدا کی مدحت وتوصیف کے گلاب مہکنے لگے۔ امام احمد رضا کی نگاہوں کی وسعت کار کی داد دینا پڑتی ہے کہ اپنے دور میں انہوں نے جسے غلط سمجھا اسے برملا غلط کہہ دیا۔ اس وقت آپ کا ٹوکنا اغیار ہی نہیں بلکہ بعض اپنوں کو بھی پسند نہ آیا مگر کچھ ہی عرصہ بعد جب حقائق نے اپنے رخِ زرنگار سے پردہ اٹھایا تو سب کے سب آپ کی فقہی بصیرت، وسعت علمی کے ساتھ ساتھ آپ کی سیاسی بصیرت کو تسلیم کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے تھے۔ یہ وہ مردِ قلندر تھا جس نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رہبر ورہنما مان کر ہمیشہ سچائی کا پرچم لہرایا۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلہء مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

اگر ہم فاضل بریلوی کے فقہی اور سیاسی ونظریاتی کارناموں کی بادِ بہاری سے تازگی فکر مستعار لے کر مزید کچھ کہیں گے تو اس داستانِ شوق کے پھیل جانے کا ڈر ہے جس کے سمیٹنے کا عزم کریں گے تو ایک ذرہ درکار ہوگا۔ جب کہ اس تحریر میں ہمارا یہ مقصود ومدعا نہیں ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا نام ہم نے ''تاجدارِ مُلکِ سخن'' رکھا ہے اور یہ نام بھی ہم نے ایک انتہائی مشفق شخصیت کے مشورے سے رکھا ہے کہ کتاب کا عنوان فاضل بریلوی کے کلام سے ہی ڈھونڈو۔ ابھی تحقیق وجستجو کے لیے آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ یہ شعر وجدان کی زینت بن گیا۔

ملکِ سخن کی شاہی تجھ کو رضا مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

فاضل بریلوی بلاشبہ عصرِ حاضر میں ملک سخن کے تاجدار ہیں۔ ہم نے اس عنوان کے حوالے سے صدیوں کا سفر نہیں کیا۔ فقط اپنے بزرگوں اور اپنے ادوار کو دیکھا ہے۔ رب العالمین نے حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف وثناء کے لیے ہر عہد، ہر قرن، ہر صدی اور زمانے کو ایسے عظیم نعت گو عطا کیے جن کی توصیف نگاری سے بزم ہستی کے ظلمت کدے منور ہو رہے ہیں۔ مگر کتنے ہیں جن کے نام عوام الناس کے ذہنوں سے اتر گئے۔ کتنے ہیں جنہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ نے محو کر دیا۔ اور پھر کتنے ہیں جن کی چند ہی نعتیں عوام الناس کے ذہنوں میں محفوظ رہیں گی۔ بحمد للہ بعض ایسے خوش بخت بھی موجود ہیں جن کے حافظہ کی قوتِ خداداد نے فراموش شدہ ہستیوں کو عوام الناس تک پہنچانے کا عزم کیا ہوا ہے۔ لیکن ایک احمد رضا خان ہیں کہ جن کا ارمغان ''حدائق بخشش'' اپنی اولین اشاعت سے آج تک علماء وفقہاء کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے دلوں کی زینت بھی بنا ہوا ہے۔ لاتعداد ادارے ہیں جو حدائق بخشش کے لاتعداد ایڈیشن چھاپ رہے ہیں۔ شہرتِ دوام حاصل کرنے والی مسدس حالی کی طرح نہ کوئی حساب لینے والا ہے، نہ دینے والا۔ نہ جواب دہی کا خدشہ نہ کسی رائلٹی کا خوف۔

کسی بھی تصنیف لطیف کی غیر معمولی اشاعت کا دارومدار خریداروں پر موقوف ہوتا ہے۔ حدائق بخشش خرید کیا جا رہا ہے۔ محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ سادہ، کم قیمت، نہایت قیمتی، عکسی اور بڑے ہی خوبصورت ایڈیشن مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ مسجد ومنبر ومحراب کی بات نہیں۔ ادبی، سرکاری وغیر سرکاری محافل میں ذرائع ابلاغ کے مراکز میں، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے مقبول ترین مراکز میں ''حدائق بخشش'' سے نعتیں پڑھی جا رہی ہیں۔ نہ کوئی مجبوری ہے نہ زبردستی، نہ داد و دہش کی تمنا ہے نہ اکرام وانعام کی آرزو۔ بس دلوں کو وجد میں لانے کا اہتمام ہو رہا ہے۔

اس تفصیل سے ہمارا مقصود کسی شاعر یا نعتیہ کتاب کے مقام کو کم کرنا یا ضرورت سے زیادہ بڑھانا نہیں ہے۔ بارگاہِ خداوندی اور دربارِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کس کی نعت زیادہ قبول ہوگی یا کس کی کم مقبول، اس بارے میں مجھ سا بندۂ ناچیز کچھ کہنے سے پہلے ہی لرز اٹھتا ہے۔ لیکن جو کچھ آنکھیں دیکھ اور پڑھ رہی ہے وہ بھی تو فریبِ نظر نہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔ جس فاضل بریلوی نے تمام زندگی سایۂ دامانِ توصیفِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسر کی، انتہائی عدیم الفرصتی کی بدولت نعت ارادتاً نہ

لکھی ہو بلکہ ان سے نعت ہو گئی ہو۔ اس پر ربِ کریم کا سحابِ کرم بھی تو شدت سے برستا تھا۔ آپ تو اپنی لحدِ منور میں آسودۂ خواب ہو گئے مگر آپ کی نعت نگاری مدتوں سے خواب گزیدوں کو بیداری کا پیغام دے رہی ہے بلاشبہ یہ زمانہ رضا کا ہے اور کون جانے کہ آنے والا زمانہ بھی رضا کا ہو۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

اور پھر بات اسی پر تمام نہیں ہوتی۔ کلام رضا کی شرحیں چھپ چکی ہیں اور چھپ رہی ہیں۔ طویل بھی اور مختصر بھی۔ اور شارحین کلام رضا کی ایک بڑی تعداد ہے جو اس میدانِ سخن آرائی میں اپنی حاضری لگوانے کی متمنی ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام کی تضامین کا سلسلہ جاری ہے۔ اس ضمن میں چند نعتوں کی بات نہیں بلکہ پورے کے پورے حدائق بخشش کی تضامین بھی رسالوں میں چھپنے کے بعد اب کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے اور سلسلہ ہنوز جاری ہے اور جاری رہے گا۔

اور پھر رسائل فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر خصوصی اشاعتیں پیش کر رہے ہیں۔ سینکڑوں کتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔ آپ پر پی ایچ ڈی، ایم فل اور تحقیقی مقالات رقم کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے جس میں انتہائی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہے؟ نہ کوئی سرکاری ادارہ ہے، نہ کوئی یونیورسٹی اس مقصد کے لیے مخصوص ہے۔ نہ کوئی خرچ اُٹھانے والا اصحاب خیر کا ادارہ ہے۔ بس سب کچھ اپنے آپ ہی ہو رہا ہے لیکن بھلا کوئی کام اپنے آپ بھی ہوتا ہے؟ یہ میری خام خیالی ہے۔ یہ فقط اور فقط تائید ایزدی اور عنایت خداوندی ہے جسے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد درجہ عقیدت کا علم تھام کر ''حدائق بخشش'' کا ارمغان نیاز پیش کرنے والے کی محنت اتنی پسند آئی کہ اسے محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلوں کی روشنی اور اہلِ شوق کے لیے کمالِ آگہی بنا دیا۔

اگر ہم چاہتے تو محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی خدوخال اور علمی قدوقامت کے حوالے سے ایک نئی کتاب پیش کر سکتے تھے مگر اس موضوع پر سینکڑوں ضخیم اور مختصر کتب معرضِ اشاعت پر آ چکی ہیں لہذا ہماری کتاب بھی سوانحی کتب کے اس انبار میں تکرارِ محض بن کر رہ جاتی، جبکہ زمانہ تخصص کا ہے۔ تحقیق وتنقید کا سورج پوری شدت سے چمک رہا ہے۔ فاضل بریلوی کے کارہائے نمایاں کے حوالے سے نئے نئے موضوعات پر قلم اٹھایا جا رہا ہے جب کہ حال ہی میں ایک محقق نے فتاویٰ رضویہ کی روشنی

میں تحریکات آزادی کے حوالے سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے۔ پاک و ہند کے علاوہ مصر، شام اور کئی دوسرے عرب ممالک اپنی جگہ جرمنی اور انگلینڈ والوں کا محدث بریلوی پر تحقیقی کام دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ایک عرب نے آپ کی عربی شاعری کو تحقیق کا مرکز بنایا۔ اور نئے نئے موضوعات دریافت کر کے ان پر ریسرچ کی جارہی ہے۔

اسی خاطر ہم نے آپ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے آپ کی نعتیہ شاعری کو اپنی تحقیق کا مرکز بنایا۔ ان میں سے بہت سے مضامین ایسے ہیں جو پہلے مختلف رسائل یا کتب کی زینت بن چکے ہیں جبکہ بیشتر موضوعات غیر مطبوعہ اور نئے ہیں۔ ہم نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ تخصص کی بنیاد پر بہت سے مقامات پر گنجائش ہوتے ہوئے بھی دوسرے مباحث سے گریز کیا ہے کہ اصل مقصود نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ اسی حوالے سے آپ کو تاجدارِ ملک سخن میں ہمہ رنگی ملے گی۔ کہیں آپ کی شخصیت اور کارناموں کا اجمالی خاکہ ملے گا۔ کہیں سلام رضا کے گلستاں کی بہار محسوس ہوگی۔ کہیں سلام رضا کا تفصیلی جائزہ ہوگا تو کہیں قصیدہ نور اپنی بہار دکھا رہا ہوگا۔ کہیں فاضل بریلوی کے جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو دلوں کو معنبر کر رہی ہوگی تو کہیں آپ کی شاعری سے حسن تراکیب و مضامین اور صنائع بدائع کا تذکرہ ہوگا۔ کہیں نصرتِ حق کے لیے آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا تذکرہ ہوگا تو کہیں قصائد رضا پر تفصیل سے روشنی اڈتی ہوئی محسوس ہوگی۔ ہم نے زیر نظر تصنیف میں کلام رضا سے انتخاب بھی شائع کر دیا ہے جو ان لوگوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگا جو حدائق بخشش کے تفصیلی مطالعہ سے جی چراتے ہیں خاص طور پر ان علماء و نعت خواہوں کے لیے مطالعہ کا باعث بنے گا جو محدث بریلوی کے اشعار کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ ایک باب مناقب پر مشتمل ہے جس میں معروف شعراء نے اس عظیم محسن کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی علمی، فقہی اور روحانی شخصیات کے نثری خراجِ محبت کے اقتباسات بھی نظر آئیں گے۔ اقتباسات کے لیے ہم کتب کی ضخامت مختصر رکھنا چاہتے ہیں تاکہ قارئین پر ذہنی اور مالی لحاظ سے بار نہ ہو۔

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ "تاجدارِ ملک سخن" کوئی تاریخ ساز ادبی کاوش ہے مگر ہمیں اتنا یقین ضرور ہے کہ محدث بریلوی کی نعت خوانی پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب حوالہ کا درجہ ضرور حاصل کرے گی۔ حوالہ کتنا ہی کم حیثیت کیوں نہ ہو بہر حال اپنی جگہ اس کی بھی حیثیت ہوتی ہے۔ یقیناً محققین اور دورِ حاضر کے نقاد

اپنے جادۂ تحقیق پر سفر جاری رکھیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ کہیں یہ محققین والا قدر رستا نے کا ارادہ کرلیں تو یہ کتاب ان کی فکرِ رسا کی توجہ حاصل کرلے۔ ہم نے تو تائیدِ ایزدی کے سہارے "حدائق بخشش" کے نظریاتی اور شعری وادبی ستارے بکھیرنے کا اہتمام کرلیا ہے۔ کیا معلوم کب کس کی نظران سیارگانِ مدحت پر پڑ جائے اور وہ اس سے بھی کسی نہ کسی طور خوشہ چینی کا اہتمام کرلے۔

آخر میں بے شمار دعائیں مسعودِ ملت ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد رضوی مجددی کے لیے کہ جنہوں نے فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے وہ تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے جو ہر دور میں ان کی خداداد صلاحیتوں کی یاد دلاتا رہے گا۔ آج ہر فکری ادارہ اور تحقیقی مرکز ان کے کارہائے نمایاں سے آباد ہے۔ آپ کچھ عرصہ سے علیل تھے۔ ہم نے آپ سے "تاجدارِ ملک سخن" پر کچھ نہ کچھ لکھنے کی درخواست کی جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ 13 جنوری 2008 کو آپ کی تحریر موصول ہوئی اور کچھ عرصہ بعد آپ خالقِ حقیقی سے جاملے۔ میری دعا ہے کہ لطفِ خداوندی ہر آن ان کی لحد پر نازل ہوتا رہے اور رحمت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر سے حشر تک ان کے لیے توشۂ شفاعت بنی رہے۔

خصوصی جذباتِ تشکر ماہنامہ جہانِ رضا کے مدیر اور مکتبہ نبویہ لاہور کے ڈائریکٹر جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے کے لیے کہ جو بزرگ سن ہیں مگر پرورشِ لوح وقلم کے لیے جوانوں سے زیادہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔ لکھنے والوں کے قافلے کو ہمیشہ بیدار رکھتے ہیں۔ مصنف اور مورخ ہیں' نثر میں شعریت کا حسن سموجاتے ہیں۔ دوسروں کی حوصلہ افزائی کرنا اور انہیں سرگرمِ تحریر وتحقیق رکھنا ان کا شعارِ حیات ہے۔ آپ کی نوازش کہ آپ نے اس کتاب کے لیے تعارفی کلمات تحریر فرمائے۔

اور آخر میں شکریہ اس کتاب کو زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے والے محمد ابرار حنیف مغل کا جو ماہنامہ "کاروانِ نعت" لاہور کی ادارت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں مگر اس سے کہیں زیادہ معروف طباعتی ادارے المدینہ پبلی کیشنز اور المدینہ دارالاشاعت کو کامیابی سے چلانے اور اس کے زیرِ اہتمام کتب کی اشاعت کی ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے ہیں۔ باہمت نوجوان ہیں' جوان فکر' جذباتِ عمل کی تصویر۔ اس کتاب کو سنوارنے اور دلآویز انداز سے پیش کرنے کے لیے خصوصی اشاعتی اور طباعتی لگن کا مظاہرہ کرنے والے مصنف سے کہیں زیادہ کتاب کی اشاعت کے لیے بے قرار فروغِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہر لحظہ تیار۔ ان کے لیے بے شمار دعائیں اور ان کی کامیابیوں کامرانیوں کے لیے نیک تمنائیں۔

یہ مدیر شہیر عزیز مکرم محمد ابرار حنیف مغل کے اصرار ہی کی کرشمہ سازی ہے کہ کتاب قارئین تک پہنچ رہی ہے۔ ان کے عزائم سربلند اور حوصلے فراخ ہیں۔ جب رحمتِ ایزدی سایہ فگن ہو جائے تو عزائم اور حوصلوں کا یہی امتزاج وہ کچھ کروالیتا ہے جس کا انسان عام حالات میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حرفِ سپاس جناب رانا محمد نعیم اللہ خاں کے لیے کہ جنہوں نے نہایت محبت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں میرا ہاتھ بٹایا اور قیمتی مشوروں سے بھی نوازتے رہے۔

رب العالمین اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ہمارے ان کرم فرماؤں کو اس طور رحمتِ خاص سے نوازے کہ ہر آنے والا دن پہلے سے کہیں زیادہ ان کی ادب نوازیوں کا نقیب ثابت ہو۔ (آمین)

سراپا سپاس

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

---☆---

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہمہ صفت موصوف

زمانہ ماہ وسال کے جال بنتا ہوا صدیوں کی مسافتیں طے کرتا رہتا ہے۔ وقت مدتوں زندگی کے مرکب پر سوار کسی دانائے راز کی تلاش نیں مصروف رہتا ہے۔ تاریخ ماضی کے عبرت کدوں کا مشاہدہ کرتی عہدِ حال کی تمناؤں سے کھیلتی دورِ اِستقبال کے رازی' غزالی کے لیے محوِ آرزو رہتی ہے اور پھر جب زندگی قضاوقدر کی ہمہ گیریت کے پس منظر میں اپنا مقصود ومدعا ڈھونڈتی ہے تو اسے امام احمد رضا خاں کی صورت میں ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت اس حقیقت کی مصداق بن کر عطا ہوتی ہے کہ۔

قرن ہا باید تا یک مردِ دل پیدا شود بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

''ہمہ صفت موصوف'' بظاہر ایک ادبی ترکیب ہے۔ ناممکن حد تک مشکل اور بہت حد تک ناقابلِ یقین مگر جب یہی ادبی ترکیب امام احمد رضا خاں کی خُداداد صلاحیتوں کی وسعت بیکراں میں اپنا محلِ استعمال ڈھونڈتی ہے تو فطرت کے ناممکنات علم وعمل کے ممکنات میں ڈھل جاتے ہیں اور صداقتوں کے مطلع فاران پر ایک روشن وجود عظمتِ اسلاف اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا نقیب بن کر صورتِ خورشید جلوہ گر ہونے لگتا ہے۔ اس خورشید جہانتاب کی منتشر کرنیں جو کم وبیش ایک ہزار کتب پر محیط ہیں' ایک قالب میں ڈھلتی ہیں تو وقت کا منصف امام احمد رضا خاں کو ہمہ صفت موصوف کی خلعتِ جاودانہ بخش دیتا ہے۔

......O......

احمد رضا فاضل بریلوی ......ایک نام......ایک تاریخ......ایک حقیقت' ایک صداقت' ناقابل تردید سچائی۔ آفاقیت سے عبارت محسنِ ملتِ اسلامیہ' نامور فقیہ' عظیم المرتبت محدث' علومِ اسلامیہ پر کامل دسترس رکھنے والا دانشور' حالات کی لاینحل گتھیاں سلجھانے والا نابغہ روزگار' جلیل القدر عالم دین' زندگی کی عقدہ کشائی کرنے والا مدبر' رفیع المرتبت مفسرِ قرآن' تاریخ کے اسرار ورموز منکشف کرنے والا دانائے راز' ملتِ اسلامیہ کے دورِ زوال میں شکوہِ ماضی بخشنے والا ابطلِ جلیل' سیدنا ابو حنیفہ کے فکر وتدبر کی

پہچان بن کر ابھرنے والا رجل رشید چٹائی پر بیٹھ کر دلوں پر حکومت کرنے والا بے تاج بادشاہ علوم اسلامی کے ساتھ ساتھ علومِ ہندسہ ریاضی ہیئت فلسفہ اقلیدس ارضیات نجوم سمیت نجانے کتنے علوم پر یکساں دسترس رکھنے والا عبقری ایک ذات میں انجمن کا وجود لیے ایک قلب میں لاتعداد علوم کا بحرِ ذخار لیے ہوئے اور سب سے بڑھ کر اپنی لافانی نعت نگاری کی خوشبو سے مشامِ ہستی کو معطر کیے ہوئے شاعر مشرق کے لفظوں میں

بخشے ہیں مجھے حق نے جوہرِ ملکوتی خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

......o......

میں وقت کے آئینہ میں کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ عالمگیری سلطنت کا آفتاب گہنا چکا ہے۔ برطانوی سامراج برصغیر پاک و ہند پر اپنے استبدادی پنجے گاڑ چکا ہے۔ مسلمان غلامی کی شب دیجور کو اپنا مقدر سمجھ کر انگریز کی اطاعت کو مشیتِ ایزدی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ احساس زیاں دلوں سے رخصت ہو چکا ہے۔ انگریز اپنی استبدادیت کو مضبوط تر کرنے کے لیے مسلمانوں پر بار بار ضربِ کاری لگا رہا ہے۔ اسے امام فضل حق خیر آبادی مفتی عنایت اللہ کاکوری مولانا کفایت علی کافی مولانا احمد اللہ مدراسی جیسے آزادی پسند علماء کے تصور سے دہشت آتی ہے وہ وقت کے ابوالفضل اور فیضی ڈھونڈ رہا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی ضمیر پر ضربِ کاری لگانے کے لیے وہ قادیانیت کی صورت میں ایک پودا لگاتا ہے کہ ایک روز یہ نخلِ ثمر آور بنے گا۔ رافضیت اور خارجیت مسلمہ عقائد کا وجود خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ لاہوتی کو ختم کرنے کے لیے نجد کے صحراؤں سے ایک آندھی اٹھتی ہے جسے محمد بن عبدالوہاب کی تائید حاصل ہوتی ہے اور بہت سے سادہ لوح مسلمان توحید پرستی کے زعم میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فراموش کر بیٹھے ہیں جو کہ ایمان کی اساس ہے۔ مسلم زعماء دھڑا دھڑ ایسی تصانیف پیش کر رہے ہیں جن سے جہاد کی مذمت اور انگریز کی اطاعت کی تعلیم ملتی ہے۔ انگریزی سامراج کے سائے میں پرورش پانے والا ہندو مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کے لیے فرقہ ورانہ فسادات کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ وطن پرستی کے نام پر ہندو مسلم علماء کے ایک طبقے کو شیشے میں اتار کر ہندو مسلم سکھ بھائی بھائی کا نعرہ لگا

کر دو قومی نظریہ اسلام کی دھجیاں بکھیرنے پر تلا ہوا ہے۔ مسلم زعماء کی اسلامی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ خلافت کی تحریک چلاتے ہیں تو برصغیر کے سب سے بڑے اسلام دشمن مسٹر گاندھی کو منبر و محراب کی زینت بنانے لگتے ہیں۔ مصلحت کے اسیران مسلمانوں کو سبھاش چندر بوس اور پٹیل میں عظمتِ اسلاف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ مسلم تہذیبی اداروں کو ہندو سیاست کا مرکز بنایا جا رہا ہے۔ اصلاحِ عقائد کے نام پر حضور نبی کریم ﷺ کی شخصیت آپ کے کردار، لامتناہی علم کو چیلنج کیا جا رہا ہے حتیٰ کہ امکانِ کذب باری کے سلسلہ میں خُدا کی ذات بھی احتساب سے بالاتر نظر نہیں آتی۔ یہ دور کٹھن بھی ہے اور پرفتن بھی۔ تحریک ترکِ موالات کے نام پر پہلے سے پسماندہ مسلمان کے گھر لٹوائے جا رہے ہیں۔ مسائل بے شمار ہیں مگر اتنے مصلحین ایک ہی وقت میں کس طرح دستیاب ہو سکتے ہیں۔

......O......

اہلِ ایمان روشنی کی کرن کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ 10 شوال المکرم 1272ھ کو حضرت مولانا نقی علی خاں کے گھر جنم لینے والے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی صورت میں برصغیر کے مسلمانوں کو وہ شخصیت عطا ہوتی ہے جو گفتار کی غازی اور کردار کی دھنی ہے۔ جس کی زبان محبت رسول ﷺ کی تاثیر سے فیض ترجمان بن چکی ہے۔ اس دانائے راز کی نظر مسلمانوں کی سیاسی اخلاقی اور تہذیبی ابتری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن تحریکات پر بھی پڑتی ہے۔ اس کے ارادوں میں سنگِ خارا کی سختی اور سمندروں کی فراخی ہے۔ اس کا حوصلہ پہاڑوں سے سربلند اور فہم انسانی وسعتوں سے ماوریٰ ہے۔ اسے احساس ہے کہ اسے چومکھی جنگ لڑنا ہے۔ اسے ایک ہی وقت میں کئی دشمنوں سے جنگ کرنا ہے۔ وہ مدافعت کا ہی نہیں بلکہ غنیم کی صفوں پر آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے انداز بھی جانتا ہے۔

......O......

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے جب اسلامیان برصغیر کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو انہیں یہ دل عشق مصطفیٰ ﷺ کی حرارت سے محروم نظر آئے۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک عشقِ رسول ﷺ وہ مرکز و محور ہے جس کے گرد روحِ ارضی طواف کرتی ہے۔ امتِ حضور ﷺ کے دلوں کو عقیدت رسول ﷺ

کی تپش سے آشنا کرنے کے لیے آپ نے اپنی تمام فکری، نظری، علمی، عملی، روحانی، قلمی اور ادبی وشعری صلاحیتوں سے کام لیا۔ اعلیٰ حضرت بجا طور پر سمجھتے تھے کہ جب تک امت اسلام عشقِ حضور ﷺ کو اپنا خضر راہ نہیں بنائے گی اس وقت تک منزل آشنا نہیں ہو سکے گی۔ عشقِ مصطفوی کی شمعیں ضوفگن کرتے ہوئے جب آپ نے ماحول پر ایک نظر ڈالی تو ایسی کتب کثیر تعداد میں نظر آئیں جن میں سرکار دو عالم ﷺ کی تنقیص اور گستاخی کے پہلو غالب تھے۔ اس پر اعلیٰ حضرت کا دل تڑپ اٹھا۔ آپ نے ان کتب کے مصنفین کی توجہ کفریہ عبارات کی طرف مبذول کروائی تو بجائے اس کے کہ یہ حضرات بارگاہِ مصطفوی میں معذرت طلب ہوتے انہوں نے اسے انا کا مسئلہ بنالیا اور اپنی گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتب پیش کرنے لگے۔ اب اعلیٰ حضرت کا قلم حرکت میں آچکا تھا۔ اس دور میں جبکہ ہمارے بیشتر علماء۔

یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

کے مصداق غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے کاروانِ عشقِ مصطفیٰ کے لیے حُری خوان کا کردار ادا کیا۔ آپ نے نہ صرف ان کفریہ عبارات کا رد کیا بلکہ سلطانِ دو عالم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور خصائل وفضائل واضح کرنے کے لیے درجنوں تحقیقی اور تاریخی کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ حدائقِ بخشش عشقِ حضور ﷺ کی کامل دستاویز ہے۔ عشقِ رسولِ خدا ﷺ کے ضمن میں آپ کے بدترین مخالف بھی آپ کی رسولِ خدا ﷺ سے محبت کو آپ کے لیے توشہ آخرت جانتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال پر جناب اشرف علی تھانوی کا اظہار تعزیت اور آپ کے عشقِ رسول کے جذبہ کو خراجِ عقیدت پیش کرنا بلاشبہ "مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری" کا مصداق ہے۔ مولانا تھانوی نے فرمایا۔

"میرے دل میں احمد رضا کے لیے بے حد احترام ہے۔ وہ ہمیں کافر کہتے ہیں تو عشق رسول ﷺ کی بنا پر کہتے ہیں کسی اور غرض سے تو نہیں کہتے۔"

(چٹان۔ لاہور 23 اپریل 1962ء)

اعلیٰ حضرت کا یہ شعر محبت رسول ﷺ کے حوالے سے دلوں کو تاابد ایمانی حرارت سے آشنا کرتا رہے گا۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پہ پڑ رہو قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

......o......

حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے درِ اقدس سے محبت ہی اعلیٰ حضرت کو "ہمہ صفت موصوف" کا اعزاز عطا کرگئی۔ ہمہ صفت موصوف کا درجہ خود سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ تو عطائے خُداوندی ہے۔آپ کے اساتذہ میں اپنے دور کے نامور علماء شامل تھے۔اعلیٰ حضرت نے اس تیزی اور علمی لگن کے ساتھ ان سے علوم حاصل کیے کہ تیرہ سال دس ماہ کی مدت میں عالمِ کامل کی حیثیت سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔فتویٰ نویسی میں والد محترم کا ہاتھ بٹانے لگے اور چند ہی دنوں میں ان کے خُداداد جوہر اس طرح آشکارا ہوئے کہ آپ نے اور آپ کے والد محترم نے ایک ہی فتویٰ کا جواب لکھا۔ علمائے رامپور نے باپ کی نسبت بیٹے کے فتویٰ پر کثرت سے تصدیقات لکھیں۔انصاف پسند باپ نے بیٹے کی پیشانی چومی' سینے سے لگا کر فتویٰ نویسی کا شعبہ مکمل طور پر ان کے سپرد کردیا۔یہ تھے اعلیٰ حضرت برصغیر کے غالباً سب سے کم عمر مفتی۔ (سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خاں)

یہ کم عمر مفتی اس سے قبل صرف چھ سال کی عمر میں عید میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ایک بڑے مجمع میں تقریر کر کے اور پھر آٹھ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی شرح لکھ کر ایک عالم کو اپنے درخشاں مستقبل کا خاکہ مہیا کر چکا تھا۔(تذکرہ علمائے اہلسنت ص 42,43)

......O......

بڑے بڑے مصنفین جب اپنی تصنیفات کی فہرست گنوانے لگتے ہیں تو پچاس کی تعداد تک پہنچتے پہنچتے ان کی سانس پھولنے لگتی ہے۔ایک ہزار کتب کی تعداد سے قطع نظر ایسے تمام علوم وفنون جن پر امام احمد رضا کو مکمل عبور حاصل تھا جدید تحقیق کے مطابق وہ تقریباً تہتر ہیں۔ان میں سے کئی ایک فن تو ایسے ہیں کہ دورِ جدید کے بڑے بڑے محققین ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔حدیث' قرآن' فقہ' صرف ونحو تو ایسے علوم ہیں جن پر بہت سے علماء دسترس رکھتے ہوں گے مگر ریاضی' جبر ومقابلہ' تکسیر' ہیئت' توقیت' جفر اور ارثماطیقی جیسے فنون پر نہ صرف عبور رکھنا بلکہ کتب تصنیف کر دینا بلاشبہ اسی کا افتخار تھا جس نے ہمہ صفت موصوف کی خلعتِ جاودانی زیب تن کرنا تھی۔

آج میں وقت کے شیش محل میں کھڑا امام احمد رضا خاں کا روشن سراپا دیکھ رہا ہوں۔اس شیش محل

میں نصب لاتعداد آئینوں میں اعلیٰ حضرت کے عکسِ حسین کی جلوہ گری ہے۔ ہر عکس دوسرے سے بڑھ کر جامع اکمل اور دلآویز ہے۔ ایسی جامعیت اور کاملیت کہ۔

زِ فرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

اسی جامعیت کا ایک دلآویز تاثر امام احمد رضا کے حفظ قرآن کے واقعہ سے ہوتا ہے جو اسلامی تاریخ میں امام اعظم حضرت ابُو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دوسرا واقعہ ہے۔ بعض لوگ آپ کو عقیدت سے حافظ لکھ دیتے تھے حالانکہ آپ حافظ نہیں تھے۔ آپ کو اس کا شدید رنج تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا:

"میں حافظ نہیں مگر لوگ مجھے حافظ لکھ دیتے ہیں لہذا میں نہیں چاہتا کہ وہ غلط ثابت ہو۔"

رمضان شریف کا مہینہ آیا تو آپ نے روزانہ ایک سیپارہ حفظ کرنا شروع کر دیا۔ روزانہ دن میں ایک سیپارے کا ورد کرتے اور رات تراویح میں سنا دیتے۔ تیسواں روزہ آیا تو آپ تیسوں سیپارے حفظ فرما چکے تھے۔

......o......

اب امام احمد رضا خاں کی شخصیت علمی و فقہی کمالات اور سیاسی بصیرت کے لحاظ سے اپنے کمال کو چھو رہی تھی۔ آپ کا جذبہ عشقِ مصطفیٰ رنگ لے آیا تھا۔ آزادی کے متوالے شمعِ حریت پر پروانہ وار نثار ہونے کے لیے میدانِ عمل میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ایسے تاریخ ساز لمحات میں بعض حضرات گاندھی کو ولی ثابت کرنے میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کے اس ازلی دشمن کو مسجد و محراب میں لاکر منبر پر بٹھایا جا رہا تھا۔ اسی دوران میں تحریک خلافت چلی اور اس کے ساتھ ہی تحریک ترکِ موالات کا بہت شہرہ ہوا۔ اگرچہ ان تحریکات میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے کئی مسلم راہنما پیش پیش تھے مگر ان تحریکات کو گاندھی اور موتی لعل نہرو جیسے مسلم دشمن ہندو لیڈروں کی آشیرباد حاصل تھی۔ بھلا گاندھی کو خلافت اسلامیہ کے قیام سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ وہ تو صرف اسلام کے خرمن کو جلتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وطنیت کا نعرہ بلند ہوا۔ دیوبند کے جناب حسین احمد مدنی اور جمعیت

العلماء کے راہنماؤں کو مذہب سے بڑھ کر وطن اتنا پیارا لگا کہ انہوں نے گاندھی کو سیاسی راہنما اور جواہر لعل نہرو کو سیاسی رفیق تسلیم کر لیا۔ ان لوگوں کو پاکستان کا نقشہ پلیدستان کی صورت میں نظر آ رہا تھا۔ یہ لوگ خود کو مکمل طور پر ہندوؤں کی آغوش میں دے چکے تھے۔ انہیں محمد علی جناح قائداعظم نہیں بلکہ کافرِ اعظم نظر آتے تھے۔ ایسے عالم میں امام احمد رضا خاں نے کس طور ملتِ اسلامیہ کی راہنمائی کی اس کی ایک جھلک مشہور مؤرخ میاں عبدالرشید کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔

"آپ (اعلیٰ حضرت) کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے میدان سیاست میں نیشلسٹ مسلمانوں کی سخت مخالفت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہندو مفادات کو تقویت پہنچا رہے تھے۔ حضرت بریلوی کا مؤقف یہ تھا کہ کافروں اور مشرکوں سے مسلمانوں کا ایسا اشتراکِ عمل نہیں ہو سکتا جس میں مسلمانوں کی حیثیت ثانوی ہو۔ انہوں نے گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں کو مساجد میں لے جانے کی مخالفت کی کیونکہ قرآن پاک کی رو سے مشرکین نجس اور ناپاک ہیں۔ آپ بھی قائداعظم کی طرح تحریک عدم تعاون اور تحریک ہجرت والوں کے مخالف تھے کیونکہ یہ دونوں تحریکیں اس برعظیم کے مسلمانوں کے مفادات کے منافی تھیں...... حضرت بریلوی کا کہنا تھا کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کی ابھی ایک آنکھ کھلی ہے انہیں چاہیے کہ وہ دونوں آنکھیں کھولیں یعنی ابھی وہ صرف انگریز کی مخالفت دیکھ سکے ہیں۔ ہندو کا متعصب اور عداوت نہیں دیکھ پائے۔"

(جہان رضا، مرتبہ مرید احمد چشتی/ 1401ھ)

امام احمد رضا خاں انگریز دشمنی کے ساتھ ہندو دشمنی کے بھی قائل تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا دکھاوے کے لیے جب ساتھ دیا تو ساتھ ہی ترک گاؤ کشی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ تحریکِ خلافت اور پھر تحریک موالات کے زمانے میں (1919...... 1922) میں ترک گاؤ کشی کا مطالبہ کیا گیا تو مسلم عمائدین نے سیاسی پلیٹ فارم سے اس کی تائید کر دی۔

اعلیٰحضرت نے ہندوؤں کے مخفی عزائم کو بھانپ کر ان کی دکھاوے کی دوستی اور مسلم عمائدین کی

ہندونوازی کا بھرم کھول کر سلطنت اسلامیہ کے لیے راہ ہموار کی۔ تحریکِ آزادی ہند کے ایک دور میں بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر اکساتے رہے۔ اس ہجرت کا فائدہ ہندوؤں کو ہی پہنچا۔ کسی ہندو نے ہندوستان نہ چھوڑا بلکہ یہ ملک چھوڑنے والوں کی جائیدادیں اونے پونے داموں خریدتے رہے اور جب یہ خودساختہ مہاجرین ذلت و خواری کے بعد واپس آئے تو ان کے لیے گھر اور گھاٹ دونوں کا تصور خواب بن چکا تھا۔

ع　چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا

رسالہ اعلام الاعلام، انفس الفکر فی قربان البقر اور دوام العیش میں انہی مسائل کے بارے میں بحث ملتی ہے۔ امام احمد رضا خاں سے ترکی کے حکمران کی حالت مخفی نہ تھی۔ وہ اسے سلطان تو سمجھتے تھے مگر خلافتِ اسلامیہ کا سربراہ ہونے کے ناطے خلیفۃ المسلمین ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آپ کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں خلیفہ اسلام کے لیے شرائط اور ان کی اتباع و حمایت کے احکام جدا جدا تھے۔ قدرت نے حضرت بریلوی کے مؤقف کی اس طرح تائید کی کہ ہندوستانی علماء تو گاندھی کو ساتھ ملا کر نام نہاد خلافت کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے اسلام کے بہت سے بنیادی اصولوں سے روگردانی کرتے رہے اور ادھر ترکی کے اندر مصطفیٰ کمال پاشا نے باطل قوتوں کے خلاف آگ اور خون کے دریا عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود ہی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ کمال اتاترک کا یہ اعلان اعلیٰ حضرت بریلوی کی فقہی بصیرت، سیاسی پختگی، دینی استواری اور مستقبل بینی کا ثبوت تھا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کی مسلمانوں کی بہبودی کے لیے تمام تدابیر خُدا کی تقدیر کا پرتو لئے ہوئے تھیں کہ۔

ڈھلتے ہیں مری　کارگہِ فکر میں انجم　لے اپنے مقدر کے ستارے کو تُو پہچان

......O......

جب سورج چمکنے لگتا ہے تو اس کی روشنی کو کم کرنے کے لیے سائے منڈلانے لگتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ۔

سورج کا ہے کام چمکنا سورج آخر چمکے گا

آپ کے حاسدین اور معاندین نے آپ کی ہندو دشمنی اور گستاخانہ عبارات پر ان کو ٹوکنے کی پاداش میں آپ پر انگریز دشمنی کا الزام عائد کر دیا۔ جب اس الزام کی نوعیت اور اس سے متعلق امور کا جائزہ لیا گیا تو یہ عاشق رسول دوسرے تمام حریت پسندوں سے بڑھ کر انگریز دشمن ثابت ہوا۔ آپ کے مزاج آشنا سید الطاف علی بریلوی اس صورتِ حال کا یوں جائزہ لیتے ہیں:

''سیاسی نظریے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں یا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیانِ ریاست اور حکامِ وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔

(گناہ بے گناہی ص 43)

اور ڈاکٹر سید الطاف حسین کے لفظوں میں:

''تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ شاید کبھی بولا نہ گیا ہو کیونکہ حقیقت اس کے قطعاً برعکس تھی۔'' (معارف رضا 1985ء ص 81,82)

یہ اعلیٰ حضرت کا فیضان ہے کہ آپ نے اس وقت ہندو انگریز اور دوسرے تمام غیر مسلموں سے مقاطعہ کی تعلیم دی جب بڑے بڑے سیاسی زعما ابھی منقار زیر پر تھے۔ آپ کی یہی صدائے رندانہ کام کر گئی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جیسے خلافتی راہنماؤں اور ہندو مسلم اشتراک کے داعیوں نے اپنے گذشتہ فیصلوں پر ندامت کا اظہار کر کے مسلمانوں کے علیحدہ قومی اور اسلامی تشخص کو اُجاگر کرنے کا اعلان کیا۔

(حیاتِ صدر الافاضل ص 33, 34, 173)

آپ کی مساعی رنگ لا کر رہیں۔ آپ کی تعلیمات، تصانیف، ارشادات، خطبات اور آپ کے زیر انتظام کام کرنے والے دینی مدارس کے اساتذہ علماء اور برصغیر کے تمام ممتاز مشائخ نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے جو پہلے ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے یقیناً آپ کی تعلیمات سے اثر

قبول کیا ہوگا اور یہ اسی جذبے کا فیضان ہوگا کہ اقبال نے اعلان کردیا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ہاشمی

اور پھر اقبال کا یہ نعرہ مستانہ بھی اس فیضانِ اعلیٰ حضرت کی کڑی نظر آتا ہے۔

عجم ہنوز کا نداند رموزِ دیں ورنہ — حسین احمد ز دیوبند ایں چہ بوالعجبی است

سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر زمقام محمد عربی است

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں علماء و مشائخ اہلسنت و جماعت کی مساعی کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ علماء و مشائخ بلاشبہ اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ دوقومی نظریہ کی سربلندی کے لیے کام کر رہے تھے۔ تحریک پاکستان کا ہر مشکل مرحلہ شاہد ہے کہ ان علماء و مشائخ نے ہر قسم کی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر کام کیا۔ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو اس وقت سے ایک عرصہ پیشتر امام احمد رضا خاں دارِ فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ یہ ہمارا ایمان ہے کہ اس روز اس مردِ کامل کی روح عالمِ قدس میں فرطِ مسرت سے جھوم رہی ہوگی کہ آج ان کے محبوب ممدوح دوعالم حضور محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت کا پرچم تھام کر چلنے والا قافلہ منزل بکنار ہو چکا ہے۔

فطرت کے مقاصد کا عباد اس کے ارادے — دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

......o......

''ہمہ صفت موصوف'' کوئی مخصوص سانچہ نہیں کہ جس میں جب چاہا کسی محبوب شخصیت کو ڈھال لیا۔ یہ تو تاریخ کا اعزاز اور فطرت کا افتخار ہے اور قدرت مدتوں کی آرزو مندی کے بعد امام احمد رضا جیسی ہمہ جہت شخصیت عطا کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ قدرت بڑے کاموں کی انجام دہی کے لیے بڑے لوگوں کو تخلیق کرتی ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کو احساس تھا کہ ان کی مہلتِ زندگی مختصر ہے مگر انہیں اپنے حصے کا بہت سا کام ابھی کرنا ہے۔ ایک مشاق جنگ آزما کی طرح وہ ان تمام محاذوں پر کامیابی سے لڑے جن کا ہم نے ابتداء میں ذکر کیا ہے۔ کامیابی ہر گام پر ان کے قدم چومتی رہی۔ باطل قوتیں ہر قدم پر راہِ فرار اختیار کرتی رہیں۔

......o......

انگریز کا خود کاشتہ پودا قادیانیت کی صورت میں زمین میں جڑیں پکڑ رہا تھا۔ انگریزی حکومت ہر ممکن طریق سے قادیانیت کو نواز رہی تھی تاکہ مسلمانوں کی مرکزیت یعنی عشق رسول دم توڑ جائے۔ ناسمجھی یا کم فہمی کی بنا پر بعض دیوبندی اور اہلحدیث علماء کی تحریریں بھی ان کو جواز مہیا کر رہی تھیں۔ اس دور پر آشوب میں امام احمد رضا کی تصنیف اَلْجَرَازُ الدَّیَانِیُّ عَلَی الْمُرْتَدِّ الْقَادیَانی (1340ھ) قول فیصل بن کر طلوع ہوئی۔ آپ کی بانگ درا نے قادیانیت کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا۔ اس کے علاوہ اَلسُّوءِ وَالعِقَابُ (1320ھ) اَلْمُبِیْنُ خَتمِ النَّبِیّینَ (1326ھ) اور قَهْرُ الدَّیَانْ عَلیٰ مُرْتَدٍّ بِقَادیَانْ جیسے علمی وفقہی شہپارے تخلیق کر کے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی اور مجدد تو کجا ایک عام انسان کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔ ایسے عالم میں جبکہ حکومت وقت قادیانیوں کو زبردستی مسلمان قرار دینے پر تلی ہوئی ہو اور عامۃ الناس بھی انگریز کے اس معنوی فرزند کے سیاسی مضمرات سے غیر آگاہ ہوں اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے بے شمار بھولے بھٹکے مسلمانوں کو پھر سے جادہ حق پر گامزن کر کے عشقِ سلطانِ مدینہ کی دولتِ لازوال سے بہرہ ور کر دیا۔

......o......

اس ہمہ صفت موصوف امام اہلسنت کے لیے کٹھن ترین مسئلہ اپنے اسلاف کے مسلمہ عقائد و نظریات کی تبلیغ وترویج تھی۔ قدرت ان کو ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسداری کے لیے منتخب کر چکی تھی۔ اعلیٰ حضرت تو عشق کے بندے تھے۔ وہ کسی کو چھیڑنا یا کسی کی دلآزاری کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن جہاں ناموسِ رسالتمآب خطرے میں ہو' جہاں حضور عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کی شخصیت کو مسخ کرنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے آزمائے جا رہے ہوں۔ جہاں حضور ﷺ کی ذات' آپ کی نورانیت' بے مثال بشریت' علمِ غیب کو بازیچہ اطفال بنا کر رکیک عبارات لکھی جا رہی ہوں۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص وفضائل سے انکار کیا جا رہا ہو۔ جہاں حضور عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کے محاسن قدسی کو نشانہ بنانے کے لیے بے محل تراکیب اور توہین آمیز تشبیہات واستعارات سے کام لیا جا رہا ہو...... وہاں آقائے دو عالم افتخارِ آدم حضور عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کا یہ غلام کہ جسے عبدالمصطفیٰ ہونے کا دعویٰ تھا کب

تک خاموش رہتا اور کیوں خاموشی اختیار کرتا۔ اگر اعلیٰ حضرت خاموش رہتے تو ان کی خاموشی منافقت اور مصلحت اندیشی کا دوسرا نام ہوتی۔ وہاں تو آتش نمرود آپ کو کردارِ خلیل کے لیے آمادہ کر رہی تھی کہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ

یہی حکمِ اذاں اب امام احمد رضا کا مقدر بن چکا تھا۔ آپ نے گالیاں کھائیں، طعنے سنے، آپ پر بدعتی اور مشرک ہونے کے فتوؤں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ شیشے کے گھروں کے مکین آپ پر سنگ باری کر رہے تھے۔ آپ کی شخصیت کو مسخ کیا جا رہا تھا۔ آپ پر عدالتوں میں مقدمے دائر کیے جا رہے تھے۔ رقیبوں نے انگریزی تھانوں میں رپٹ لکھوادی تھی کہ

اکبر نام لیتا ہے خُدا کا اس زمانے میں

مگر اس مردِ حق کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ یہ گالیوں کا خراج وصول کرتا رہا۔ اغیار کی سنگباری پر مسکراتا رہا وہ جانتا تھا کہ یہ تمام ابتلائیں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالاتری کے نام پر اس پر نازل ہو رہی ہیں۔ اب فقط مدافعت کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ حریفوں کے طعنوں پر ضرب کاری لگانے کا وقت تھا۔ سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس پر سایہ فگن تھی، رحمت خُداوندی شاملِ حال تھی۔ اس نے زبان سے ڈھال کا اور قلم سے تلوار کا کام اور تمام باطل قوتوں کو للکارتے ہوئے کہا

کلکِ رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

عفت و شانِ مصطفیٰ صلی علیہ وآلہ وسلم کو اجاگر کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے عاشقِ رسول ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے خصائص مصطفوی اور مقاماتِ نبوت کے نام پر درجنوں کتب تصنیف کیں۔ آپ نے اور آپ کے شاگردوں اور متاثر علماء نے بے شمار مناظرے کیے مگر آپ نے کہیں بھی سوقیانہ یا رکیک زبان استعمال نہیں کی البتہ اس زبان پر ضرور اعتراض کیا جو حضور علیہ الصّلوٰۃ وَالسّلام کے بارے میں اغیار نے استعمال کی۔

حج کی سعادت نصیب ہوئی تو علمائے مکہ نے علم غیب سے متعلق چند سوالات آپ کی خدمت میں پیش کیے اور صرف دو دن میں ان کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا۔ طبیعت ناساز اور امدادی کتب موجود نہ ہونے کے باوجود آپ نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان تمام سوالات کے مدلل جوابات صرف

آٹھ گھنٹے کے اندر تحریر فرمائے جو چار سو صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب کی صورت میں تھے۔ آپ نے اس کتاب کا نام

اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّةُ بِالْمَادَّةِ الْغَيْبِيَّةِ (1323ھ)

مدینہ منورہ کے عالم جلیل شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کو پڑھ کر آپ کے دلائل و براہین اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سے اتنے متاثر ہوئے کہ بے اختیار اس کتاب پر آٹھ صفحات کی تقریظ رقم فرما دی جس میں امام احمد رضا کو اس لقب خاص سے یاد فرمایا۔

مجدد المائة الحاضره موید الملة الطاهرة۔

مجدد ملت کا یہ لقب آپ کو بلاد ہند سے عطا نہیں ہوا بلکہ یہ تو دیار رسول کی مقدس فضاؤں کا کرم تھا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے ...... یہ بڑے نصیب کی بات ہے

امام احمد رضا خاں کی ہمہ صفت موصوف شخصیت اب بلاشبہ مقامِ مجددیت پر فائز ہو چکی تھی اور یہ فقط سرکارِ مدینہ کا کرم تھا۔ شیخ ہدایت اللہ مہاجر مدنی کی ذات تو فقط ایک بہانہ تھی۔

......o......

قادیانیت اور گستاخان رسول کا تعاقب جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ نے رافضیوں اور خارجیوں کے نظریات پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں مثبت تنقید کی۔ اثنا عشری حضرات حب اہلبیت کے نام پر عشاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردیاں حاصل کر رہے تھے اور ڈر تھا کہ یہ فتنہ ملت احناف کی صفوں میں رخنہ اندازی کا باعث نہ بن جائے۔ اس مقصد کی خاطر آپ نے

"رَدُّ الرَّفَضَة (1320ھ) اَلْاَدِلَّةُ الطَّاعِنَة (1306ھ) اور رسالہ تعزیہ داری (1321ھ)"

تصنیف فرمائے۔ ان کتب میں آپ نے شیعہ حضرات کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے ان کی رسوم اور بہت سے عقائد کو دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصادم قرار دیا۔ شیعہ حضرات کی اصلاح کے لیے آپ نے اور بھی کئی رسائل لکھے۔ اس ضمن میں بعض رسائل اہلسنت و جماعت کی اصلاح عقائد کے لیے تحریر فرمائے کہ اور کوئی تحریک اصلاح کے پردے میں ان کی تخریب کے سامان مہیا نہ کر دے۔

......o......

اور پھر چشمِ فلک نے اس ہمہ صفت موصوف شخصیت کی عظمت کا ایک اور حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد' صدر شعبہ اسلامیات پروفیسر سلیمان اشرف کی معیت میں ریاضی کا ایک اہم مسئلہ دریافت کرنے کے لیے خانقاہ عالیہ بریلی شریف میں حاضر ہو رہے ہیں۔ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد برصغیر میں ریاضی کے معاملہ میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔انہیں ایک مسئلہ درپیش تھا۔کئی نامور ریاضی دانوں سے رجوع کیا مگر گتھی الجھی ہی رہی۔ناچار سفرِ یورپ کا ارادہ کیا۔پروفیسر سید سلیمان اشرف جو کہ امام احمد رضا خاں کے مرید اور خلیفہ تھے جب انہیں معلوم ہوا تو اپنے وائس چانسلر کے پاس پہنچے اور کہا کہ یورپ کا سفر ملتوی کر دیں۔میں آپ کو ایک بوریا نشین کے پاس لیے چلتا ہوں آپ کا ریاضی سے متعلقہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔بعد از اصرار سر ضیاء الدین احمد حضرت سید سلیمان اشرف کی معیت میں خانقاہ عالیہ بریلی شریف میں پہنچے تو اعلیٰ حضرت بیمار تھے' پاس بلا لیا۔ مسئلہ دریافت کیا اور پھر فرمایا کہ عام سا مسئلہ ہے ابھی حل ہوا جاتا ہے۔ایک کاپی منگوائی اس پر بڑی تفصیل سے کچھ لکھا اور کچھ اشکال بنائیں اور پھر یہ صفحات سر ضیاء الدین احمد کو پیش کر دیئے۔سر ضیاء الدین احمد فرطِ تعجب سے حیران رہ گئے۔یہ اسی مسئلہ کا حل تھا جس نے انہیں برسوں سے پریشان کر رکھا تھا اور جس کے لیے وہ یورپ کے ریاضی دانوں سے ملنے کے لیے بیرونِ وطن جانے والے تھے۔حیرت کے مارے زبان نہ کھلتی تھی۔بڑی مشکل سے پوچھا "حضرت! آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟" اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے تو اپنے والد محترم سے جمع تفریق ضرب اور تقسیم کے قاعدے سیکھے تھے۔ ریاضی کی مزید تعلیم کے متعلق والد صاحب نے ارشاد فرمایا کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو پیارے مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے یہ علوم تم کو خود سکھا دیئے جائیں گے۔سر ضیاء الدین احمد بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ علم لدنی ہے اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مولانا احمد رضا خاں کسی نظر نہ آنے والی کتاب سے دیکھ رہے ہوں۔

چند دنوں بعد سہارنپور میں ڈاکٹر صاحب کو چائے کی دعوت دی گئی۔اس میں سپاسنامہ پڑھا گیا جس میں کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب ریاضی میں یگانہ روزگار ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے جوابی تقریر میں کہا۔

......o......

''ان الفاظ کے مستحق مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔ وہ واقعی اپنا جواب نہیں رکھتے۔''

''ہمہ صفت موصوف'' کی ترکیب بظاہر تین الفاظ کا مجموعہ ہے مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس ترکیب کی مصداق شخصیت کو تین صدیوں کی ذہانت وفطانت اور علمی وفقہی لیاقت عطا ہوئی ہو جیسا کہ ہم نے ابتداء میں عرض کیا کہ امام احمد رضا خاں نے چودہ سال کی عمر میں فتویٰ نویسی کا منصب سنبھال لیا تھا۔ فتویٰ نویسی انتہائی مشکل کام ہے۔ آپ کے پاس ملک کے طول وعرض سے روزانہ درجنوں خطوط ایسے آتے تھے جن میں مختلف مسائل دینیہ کے حوالے سے جواب طلب کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت فوراً جواب لکھواتے۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ آپ کے فتاویٰ کے مجموعہ کا نام ہے:

العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ

اس فتاویٰ کی بڑے سائز پر بارہ جلدیں ہیں۔ ہر جلد بڑی ضخیم ہے۔ اس کی گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ امام احمد رضا خاں کے مدرسہ کی دارالافتاء میں بکثرت فتوے آتے تھے۔ آپ فتویٰ نویسی کا فرض بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے انجام دیتے۔ آپ جواب میں تاخیر نہ کرتے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''میں اِس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو سارے جہاں کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔''

رضویہ کی جلدیں بہت ضخیم ہیں۔ اگر ان کو تدوین کے جدید تقاضوں کے تحت مرتب کیا جائے تو تقریباً پچاس مجلدات ہو جائیں گے۔ جامعہ نظامیہ لاہور میں یہ کام جاری ہے۔

امام احمد رضا خاں علوم قدیمہ اور جدیدہ پر بیک وقت یکساں دسترس رکھتے تھے۔ آپ کا ایک اہم کارنامہ قرآن پاک کا ترجمہ ہے جس پر آپ کے فیض یافتہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے حاشیہ تحریر کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے 1330ھ میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جبکہ آپ کے معاصرین مولانا محمود الحسن دیوبندی' مولانا اشرف تھانوی اور ابوالکلام آزاد کے تراجم بہت بعد کے ہیں۔ آپ نے ترجمہ مبارک کا نام 1330ھ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' رکھا ہے۔ آپ کا ترجمہ ادبی' لغوی' معنوی اور فقہی کمالات کا جامع ترین مرقع ہے۔ آپ کے ترجمہ کا مقابلہ جب آپ کے معاصرین کے تراجم سے کرتے ہیں تو اس کی معنویت اور اجاگر ہو جاتی ہے۔ آپ کا اسلوب ترجمہ قابلِ

تعریف اور انداز بیان ایک علمی وقار لیے ہوئے ہے۔اس میں سلاست ترنم بھی پائی جاتی ہے جو کہ قرآن کا خاصہ ہے۔فہم و تدبر اور بصیرت آفرینی کا پیغام ملتا ہے۔سب سے بڑھ کر آداب الوہیت اور احترام رسالت سے آگاہی ہوتی ہے۔خُدا اپنے حبیب سے کس طرح مخاطب ہوتا ہے۔ایسے مقامات پر فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت ہمیں توحید کی عظمتوں اور احترام رسالت کے حقیقی تقاضوں سے آشنا کرتی ہے۔
جو شہرت یا سرفرازی اور مقبولیت کنز الایمان کے حصے میں آئی ہے وہ کسی اور ترجمہ قرآن کو نصیب نہیں ہو سکی۔فروخت کے لحاظ سے یہ ترجمہ ریکارڈ اشاعت کا حامل ہے اور برصغیر کی تاریخ میں کسی عالمِ دین کا ترجمہ اتنی زیادہ اقسام میں اور اس کثرت سے فروخت نہیں ہوا۔یہ سب عشقِ سلطانِ مدینہ کی جلوہ گری ہے۔

نام روشن اے رضا جس نے تمہارا کر دیا　　سب یہ صدقہ ہے عرب کے جگمگاتے چاند کا

......o......

امام احمد رضا خاں کی چاند جیسی اجلی شخصیت کو گہنانے کے لیے آپ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بہت سختی اور شدت سے کام لیا ہے۔یہ وہ اعتراض ہے جو مختلف وقفوں سے اس ہمہ صفت موصوف امام اہلسنت کے فقہی اور نظری مقام کو فروتر کرنے کے لیے بار بار دہرایا جاتا ہے۔الزام دہرانے والے الزام عائد کرنے سے پیشتر آپ کی فقہی عظمتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اگر یوں نہ ہوتا......تو خوب تھا......ہم الزام عائد کرنے والوں کے اس بہانے کے شکرگزار ہیں کہ کسی طور وہ امام اہلسنت کی عظمت کے قائل تو ہوئے۔آپ نے مخالفین کا تعاقب کرتے ہوئے اگر کہیں کہیں شدت اختیار کی ہے تو اس کی کئی وجوہات ہیں:

1- مسلمان خوابِ غفلت میں مدہوش تھے۔وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔انہیں ہوش میں لانے کے لیے میرِ کارواں کے سخت رویئے کی ضرورت تھی۔

2- مخالفین نے توہین مصطفیٰ ﷺ پر مبنی گستاخانہ عبارات اس بے تکلفی سے لکھی تھیں کہ انہیں دہراتے ہوئے ذرا بھر بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی تھی۔وہ بار بار ان عبارات کی تائید اور تکرار کیے جا رہے تھے۔

3- اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو خدا نے ناموس مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری اور مذہب امام اعظم ابو حنیفہ کی پاسبانی عطا کی تھی۔ جب پاسبان اپنے گھر کو لٹتا ہوا دیکھتا ہے تو لامحالہ جوش میں آجاتا ہے اور پھر یہاں احمد رضا خاں کی ذات زیر بحث نہیں' مخالفین کے تیر تو والی گنبد خضریٰ کا رخ کیے ہوئے تھے۔

4- ان سب باتوں کے باوجود اعلیٰ حضرت نے حتی الامکان شدید رویہ اپنانے سے گریز کیا ہے جب کبھی کسی تحریک میں اسلام دشمنی کی جھلک نظر آئی تو پہلے اس کے راہنماؤں کو محبت وشفقت سے سمجھایا اور جب وہ مصر رہے تو اسلامیان برصغیر کے ایمان وعقائد کو بچانے کے لیے حقائق پیش کر دیئے۔

5- حضور اعلیٰ حضرت نے بہت حد تک تکفیر سے گریز کیا ہے۔ انکا کہنا ہے کہ مجھ پر تکفیر بازی کا الزام کثرت سے اس لیے لگایا جا رہا ہے کہ میں اعلائے کلمۃ الحق سے باز آجاؤں۔

6- فاضل بریلوی ہر کلمہ گو کو مسلمان قرار دیتے تھے مگر وہ روحِ اسلام کو اس کے قول وعمل سے جیتا جاگتا دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ مخالفین کو اس حد تک چھوٹ دیتے ہیں جس حد تک قول وعمل شریعت سے متصادم نہ ہوں۔ وہ ہر اس شخص کو جو دین میں نئی نئی باتیں داخل کرتا ہے' بدعتی قرار دیتے تھے۔

(احمد رضا خاں۔ اعلام الاعلام 1306ھ ص 5)

اعلیٰ حضرت کے مخالفین کا آپ پر تکفیر بازی کا الزام لگانے کا ایک سبب تو مسلکی اختلاف ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ انہوں نے آپ کی کتب کا مطالعہ ہی نہیں کیا ورنہ وہ آپ کی حد درجہ احتیاط پسندی کو دیکھ کر اپنے الزام کو دہرانے پر اصرار نہ کرتے۔ امام احمد رضا بریلوی کی اِسی صداقت شعاری' حق گوئی اور حزم واحتیاط کو دیکھتے ہوئے مدینہ منورہ کے ایک مقتدر عالمِ دین حضرت الشیخ عبدالقادر توفیق شبلی طرابلسی حنفی مدرس حرمِ طیبہ کی تحریر کا عربی ترجمہ پیش ہے۔

''ہمارے سردار علماء نے اس وقت تکفیر کی راہ اختیار کی جب کہ نورِ نبوت ثبوت پایا اور ائمہ مجتہدین کی قطعی حجتوں پر اعتماد فرمایا۔ نہ محض اندازے اور خبر کی بنیاد پر۔ اس دن کا خوف کرتے ہوئے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

''(حسام الحرمین)

''ہمہ صفت موصوف شخصیت'' اپنے ماحول' علاقے' رسوم و رواج اور مذہبی و شرعی تقاضوں سے بے خبر نہیں ہوتی۔ فاضل بریلوی بہت بڑے مصلح دین' مذہبی راہنما' سیاسی بصیرت سے بہرہ ور راہبر اور عوام کے دلوں کی دھڑکنوں میں بسنے والے فقیہ العصر تھے۔ اس لیے آپ کی نظر برصغیر کے مسلمانوں میں رواج پذیر ہونے والے غیر اسلامی تہذیبی رسوم و رواج پر بھی تھی۔ آپ مجدد ملت تھے اس لیے تجدید دین کا فریضہ انجام دیتے ہوئے غیر اسلامی شعائر سے کس طرح پہلوتہی کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپ کو جہاں بھی خلاف اسلام اور غیر شرعی رسوم نظر آئیں' آپ نے فوراً ان کے استیصال کی کوششیں شروع کر دیں۔ آپ نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کو تازہ کیا۔ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے مسلمان رہنما گائے کی قربانی ترک کر دینے پر زور دے رہے تھے۔ آپ نے باقاعدہ کتاب لکھ کر اس فتنہ بازی کو ختم کیا۔ شریعت کی بالاتری واضح کرتے ہوئے فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔'' عام طور پر خیال پایا جاتا ہے کہ جس کا کوئی پیر یا مرشد نہیں اس کا پیر ابلیس ہے۔ اس سلسلہ میں فاضل بریلوی اہل ایمان کی راہنمائی کے لیے فرماتے ہیں۔

''انجام کار رستگاری...... کے واسطے صرف نبی کو مرشد جان لینا کافی ہے۔''

(السنیۃ الانیقہ احمد رضا خاں ص 124)

لیکن آپ بیعت و مریدی کے خلاف بھی نہیں بلکہ اصلاحِ باطن کے لیے اس کو مفید قرار دیتے ہیں۔

(السنیۃ الانیقہ احمد رضا خاں ص 141)

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مسلمان بزرگوں کے مزارات پر جا کر سجدہ ہائے تعظیمی کرتے ہیں۔ فاضل بریلوی سجدہ تعظیمی کے خلاف اپنے ایک مستقل رسالے میں لکھتے ہیں:

''سجدہ صرف عز جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے اس لیے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔'' (احمد رضا خاں' الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ ص 5)

مسلمانوں میں فاتحہ سوم چہلم برسی وغیرہ کا رواج عام ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی روح کو جائز

قرار دیا ہے لیکن اس میں غیر ضروری لوازمات کو بے اصل بتایا ہے۔اسی طرح وہ نیت کو ایصال ثواب کی روح تسلیم کرتے ہیں۔میت کی فاتحہ وایصال ثواب میں وہ غرباء اور مستحقین کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے خلاف ہیں کہ امیروں اور برادری کے لوگوں کو بلا کر اہتمام سے کھانا کھلایا جائے۔(محمد مصطفیٰ رضا خاں بہ الملفوظ حصہ سوم ص45)

فاضل بریلوی نے زیارتِ قبور کے لیے عورتوں کے بے محابا گھومنے' میت کے گھر جمع ہو کر کھانے پینے اور نامحرم پیروں کو محرم سمجھ کر ان کے سامنے آنے سے منع فرمایا ہے۔قبور کے لیے قبرستان جانے سے عورتوں کو سختی سے روکا ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری کو مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ مردوں اور عورتوں کا اس دربار میں حاضر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

قبور پر چادریں چڑھانے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ایک وقت میں صرف ایک چادر چڑھائیں اور جب وہ پھٹ جائے تو دوسری چادر کا اہتمام کریں۔یہ بھی فرمایا کہ اگر اس کے دام صاحبِ قبر کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دے تو زیادہ ثواب ہوگا۔آپ نے اعراس پر آلات موسیقی اور مزامیر کے استعمال سے روکا ہے۔آپ نے اعراس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر اس کو شرعی قیود سے انتہائی مقید کر دیا ہے۔

شادیوں' شب برات اور دوسرے تہواروں پر آتش بازی کو حرام قرار دیا اور ایسی شادی میں شرکت کی سخت ممانعت کی جہاں محرماتِ شرعیہ کا ارتکاب ہو۔آپ نے ملتِ اسلامیہ کو ہر مرحلے پر اسراف سے روکا ہے۔آپ بدعات کو مذہب و معاشرت دونوں کے لیے مضر سمجھتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان میں نیکی کی طرف رغبت کی صلاحیت نہیں رہتی۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

"قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ معاصی اور خصوصاً کثرتِ بدعات سے اندھا کر دیتا ہے۔اب اس میں حق کو دیکھنے' سمجھنے' غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے۔"

(محمد مصطفیٰ رضا خاں: الملفوظ (1338ھ' حصہ سوم ص54)

......o......

فاضل بریلوی نامور محدث' عالم دین اور فقیہ ہی نہیں تھے' عظیم ا... ...صیت بھی تھے۔

آپ سلسلہ قادریہ میں مارہرہ کی خانقاہ عالیہ برکاتیہ کے تاجدار قطبِ زماں حضرت سید آلِ رسول شاہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ پیر روشن ضمیر نے مرید باصفا کی پیشانی پر آثار سعادت دیکھ کر اسی وقت روحانی خلافت اور اجازت سے نواز دیا تھا۔ ایک طرف علوم دینیہ کا کمال اور دوسری طرف علومِ روحانیت کا جمال۔ اس جمال و کمال نے آپ کی شخصیت کو مرجع خلائق بنا دیا۔ دور دور سے تشنگانِ شوق آتے اور آپ کی بارگاہ روحانیت میں حاضری دے کر معرفتِ خُداوندی کی منزل سے ہمکنار ہوتے۔ آپ کی خانقاہ اہل دل کا سہارا اور بے شمار درماندوں کا قرار تھی۔ آپ بلاشبہ دلوں کی سلطنت پر حکمرانی کرنے والے صاحب تصوف تھے۔ آپ کے حلقہ ارادت سے فیضیاب ہونے والوں کی کثیر تعداد آپ کے روحانی مراتب کی روشن دلیل ہے۔ جو ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ میں آیا' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کا ہو کر رہ گیا۔ آپ کے فیضان صحبت نے حق پرستوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر دی جو نظریاتی اور اسلامی محاذ پر پامردی سے لڑنا جانتی تھی۔ تحریکِ پاکستان سے تخلیق پاکستان تک آپ کے خلفاء اور مریدین نے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی جماعت میں جو کردار ادا کیا وہ ہماری تاریخ حریت و آزادی کا روشن ترین باب ہے۔

......o......

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی صفات اور محاسن کا تذکرہ کرنے لگیں تو ذہن میں طے شدہ محاسن کی تراکیب کے مندرجات آپس میں الجھنے لگتے ہیں۔ مضامین کا اس کثرت سے نزول ہوتا ہے کہ پہلے سے طے شدہ ترتیب کے بطن سے ایک نئی ترتیب جنم لینے لگتی ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری بذاتِ خود ایک جامع اور مکمل مضمون ہے جس پر کئی تنقیدی کتب لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ راقم اس قافلہِ عقیدت کا ایک رکن ہے۔ فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری ایک ایسا سدا بہار گلشن ہے جو ہمیشہ بہاروں سے خراجِ جاودانی لیتا رہے گا۔ بے مثل ترکیبات' برمحل استعارات' خوبصورت تشبیہات' دلآویز بلاغت' ایمان آفریں فصاحت' معنوی جگمگاہٹ' ظاہری تب و تاب' پرشکوہ مضمون آفرینی' حسن تغزل کی جلوہ گری' عقیدت کی چمکتی ہوئی کہکشاں' محبت و ارادت کا مہکتا مہکتا گلستاں' کہیں آنسوؤں کے برساتیں ہیں تو کہیں رونے والوں کی مناجاتیں' کہیں قلب مضطرب کی بے قراریاں تو کہیں آقائے دو

عالم کی غمگساریاں، کہیں جمال طیبہ کے نظارے ہیں تو کہیں پلکوں کے کناروں پر لرزتے ہوئے عقیدت کے ستارے۔ ان تمام دلآویزیوں کو قرطاس وقلم کے واسطے سے ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو اس کا نام ''حدائقِ بخشش'' (1325ھ) بنتا ہے۔ ایک طرف حدائقِ بخشش کی معنوی بلاغت اور مضمون آفرینی ہمیں اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور طبیعت اور قلم کو اپنی دلآویز ہمہ گیریت کا اسیر بنا رہی ہے اور دوسری طرف موضوع کی پابندی ہمارے راہوارِ فکر وقلم کو پابند کیے جا رہی ہے۔ اس ہمہ صفت موصوف ثناخوان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے کلامِ بلاغت نظام کے محض چند اشعار درج کرنے کی سعادت حاصل کر کے آگے بڑھ رہے ہیں۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خُدا تیری گلی سے جائے کیوں

یہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں

......O......

میں ایک بار پھر تاریخ کے دوراہے پر ہمہ صفت موصوف شخصیت کے حوالے سے مجدد ملت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی عظمت کا پرچم اٹھائے کھڑا ہوں۔ یہ وہ شخصیت ہے جو صرف میری محبوب نہیں بلکہ کروڑوں اصحاب شوق کے دلوں میں بستی ہے۔ جس نے ساری زندگی محبوب خُدا کی ثناء میں بسر کر دی۔ اہل ایمان تمام زندگی اس کے اوصاف ومحاسن اور خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے رہیں گے۔ جس طرح محب اپنی یاد کے حوالے سے کبھی محبوب سے الگ نہیں ہوتا اسی طرح عبدالمصطفیٰ محمد احمد رضا خاں کے تذکار میں مجھے تذکارِ مصطفیٰ ﷺ کی مہک آ رہی ہے۔ فطرت کے قاضی نے اسے مجدد ملت کا لقب بخشا تو اس نے تجدید دین اور اصلاح عقائد کا حق ادا کر دیا۔ وہ سچائی اور

صداقت کا پیکر مجسم تھا جس نے جھوٹ اور مصلحت کے کوچے سے کبھی آشنائی نہ کی۔ وہ ایک فردِ واحد تھا مگر پوری ملت کا ترجمان۔ وہ ایک مردِ حق تھا مگر پوری ملتِ اسلامیہ کے عقائد کا پاسبان۔ وہ غوث الاعظم کا پرچم بردار، امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کا پاسدار، غزالی کے تدبر کا افتخار، رازی کی گرہ کشائیوں کا امانت دار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تعلیمات کا شارح، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی شانِ تجدید کا آئینہ دار، امام فضل حق خیر آبادی کی حق گوئی کا علمبردار اور علامہ کفایت علی کافی کے عشق رسول ﷺ کا شہسوار تھا۔ اس کا اپنا کوئی علیحدہ نصب العین نہیں تھا۔ وہ تو عمر بھر عظمت و شان مصطفیٰ ﷺ کے لیے محوِ جہاد رہا۔ وہ کسی نئے فرقے کا بانی نہیں تھا بلکہ وہ تو زندگی کی آخری ساعتوں تک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے محوِ عمل رہا۔ وہ کسی جدید نظریے کا خالق نہیں تھا بلکہ اس کے دل کی دھڑکنیں گنبد خضریٰ کی نورانی طلعتوں سے حیاتِ نو لیتی رہیں۔ مگر اس کے باوجود اس کا نام برصغیر پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں سنیت کا اظہار اور عشقِ رسالتمآب کا اعزاز بن چکا ہے۔ اب وہ محض ایک شخص نہیں رہا بلکہ اس کا نام لیتے ہی پوری صدی کی داستانِ عشق و عقیدت کا ایک ایک ورق ہماری عقیدتوں کا خراج لے کر اس کے وجود تنہا کو پوری صدی پر محیط کر دیتا ہے۔

آخر وہ مجدد ملت جو ٹھہرا آخر وہ ہمہ صفت موصوف جو ٹھہرا

میں شاید اس کے لیے بہت کچھ کہہ کر بھی کچھ نہ کہہ پایا مگر قدرت نے اس کے قلم سے اس کے مقامِ سربلند کا تعین کر دیا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

میں "ہمہ صفت موصوف" کے سانچے کو اپنے ادراک سے سربلند اور اس کی ترکیب کو اپنی کمتر بصیرت کے حوالے سے ناممکن تصور کر رہا تھا مگر جب امام احمد رضا خاں بریلوی کی رفعتوں کا تصور کیا تو یہ سانچہ بھی ان کی ہمالہ صفت شخصیت کے مقابلے میں محدود اور مختصر نظر آیا۔

ایک شخص بے شمار علوم پر حاوی۔

☆......علوم قدیمہ و جدیدہ پر یکساں عبور رکھنے والا غزالی وقت۔

☆......صورت و سیرت میں عشق حضور ﷺ کی جلوہ گری سے مزین مردِ کامل۔

☆......چٹائی پر بیٹھ کر زندگی کے لاینحل عُقدے سلجھانے والا صاحب اسرار۔

☆......انگریز، ہندو، سکھ سب سے اپنی قوت کا لوہا منوانے والا پیکر حریت۔

☆......دوقومی نظریہ کے نام پر غلبہ دین حق کے لیے جدوجہد کرنے والا محسن اسلام۔

☆......زبان و بیان اور ادب وانشاء کے موتی بکھیرنے والا عظیم دانشور۔

☆......عظمت اسلام کے نام پر مردان حریت کو جرأت عمل سکھانے والا سالارِ قوم۔

☆......بدعات اور خلافِ اسلام رسوم کے خلاف جہاد کرنے والا مجاہد غیور۔

☆......نعت گوئی کے میدان میں حسان وکعب کی روایات زندہ کرنے والا عاشق رسول۔

☆......شیخ الکل ہو کر سادات کے قدموں میں بیٹھنے پر فخر محسوس کرنے والا عبدالمطفیٰ۔

☆......گستاخان رسول کے قصر باطل کو اپنے نعرہ لاہوتی سے زمیں بوس کرنے والا فقیہہ یگانہ۔

☆......قادیانیت، خارجیت اور نجدیت کے لیے سیف برہانی۔

☆......وطن پرستی کے مذموم نعرے کو بدل کر اسلامی قومیت کا تشخص اجاگر کرنے والا رہبر ملت۔

☆......نرم دم گفتگو گرم دم جستجو کی عملی تفسیر۔

☆......مطلع حالات پر آزادی پاکستان روشن تحریر۔

کہ جس کے بارے میں اس کے شیخ محترم سیدنا آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"جب قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آل رسول میرے لیے کیا لایا ہے

تو میں عرض کروں گا کہ اے مالک کل! میں تیرے لیے احمد رضا لایا ہوں۔"

(تذکرہ مشائخ قادریہ، بنارس ص 400)

اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ "ہمہ صفت موصوف" کی ترکیب عصرِ حاضر میں بُوحنیفہ کے تدبر کے اس علمبردار کے لیے نہایت کمتر تھی۔ میری محدود بصیرت اس سے آگے دیکھ نہیں سکتی۔ میرا ایمان ہے قدرت نے اس بطلِ جلیل کو وہ مقام سربلند عطا کر دیا ہے جس کے بلندی کے تصور سے "ہمہ صفت موصوف" کی ترکیب اپنا وجود وقت کی گرد میں کھو بیٹھتی ہے۔

......o......

مآخذ و مراجع

احمد رضا خاں بریلوی: کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن/1330ھ

احمد رضا خاں بریلوی: الدولۃ المکیہ المادۃ الغیبیہ/1323ھ

احمد رضا خاں بریلوی: العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد اول

احمد رضا خاں بریلوی: العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد چہارم

ڈاکٹر محمد مسعود احمد: حیات امام اہلسنت/1984ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

مولانا حسنین رضا خاں: سیرت اعلیٰ حضرت/1989ء مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی

احمد رضا خاں بریلوی: حدائق بخشش/1325ھ مطبوعہ کراچی

بدر الدین احمد قادری: سوانح امام احمد رضا/1987ھ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

انوار رضا/1986ھ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری: خصائص کنز الایمان/1988 مرکزی مجلس امام اعظم لاہور۔

پروفیسر فیاض کاوش: مولانا احمد رضا خاں بریلوی/1997 مطبوعہ رضا انٹرنیشنل صادق آباد۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری: یاد اعلیٰ حضرت /1984 مطبوعہ مجلس رضا واہ کینٹ۔

مرید احمد چشتی: جہان رضا/1401ھ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری: شیشے کے گھر/1986 مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

امام احمد رضا قادری بریلوی: مجموعہ رسائل/1986ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

پروفیسر محمد مسعود احمد: گناہ بے گناہی/1983ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

مولانا حسنین رضا خان: وصایا شریف/1982ء مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ مرید کے

انجم نظامی: احمد رضا دانشوروں کی نظر میں/1985ء مطبوعہ رضا اکیڈمی پنڈ دادنخاں

محمد جلال الدین قادری: امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم/1984ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

پروفیسر محی الدین الوائی: احمد رضا ایک فاضل المحدیث کی نظر میں/1403ھ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی: تمہید ایمان/1988ء مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

احمد بشیر رضوی: گلستان اعلیٰ حضرت/1989ء مطبوعہ بزم رضائے مصطفیٰ راہوالی

مولانا فیض احمد اویسی: فقہ الشاہ احمد رضا/1985ء مطبوعہ مرکزی بزم رضا لاہور۔

مولانا احمد رضا بریلوی: قادیانی مرتد پر خُدائی تلوار/1984ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

محمد رفیع اللہ صدیقی: فاضل بریلوی کے معاشی نکات/1985ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

عبدالحکیم شرف قادری: اندھیرے سے اجالے تک/1985ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی: کنز الایمان کے خلاف سازش/1403ھ مطبوعہ رضا انٹرنیشنل صادق آباد۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالمی جامعات/1990ء مطبوعہ رضا انٹرنیشنل صادق آباد۔

مولانا احمد خاں بریلوی: الاستعانۃ والتوسل/1985ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

مولانا محمد عزیز الرحمٰن بہاولپوری______: فیصلہ مقدمہ/1984ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی: الرسائل رضویہ/1982ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی: مجموعہ رسائل ردِ روافض/1986ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: غریبوں کے غم خوار/1990ء مطبوعہ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی: الجد اول الرضنۃ/1983ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

آر بی مظہری: امام احمد رضا دنیائے صحافت میں/1983ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

سرفراز خاں: الیہ تکفیر/1985ء مطبوعہ مجلس رضا چکوال۔

زید ابوالحسن فاروقی مجددی: مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان/1984ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

پروفیسر محمد اکرم رضا: اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری ایک تنقیدی جائزہ/جولائی 1991ء ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔

پروفیسر محمد اکرم رضا: حدائقِ بخشش اور میلادِ مصطفیٰ/1990ء ماہنامہ ضیائے حرم میلاد النبی نمبر لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: حیات فاضل بریلوی/1978 مطبوعہ لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: حیات امام احمد رضا/1981ء مطبوعہ سیالکوٹ۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں/1978ء مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری: تذکرہ اکابر اہلسنت/1976ء مطبوعہ لاہور۔

حکیم غلام معین الدین نعیمی: امام احمد رضا اور صدر الافاضل/شائع ستمبر 1991ء ماہنامہ القول السدید......لاہور۔

سید صابر حسین بخاری: احمد رضا علمائے دیوبند کی نظر میں/شائع ستمبر 1991ء ماہنامہ القول السدید......لاہور۔

سید نور محمد قادری: اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت/شائع ستمبر 1991ء ماہنامہ القول السدید......لاہور۔

مولانا عبد المجتبیٰ رضوی: اعلیٰ حضرت کی انگریز دشمنی/شائع ستمبر 1991ء ماہنامہ القول السدید......لاہور۔

اقبال احمد اختر القادری: کون امام احمد رضا/شائع ستمبر 1991ء ماہنامہ القول السدید......لاہور۔

مولانا ابو الفتح: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی/شائع ستمبر 1991ء ماہنامہ القول السدید......لاہور۔

پروفیسر محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور علوم جدیدہ وقدیمہ/1990ء مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم لاہور۔

پروفیسر محمد مسعود احمد: اجالا/1988ء مطبوعہ دفتر جماعت اہلسنت حیدر آباد۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری: امام احمد رضا بریلوی اپنوں اور غیروں کی نظر میں/1985ء مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور۔

......٦

امام احمد رضا خاں اور عشق رسالتمآب

امام احمد رضا خاں آج کے دور کی محبوب ترین شخصیت ہیں۔ آج کے دور کا حوالہ اس لیے دیا ہے کہ اسی دور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے فاضل بریلوی کی علمی، نظریاتی، فکری اور سیاسی خدمات کا نہ صرف بھرپور انداز سے اعتراف کیا بلکہ اغیار نے آپ کے خلاف جھوٹ اور دجل وفریب کے جو جال بن رکھے تھے، ان کو تار عنکبوت کی صورت توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ حقائق کا سورج چمکا تو چمکتا ہی چلا گیا۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس سلسلہ تحقیق کی شدت رفتار کو دیکھ کر کوئی بھی بے لاگ مورخ بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ آنے والا دور فقط اور فقط امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام احمد رضا خاں کی اس خوش بختی کا راز کیا ہے کہ انہیں اپنے ہر شعبہ فکر میں اپنے ہمنوا میسر آتے گئے اور بریلی کی فضاؤں سے ابھرنے والا محدث بریلوی ہزاروں مصنفین، شعراء، محققین، خطباء، دانشوروں، علماء وفقہاء، مورخین، مفسرین اور بیسیوں رسائل کے مدیران اور قلم کاروں کی کاوشوں کا مرکز بن گیا۔ ایک زمانے کا زمانہ اس کا ہمسفر بن گیا۔ اصحاب علم کی فوج ظفر موج اس کے حق اور دفاع میں سینہ سپر ہو گئی اور آج اغیار کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑ گیا ہے کہ کبھی ہم احمد رضا خاں کے خلاف دلائل اور کتب کے انبار لگا دیا کرتے تھے اور محدث بریلوی اور ان کے ہمنواؤں کی تمام علمی توتیں مدافعت میں صرف ہوتی تھیں۔ مگر آج علماء وفضلائے اہلسنت نے تحقیقی اور علمی کاوشوں کا وہ ڈھیر لگا دیا ہے کہ ہم مدافعت کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

امام احمد رضا خاں درجنوں علمی اور تحقیقی خصوصیات رکھتے تھے۔ لیکن جو خوش بختی انہیں اصحاب نظر کی آنکھوں کا تارا بنا گئی وہ ان کا غیر متزلزل جذبہ عشق رسالتمآب تھا۔ یہ اسی جذبہ عشق رسول ہی کا اکرام ہے کہ آج ان کا جادو سر چڑھ کر بول رہا۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لافانی اور ابدی جذبہ ہے۔ یہ جذبہ بزم انسانیت کا اعزاز اور فطرت کا اعزاز ہے۔ عشق مصطفیٰ وہ نعمت عظمیٰ ہے جو قدرت خاص بندوں

کو عطا کرتی ہے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ بندوں کو آقائی اور اہل شوق کو حکمت و دانائی بخشتا ہے۔ عشق رسول غلاموں کو شہنشاہی اور بوریا نشینوں کو کجکلاہی کی نوید عطا کرتا ہے۔ یہ وقتی نہیں بلکہ دائمی انعام خُداوندی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ جذبہ کبھی مفتوح یا مغلوب نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ فاتح اور غالب رہا ہے۔

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولولہ انگیز جذبہ جب عمل کی میزان پر تلتا ہے تو پھر مصلحت آشنائی حرام ہو جاتی ہے اور وقت کی آتشِ نمرود میں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے بے ساختہ کود پڑنے کو دل مچلنے لگتا ہے۔ غلاموں پر اسرار شہنشاہی منکشف ہونے لگتے ہیں۔ امام احمد رضا خاں نے محبت رسول کریم کو اس شان سے اپنے افکار کا مرکز بنایا کہ ایک ہی وقت میں ہر اس طاقت سے نبرد آزما ہو گئے جو اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھی۔ آپ نے اپنی حقیقت آفریں تحریروں، صداقت کی علمبردار تصانیف، باطل شکن خطبات، فرمودات عالیہ اور اپنی شاعری کے ذریعہ ان باطل قوتوں کے خلاف جہاد کیا اور ثابت کر دیا کہ

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ ہو جس کی نواؤں میں بوئے اسد اللہی

امام احمد رضا خاں نے جس خاندان میں آنکھ کھولی تھی وہاں عشق رسول حضور کی لوریاں دی جاتی تھیں۔ اسی لیے آپ سے زیادہ کون جانتا تھا کہ یہ جذبہ ایثار و قربانی کا طلب گار ہوتا ہے مگر عشاقِ حضور کے لیے ہر قربانی اعزاز حیات ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

یہی جذبہ عشق رسول امام احمد رضا خاں کو اپنے اسلاف سے وراثت میں عطا ہوا تھا۔ وہ اس پر کبھی بھی ہلکی سی لچک، لغزش، مصلحت یا سمجھوتے کے قائل نہیں تھے۔ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی زندگی کا احاطہ کیے رکھا۔ انہیں انگریزوں سے ٹکرانا پڑا یا ہندوؤں سے، گستاخانِ بارگاہِ رسول کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑا یا شاتمانِ رسول کے خلاف میدانِ عمل میں اترنا پڑا، انہوں نے عشق رسالتمآب کو خضرِ راہ بنا کر اپنا سفر جاری رکھا۔ کبھی وہ اکیلے ہوتے تھے اور کبھی ایک زمانہ ان کے ساتھ چلتا تھا۔ انہوں نے صلہ و ستائش سے بے نیاز ہو کر ہمیشہ وہی کیا اور لکھا جو حق و صداقت کا تقاضا تھا کیونکہ عشق رسول کا

دوسرا نام صداقت شعاری ہے۔ عشق مصطفیٰ بزدلی یا مصلحت کا اسیر نہیں بلکہ جواں مردی وحق گوئی کا نقیب اول ہوتا ہے۔ شاہ احمد رضا خاں سمجھتے تھے کہ عشقِ مصطفیٰ ہی اصل ایمان ویقین ہے اور اقبال کے لفظوں میں

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

شاہ احمد رضا خاں فاضل ریلوی کے دل و جان میں عشق رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا شعلہ جوالا بھڑکا تو تمام باطل قوتیں ہیچ نظر آئیں۔ آپ بڑے کٹھن دور سے گزر رہے تھے۔ انگریز کا کہنا تھا کہ میری سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا اور ہندو سامراج انگریزی آمریت کے سائے میں پرورش پا کر مسلمانوں سے ہزار سالہ غلامی کا بدلہ چکانے پر تلا ہوا تھا۔ ہندوؤں نے مصلحت آمیزی کے تحت غلامی کی سیاہ رات میں دردر بھٹکنے والے مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کو اپنا ہم نوا بنالیا۔ تحریک خلافت ابھری جس کے سرخیل مولانا محمد علی جوہر' مولانا شوکت علی اور حکیم اجمل خاں جیسے لوگ تھے۔ تحریک کا مقصد یہ تھا کہ سلطنت عثمانیہ مٹائی جارہی ہے۔ اس کے بچاؤ کا اہتمام کیا جائے۔ بھولے بھالے مسلمان نعروں کے اسیر ہو کر جذباتیت میں بھول گئے کہ ترکوں کا سیاسی راہنما کمال اتاترک خود ہی خلافت کے لبادے سے جان چھڑانا چاہتا ہے کیونکہ خلافت عثمانیہ اب یورپ کا مرد بیمار بن کر رہ گئی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ خلافت اسلامیہ کا ہندوؤں سے کیا تعلق؟ مگر گاندھی کا فلسفہ سر چڑھ کر بولا اور بڑے بڑے مسلم رہنما اس کے دام کے اسیر ہو گئے اور تحریک خلافت کا قبلہ بدلتا چلا گیا۔ جب ترکوں نے خود ہی خلافت کو بوجھ سمجھتے ہوئے اپنے کندھوں سے اتار پھینکا تو پھر بھی مسلمان ہوشیار نہ ہوئے بلکہ گاندھی کا طلسم اور گہرا ہو گیا۔ تحریک ہجرت اور تحریک موالات شروع کی گئیں کہ ایسے ہندوستان کو چھوڑ دو جہاں انگریزوں کی حکومت ہے اور ان انگریزوں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ختم کر دو۔ ان سے لین دین اور تمام معاملاتِ زندگی ترک کردو۔

اس دور پُر آشوب میں مجدد ملت شاہ احمد رضا خاں نے عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے دیکھا کہ تحریک خلافت کا قبلہ درست نہیں ہے۔ تحریک ہجرت کو ہجرت مصطفوی سے تشبیہ دینا اسلام کی توہین اور انگریز سے عدم تعاون کا کھلے عام مطلب خود کو ہندو کی غلامی میں دینا ہے۔ یہ سب کچھ سوچ کر اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرہ مستانہ بلند کیا اور اپنی تحریروں اور تقاریر کے ذریعہ دودھ کا

دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دکھایا۔ آپ جانتے تھے کہ تحریک ہجرت مسلمانوں کو راس نہیں آئے گی۔ چنانچہ لاکھوں مسلمان اپنے گھر اور اپنا اثاثہ ہجرت کے نام پر اونے پونے داموں بیچ کر افغانستان کو چلے۔ وہاں کی حکومت نے ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ ان کے مکان ہندوؤں نے خریدے تھے۔ جب یہ برسوں کی مشقت، بھوک اور بدحالی سہہ کر واپس آئے تو ہندوؤں نے مکان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ خلافت کی تحریک اپنی موت آپ مرگئی۔ تحریک ترکِ موالات کے پس پردہ ہندو ذہن کام کر رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے للکار کر فرمایا:

"جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری۔ پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری۔ وہ تمہیں ملیچھ (ناپاک) جانیں، بھنگی مانیں، تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے، گندی ہو جائے۔ سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دور سے یا پنکھا وغیرہ پیش کر کے اس پر رکھوا لیں۔ حالانکہ بحکم خداوندی (ہندو) نجس ہیں، اور تم ان نجسوں کو مقدس، مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمہارا ماتھا رکھنے کی جگہ ہے۔ وہاں ان کے گندے پاؤں رکھواؤ۔ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا، محبت مشرکین نے اندھا کر دیا۔

(الحجۃ المؤتمنہ ص 193 بشمول رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ لاہور)

عاشقِ رسول ﷺ امام احمد رضا خاں کا سینہ سلگ رہا تھا۔ بعض مسلم راہنما ہندو دوستی میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ آپ کی ان تحریکات میں عدم شمولیت پر ایک مرتبہ علی برادران آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عدم تعاون کے فتوے پر دستخط کے خواہاں ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

"مولانا صاحبان! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔"

جب علی برادران آپ کی بات سن کر رنجیدہ ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"مولانا! میں مسلمانوں کی سیاسی آزادی کا مخالف نہیں ہوں۔ میں تو ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔"

اس عاشقِ رسول (احمد رضا خاں) کی دور بین نظریں اکھنڈ بھارت کے خواب کو تعبیر میں ڈھلتے دیکھ رہیں تھیں۔ دکھ تو یہ تھا کہ مسلمان زعماء ہندو کی چالوں کو سمجھنے کے بجائے ان کو ہوا دے رہے تھے۔ تحریک خلافت کے دوران میں مولانا محمد علی جوہر جیسا مسلم راہنما گاندھی نوازی میں پکار اٹھا:

''میں اپنے لیے بعد رسول مقبول ﷺ گاندھی جی ہی کے احکام کو ضروری سمجھتا ہوں۔''

ان کے بھائی شوکت علی نے نئی راگنی الاپی:

''اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خُدا کو راضی کرو گے۔''

ان کے پیرو مرشد مولانا عبدالباری فرنگی محلی پکارے:

''گاندھی جی کو اپنا راہنما بنالیا ہے وہ جو کہتے ہوں وہی کرتا ہوں۔ میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے۔''

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت رفتی و نثار بت پرستی کردی

غرضیکہ جب اتنے بڑے مسلم زعما' ہندو نوازی میں اس قدر آگے بڑھ گئے تو جہلاء اور عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔ ان مسلم راہنماؤں نے ہندو کو مسجدوں میں بلایا۔ گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں کو منبر پر بٹھایا۔ گائے کی قربانی ترک کرنے کے اعلانات ہوئے۔ رام لیلا مشترکہ طور پر رچائی گئی۔ مولانا محمود الحسن کی جے اور گاندھی جی کی جے کے نعرے لگے۔ غرضیکہ وہ طوفان بدتمیزی ہوا کہ آج کا مسلمان حیران و ششدر ہے۔ سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظریاتی فتح کو شکست میں بدلنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔

یہ مناظر دیکھ کر بریلی کا تاجور تڑپ اٹھا۔ اس کے باطن میں پوشیدہ عشق رسول رنگ لے آیا۔ اس نے آئین جواں مرداں ادا کرتے ہوئے حق گوئی کا حق ادا کرنا شروع کر دیا۔ ابھی یہ تحاریک جاری تھیں کہ ہندوؤں کا مہا سبھائی جن بیدار ہو گیا اور وہ مسلمانوں پر حملے کرنے لگے۔ ہزاروں مسلمانوں کے گھر جلے' لاکھوں کو بے گھر کیا گیا۔ جائیدادیں زبردستی چھینیں گئیں۔ ایک طرف نام نہاد مسلم زعماء ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگا رہے تھے اور دوسری طرف ہندو سامراج اسلامیان ہند کی عزت سے کھیل رہا تھا۔ نیند سے آنکھیں کھلنے لگیں۔ ہوش ٹھکانے آنے لگے۔ عاشق رسول محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے جذبہ عشق رسول نے پھر پکار کر کہا:

''اب کوئی درد رسیدہ مسلمان ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے اسٹیجوں پر مسلمان بننے والو! ہمدردی اسلام کا ظاہری تانا بانا بننے والو! کچھ حیا کا

نام باقی ہے تو ہندوؤں کی گنگا میں ڈوب مرو۔ اسلام و مسلمین اور مساجد و قرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمہارے بھائی، تمہارے چہیتے، تمہارے پیارے، تمہارے سردار، تمہارے پیشوا، تمہارے مددگار، تمہارے غمگسار ہندو ہیں جن کے ہاتھ تم آج بکے جاتے ہو۔ جن کی غلامی کے گیت گاتے ہو۔ اف۔ اف۔ اف۔ تف۔ تف۔ تف۔"

پھر آپ نے قرآن حکیم کی رو سے ثابت کیا کہ "اے سادہ لوح مسلمانو! ہندو اس اتحاد کے پردے میں تین باتیں چاہتا ہے۔ تمہاری موت، تمہارے وطن کو چھوڑ کر ہندوؤں کے لیے ہندوستان خالی کر جانا اور تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنا عاجز و درماندہ بنا لینا۔" (المحجۃ المؤتمنہ ص 203)

اس کلمہ حق کی پاداش میں اس عظیم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ آپ کے خلاف لعن و تشنیع کے تیر چلائے گئے۔ زر خرید ہندو نواز اور گاندھی پرست علماء سے کتابیں لکھوائی گئیں۔ آپ کو ہندوستان کی آزادی کا دشمن اور انگریز کا ایجنٹ (نعوذ باللہ) تک کہا گیا۔ اتنے تیر اور ایک سینہ عاشق رسول پر۔ اتنی گالیاں اور ایک محبت رسول کے لیے۔ اتنی اتہام طرازی اور ایک سچے غلام مصطفیٰ کے لیے۔ اس کا جرم کیا تھا کہ اسے عشق رسول نے سچ بولنا سکھایا تھا۔ محبت رسول نے کفر سے دشمنی سکھائی تھی۔ عشق مصطفیٰ نے مومنانہ فراست بخشی تھی۔ جذبہ حب سرور کونین نے سیاست کو اسلامی ڈھنگ سے دیکھنے کی قوت عطا کی تھی۔ اسے عشق رسول نے یہ قوت عطا کر رکھی تھی۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

جب کچھ بن نہ پڑا تو ہندو نواز مسلم لیڈروں نے اس عاشق رسول پر انگریز کا ایجنٹ ہونے کی پھبتی کس دی۔ یہ جھوٹ اتنا بودا اور اتنا بے حقیقت تھا کہ جیسے کوئی چاند پر تھوکنے کی کوشش کرے تو اس کا تھوکا اس کے اپنے منہ پر آ گرے۔ مشہور کالم نگار حافظ بشیر احمد غازی آبادی کے بقول:

"مولانا احمد رضا خاں ان بزرگوں میں سرفہرست ہیں جنہوں نے ہندو سے اشتراک کو مسلمانوں کے لیے مہلک قرار دیا اور ان لوگوں کی کھلی مخالفت کی جو ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے لگاتے تھے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ یہ اختلاف

ہرگز ذاتی نہ تھا بلکہ سرکارِ دوعالم کی اس حدیث کے مطابق تھا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے لیے دوستی کی اور
اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک رکھا اس نے اپنے
ایمان کو مکمل کیا۔" (جنگ۔کراچی۔)

امام احمد رضا خاں کے بہت بڑے ناقد اور مشہور مصنف سید محمد جعفر شاہ تھا عیسری یوں اعتراف حقیقت کرتے ہیں

"تحریک ترکِ موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا۔ مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا چلا گیا اور جناب فاضل بریلوی کے متعلق میری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ وہ عشق رسول کے ساتھ ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا بھی بے ادبی کی برداشت نہ تھی۔ انہیں حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اتنی فنائیت تھی کہ غلو کا پیدا ہو جانا بعید نہ تھا۔ تقاضائے ادب نے انہیں بڑا حساس بنا دیا تھا۔ حضرت بریلی کی حب رسول ہی تھی جس نے نعتوں کا پیکر اختیار کر لیا تھا۔"

تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت میں بیچارے مسلمانوں کا جو حشر ہوا اس سے ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ مولانا عبدالباری' مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی تائب ہونے لگے اور زمانے کو نظر آنے لگا کہ سچ وہی تھا جو عاشق رسول کریم امام احمد رضا خاں نے بیان کیا تھا۔ علمائے دیوبند' وہابیوں کی محبت میں ان سے بھی دو ہاتھ بڑھ گئے اور ان کی ایسی دلآزار تحریریں منظر عام پر آنے لگیں جو سراسر توہین رسالت پر مبنی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا مذاق اڑایا گیا۔ آپ کی شانِ شفاعت کی توہین کی گئی۔ آپ کے اختیارات کا تمسخر اڑایا گیا۔ میلاد کے جلسوں اور جلوسوں پر پھبتیاں کسی جانے لگیں۔ حضور سرورِ کائنات کو ایک عام بشر (معاذ اللہ) کی حیثیت دی جانے لگی۔ چودہ سوسالہ اسلامی مسلمات کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ علمائے دیوبند اور وہابیہ کی رسول دشمنی دیکھ کر آپ نے ان علماء کا تعاقب فرمایا' انہیں رجوع کے لیے فرمایا' مناظرے اور مباحثے کی دعوت دی۔ حجت پوری طرح سے تمام ہوگئی اور علمائے دیوبند اپنی بدترین روش پر ڈٹے رہے تو آپ نے ان کی تکفیر فرمائی۔ اس پر طوفان

بدتمیزی برپا ہو گیا مگر حضور اعلیٰ حضرت تن تنہا رحمتِ خُدا اور عنایت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سہارے اعدا کے تیروں کو اپنے سینے پر روکتے رہے۔ آپ ایک لمحہ کے لیے بھی ہراساں نہ ہوئے بلکہ قول فیصل کی صورت میں ارشاد فرمایا:

''ان بے دینوں کا تماشا دیکھو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدگویوں کی جو تکفیر ہوئی اس پہ کیا کیا روتے ہیں کہ ہائے سارے جہاں کو کافر کہہ دیا۔ ہائے اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا۔ (گویا اسلام بے دینوں کے قافیہ کا نام ہے۔ ان کا قافیہ تنگ ہوا تو اسلام کا دائرہ تنگ ہو گیا) اور خود یہ حالت کہ اشقیا نہ علماء کو چھوڑیں نہ اولیاء کو نہ صحابہ کو نہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ نہ جناب کبریا۔ سب پر حکم کفر لگا دیا اور خود ہٹے کٹے مسلمانوں کے بچے بنے رہے..... لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ خبردار ظالموں پر خُدا کی لعنت ہو۔ (القرآن) آمین۔ آمین۔ ثم آمین۔ (خالص الاعتقاد۔ از فاضل بریلوی ص 51 ناشر بزم فکر و عمل کراچی)

''اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول جل وجلالہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں گستاخی سے باز آ جائیں اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس اس بندہ خُدا کو پچاس ہزار مغلظ گالیاں سنائیں اور لکھ کر شائع فرمائیں۔ اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی سے باز رہنا اس شرط پر مشروط ہے کہ اس بندہ خُدا کے ساتھ اس کے باپ دادا، اکابر علماء قدست اسرار ہم کو بھی گالیاں دیں تو ایں ہم برعلم، اے خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو اس کے آباؤ اجداد کی آبرو بدگویوں کی زبانوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آبرو کے لیے سینہ سپر ہوئے۔ (حسام الحرمین۔ خلاصہ فوائد فتویٰ)

اللہ اللہ! محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس درجہ عاجزی کا مظاہرہ۔ وہ فاضل بریلوی کہ جن کا قلم اعداء کے لیے خنجر خونخوار برق ہے۔ کس حسن عقیدت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ گالیوں کے لیے

میرا سینہ حاضر ہے۔ خُدارا میرے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو گالی نہ دو۔ عشقِ رسول کا کمال یہ ہے کہ جب امت اسلام پر کڑا وقت آئے تو راہنمایانِ قوم تسبیح ومصلّٰی اٹھا کر حجروں میں مقیم ہونے کے بجائے میدان عمل میں آئیں۔ محبت رسول خُدا صداقت شعاری سکھاتی ہے۔ مصلحت اندیشی نہیں بلکہ سُنتِ حسین رضی اللہ عنہ کو زندہ کرنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے اور وقت یہ تقاضا کرتا ہے۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری　　　که فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

امام احمد رضا خاں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان آفریں راہوں پر سفر کرتے ہوئے جس پرچم صداقت کو اٹھایا تھا اسے کبھی جھکنے نہ دیا۔ انگریز کی حکومت تھی۔ اس وقت کی حکومت انگلشیہ جو درجنوں ممالک کو اپنی نوآبادیاں بنا چکی تھی۔ اس حکومت قاہرہ کے سائے میں ہندو عفریت اپنی طاقت مضبوط کر رہا تھا۔ ہندوؤں اور انگریزوں کو اپنی مرضی کے مطابق نام نہاد علماء بھی میسر آ گئے۔ کسی کو اپنا خود کاشتہ پودا بنا کر اس سے خانہ ساز نبوت کا دعویٰ کروا دیا۔ بعض کو اپنی سرپرستی میں تمام سہولتیں عطا کر کے صوبہ سرحد میں سکھوں سے لڑنے کے لیے بھیج دیا۔ گویا کفر صرف صوبہ سرحد میں ہے۔ بعض سے جہاد کے حرام ہونے اور انگریز کی حمایت کے فتوے دلوائے۔

امام احمد رضا خاں نابغہ روزگار تھے۔ مقبول خواص وعوام تھے۔ وہ بھی اگر چاہتے تو گوشہ عافیت میں بیٹھ کر قرطاس وقلم کا رشتہ جاری رکھ سکتے تھے۔ نصاریٰ بھی خوش رہتے ہندو بھی مطمئن رہتے اور ہندو کے زیر اثر علماء آپ کو اپنا سرخیل تسلیم کر لیتے مگر اس عاشق رسول نے باطل قوتوں سے سمجھوتہ کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ آپ نے انگریز کو للکارا۔ ہندو سامراجیت کی قلعی کھول دی۔ سب سے برا حال ہندوؤں کے فکری غلام علماء کا تھا جن کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑ دیا گیا۔ امام احمد رضا خاں کے لیے کڑا وقت تھا۔ انگریز نے ایک وقت میں جانا ہی تھا مگر ہندو نے تو یہیں رہنا تھا اور پھر بریلی کا شہر تو چاروں طرف سے ہندوؤں کے محاصرہ میں تھا۔ نئی اسلامی مملکت وجود میں آ بھی جاتی تو بھی بریلی شریف نے تو ہندوستان کے جغرافیے ہی میں رہنا تھا...... مگر امام احمد رضا خاں نے مصلحت اور موقع پرستی کو کبھی اپنا شعار نہ بنایا۔ وہ تو سنت حسنین اور سنت مجدد الف ثانی کو زندہ کرنے والے تھے۔ اس دور میں جبکہ بہت سے مسلم سیاسی راہنما اور علمائے دیو بند ہندو کی محبت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے تھے اور عوام کو سمجھا رہے

تھے کہ "ہندو مسلم بھائی بھائی" کے نعرے کو حقیقت بخشنے کے لیے گائے کی قربانی چھوڑ دو۔ ان کے مندروں اور گوردواروں میں حاضری دیا کرو۔ ایسے عالم میں دو قومی نظریہ کے عظیم داعی امام احمد رضا خاں نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے نعرہ مستانہ کو پھر سے زندہ کرتے ہوئے بار بار فرمایا:

"فی الواقع گاؤ کشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک کتاب کلام مجید میں متعدد جگہ پر موجود ہے۔ اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی نہ کرے گا۔ مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔ (رسالہ انفس الفکر فی قربان البقر 1298ھ)

تاریخ شاہد ہے کہ عشاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ دین فروشوں نے جھوٹے الزامات کی بوچھاڑ اس زور سے کی اور اس شدت، کثرت اور اس ڈھٹائی سے جھوٹ بولا کہ بعض اوقات اپنے بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں جب ہندو نواز علماء نے دیکھا کہ ان کی ہندو اور انگریز نوازی کا پردہ چاک ہو رہا ہے تو آپ پر انگریز دوستی اور حکومتِ انگلشیہ کے مفادات سے ہمدردی کا الزام لگایا۔ لیکن دوسرے الزامات کی طرح اس الزام کے غبارے سے بھی جلد ہوا نکل گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ دروغ گوؤں کی نسل اب بھی دبے لفظوں میں الزامات کی تکرار کیے جا رہی ہے۔ یہ الزام اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ پاکستان کے ایک نامور اور غیر جانبدار مشہور صحافی شوکت صدیقی لکھتے ہیں۔

"ان کے (حضرت فاضل بریلوی) کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے۔ نہایت گمراہ کن ہے۔ وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافہ ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا ہے۔ انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔ مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کبھی عدالت میں حاضری نہیں دی۔"

مشہور محقق سید الطاف علی بریلوی اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"اس طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے۔

ان کا سب سے مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا۔ علمائے بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان ثانی نزد منبر یا صحن مسجد میں ہو کے مسئلے پر اختلاف تھا جس بنا پر مقدمہ بازی تک نوبت آ پہنچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا۔ اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بنا پر ہزاروں ہزار عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت کدے پر جمع ہو گئے۔ نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پڑوس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیئے۔ رات دن اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب وہ سب جان قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے۔" (سید الطاف علی بریلوی۔ روزنامہ جنگ 25 جنوری 79ء)

انگریزی حکومت کی خیر خواہی مطلوب ہوتی تو حضرت فاضل بریلی وظیفہ خوار ہوتے۔ آپ کو یا آپ کی اولاد کو خطابات سے نوازا جاتا۔ اس دور میں شمس العلماء کا خطاب تو ریوڑیوں کی طرح بٹ رہا تھا مگر آپ کا اور آپ کی اولاد کا دامن پاک رہا کیونکہ:

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں　　بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

اس ضمن میں ڈاکٹر سید مطلوب حسین وضاحت فرماتے ہیں:

"وہ لوگ جن کو دو قومی نظریئے کی بات پسند نہ تھی اور دعویٰ اسلامیان ہند کے مفادات کا کر رہے تھے۔ انہوں نے امام احمد رضا خاں کی صرف مخالفت ہی نہیں بلکہ انہیں بدنام کرنے کی کوششیں بھی کیں۔ مشہور کیا گیا کہ احمد رضا انگریزوں کے خیر خواہ ہیں اور ان سے وظیفہ حاصل کرتے ہیں۔ جذباتی دور تھا' بات مشہور ہو گئی۔ تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ شاید نہ ہی کبھی بھولا گیا ہو کیونکہ حقیقت اس کے قطعی برعکس تھی۔

(معارف رضا۔ کراچی 1985ء ص 81)

اس حوالے سے سید الطاف علی بریلوی (جو مسلکاً بریلوی نہیں ہیں) کی ایک اور تحریر سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"سیاسی نظریئے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے خطابات وغیرہ کو حاصل کرنا ان کے یا ان کے صاحبزدگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو بھی کبھی تصور نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے قطعاً راہ ورسم نہ تھی۔"

(روزنامہ جنگ کراچی۔ 25 جنوری 1979ء)

یہ حقیقت ہے کہ جس کے دل ودماغ میں عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجلیات بس رہی ہوں وہ شاہان کجکلاہ سے کس طور مرعوب ہوسکتا ہے۔ زمانہ جس کے در پر جھک رہا ہو وہ والیانِ ہند کی مراعات کیسے قبول کرسکتا ہے۔

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرادین پارہ ناں نہیں

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف لفظوں کی گل کاریوں کا طالب نہیں ہوتا۔ وہ تو عمل کی میزان چاہتا ہے۔ عشقِ حضور میں سرشار احمد رضا خاں فاضل بریلوی جان گئے تھے کہ لفظ دوقومی نظریہ اسلام ہی مسلمانوں کو حیات نو کی نوید دے سکتا ہے۔ یہ نظریہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج ہے۔ کیونکہ اسی نظریہ کی بنا پر اسلامی اخوت اور مسلم عالمگیریت کی بنیاد پڑی تھی۔ فاضل بریلوی نے انگریز اور ہندو کے عزائم کو بھانپ کر اسلامیانِ ہند کو مسلم قومیت کا لائحہ عمل دیا۔ اسی لائحہ عمل کو جس کی بنیاد خود حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سگے کافر چچا ابولہب کو ٹھکرا کر اور اپنے سیاہ فام صادق غلام سیدنا بلال کو سینے سے لگا کر رکھی تھی۔ برصغیر میں یہی نظریہ خواجہ محمد معین الدین چشتی، محمد بن قاسم، مجدد الف ثانی اور دوسرے صوفیائے کرام کی بدولت پروان چڑھتا رہا...... مگر اب انگریز اور ہندوؤں کے کاسہ لیسوں نے اس دوقومی نظریہ کو دھندلا دیا تھا۔ فاضل بریلوی نے عشقِ مصطفوی کے تقاضوں کو بجا

لاتے ہوئے اسے پھر سے نئی تب وتاب عطا کی اور اسلامیان ہند کو باور کرایا کہ تمہاری بقا اسی میں ہے کہ نصاریٰ اور ہنود سے تعلق توڑ کر اسلامی اخوت کے نام پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے میدانِ عمل میں اتر آؤ۔ ہم اس ضمن میں فقط کوثر نیازی مرحوم کے ایک مقالہ کے ایک اقتباس پر اکتفا کرتے ہیں:

''امام احمد رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہم رنگ زمین کو خوب دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال اور قائداعظم بھی اس کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر تھے۔ دیکھا جائے تو دوقومی نظریہ کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی۔ پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ حاصل نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ رکھتے۔''

(کوثر نیازی۔ امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت'
صفحہ 25 ادارہ تحقیقات رضا 1991ء)

آج زمانہ تسلیم کرتا ہے کہ امام احمد رضا ایک فرد نہیں بلکہ ایک نظریئے کا نام ہے۔ وہ نظریہ جو محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاوداں بہاروں میں جنم لیتا اور اسی میں فنا ہو جاتا ہے۔ کیسے ممکن تھا کہ امام احمد رضا تمام زندگی عشقِ مصطفوی کے تقاضوں کی بجا آوری میں گزار دیتے اور تائید خداوندی اور انعامات مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء سے محروم رہتے۔ رب کریم کا سب سے بڑا انعام جوان پر بارانِ نور کی صورت میں برسا وہ ان کی نعت گوئی ہے۔ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود تمام اردو نعت گو شعراء آپ ہی کو امامِ نعت گویاں تسلیم کرتے ہیں۔ آپ کی تمام نعتیہ شاعری ایک طرف اور سلام ایک طرف۔ سلام کیا ہے۔ بادِ بہاری ہے۔ عنایاتِ حضور کی خوشبوئے عالم نواز سے مہکتا گلستان ہے جس میں ہر شعر کلیوں اور پھولوں کی خوشبو لیے ہوئے ہے۔ برصغیر پاک وہند کا تو کیا کہنا' سرزمینِ عرب وعجم میں جہاں بھی جائیے حتیٰ کہ یورپ کے ممالک سے افریقی مملکتوں تک جہاں بھی جائیے وہاں کی مساجد' خانقاہوں' ایمانی تقریبات سے یہی زمزمہ قدسی ابھر رہا ہے کہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حالانکہ آپ بطور خاص شاعر نہ تھے۔ فقط توفیق ایزدی تھی جو آپ کی نعت گوئی کو جاودانی حسن عطا کر کے آپ کے پیغام کی سرفرازی کا اہتمام کر رہی ہے۔

ایسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جو تمام زندگی اپنے آقا کے پیغام کو عام کرنے کے لیے دشمنانِ رسول کے خلاف سینہ سپر رہا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کس طور نوازا ہوگا۔ آپ کئی مرتبہ حالت خواب میں زیارت سرکار سے مشرف ہوئے۔ حج کرنے گئے۔ مدینہ طیبہ پہنچے۔ درِ رسول تک حاضری ہوگئی تو پھر ارمان بے ساختہ مچلنے لگے۔ آپ بلاشبہ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں سے اتنی محبت تھی کہ ساری عمر اسی شہر پرنور میں گزار دی۔ اگر مدینہ طیبہ سے ایک مرتبہ باہر گئے بھی تو مکہ مکرمہ حج بیت اللہ کے لیے۔ اسی طرح امام احمد رضا خاں کے دل میں ہر وقت مدینہ طیبہ کے جلوے مچلتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے" وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند' مکہ مکرمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا۔ اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو۔ اور وہ قادر ہے۔ (الملفوظات)

اسی حاضری مدینہ کی تڑپ ان کے اشعار میں یوں جھلکتی ہے:

عشق احمد میں جسے چاک گریباں دیکھا ۔۔۔ گل ہوا صبح ہمیشہ اسے خنداں دیکھا

تھا ملاقاتِ رضا کا ہمیں اک عمر سے شوق ۔۔۔ بارے آج اس کو مدینہ میں غزل خواں دیکھا

حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی تو آپ 31 دن مدینہ طیبہ میں رہے۔ اس تمام عرصہ میں صرف ایک مرتبہ مسجد قبا اور ایک مرتبہ سید الشہداء امیر حمزہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے گئے۔ باقی تمام وقت گنبد خضریٰ مبارک اور نورانی ماحول میں گزار دیا۔

ایک رات دل میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے رہے لیکن زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ جب بے قراری حد سے گزری تو از خود رفتگی کے عالم میں غزل خواں ہو گئے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ۔۔۔ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اور جب حسرت دیدار اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو مقطع عرض کیا۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا　　تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ کہنا تھا کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم تر سے حالت بیداری میں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہو گئے۔(سوانح اعلیٰ حضرت ص290)

حالتِ بیداری بھی حضور عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کی زیارت۔ یہ انہی خدمات کا انعام ہے جو وہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہو کر عمر کے آخری لمحات تک انجام دیتے رہے۔ اس سعادت پر حضرت کفایت علی کافی علیہ الرحمۃ یاد آرہے ہیں۔

دیکھتے جلوہ دیدار کو آتے جاتے　　گلِ نظارا کو آنکھوں سے لگاتے جاتے

پائے اقدس سے اٹھاتے نہ کبھی آنکھوں کو　　روکنے والے اگر لاکھ ہٹاتے جاتے

انسان کا وقتِ آخر اس کے کردار کی بہترین عکاسی ہوتا ہے۔ امام احمد رضا خانؒ فاضل بریلی کا وقت وصال آیا تو آپ کے آخری کلمات اور نصائح پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ مرد کامل ایسے عالم میں خُدا اور رسول خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں کس درجہ مستغرق ہیں۔ آپ نے اپنے وصال سے محض چند یوم قبل اپنے پیر و مرشد حضرت سید آل رسول مارہروی کے عرس کے موقعہ پر جو خطبہ دیا وہ عشق رسول کی منہ بولتی تصویر ہے۔ آپ پر بیماری اور کمزوری کا غلبہ تھا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ آپ چراغِ سحر ہیں اور آپ نے اپنے رقت انگیز خطبے میں اپنے جانے کے اشارے دے کر مجمع عظیم میں طوفان اشک بپا کر دیا۔ مگر کمال کا عشق حضور ہے کہ اس موقع پر اس نے روشنی یوں لٹائی کہ چاروں طرف حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہک پھیل گئی۔ اس تاریخی خطبے کا فقط ایک اقتباس پیش ہے:

> ''حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب العزت کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے' ان سے تابعین روشن ہوئے' ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے' ان سے ہم روشن ہوئے' اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو جاؤ۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت' ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ' پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو' فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو' پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگِ معظم کیوں نہ ہو' اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔"

(وصایا شریف ص 3,4 از مولانا حسنین رضا خاں مطبوعہ نورانی کتب خانہ لاہور)

فاضل بریلوی کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی مظاہرے ان کی پوری زندگی میں نظر آتے ہیں۔ آپ کے تذکار میں لکھا ہے کہ جب استراحت فرماتے تو اس انداز سے لیٹتے تھے کہ محبوب پاک کا اسم گرامی "محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن جاتے تھے۔ آپ نے وفات سے پہلے دفن کے بارے میں یہ وصیت فرمائی کہ میری قبر کو اتنا کشادہ رکھنا کہ جب سرکار میری لحد میں تشریف لائیں تو میں قبر میں ادب سے کھڑا ہو سکوں' آپ کے وصایا شریف کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ محبتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار پھوٹ رہے ہیں۔

آپ آل رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بے پناہ احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پالکی پر سوار ایک مجلس میں جا رہے تھے۔ پالکی اٹھانے والے کہاروں میں ایک بوڑھا سید بھی تھا۔ حالت کشف و مراقبہ میں معلوم کر لیا۔ فوراً پالکی رکوائی' نیچے اترے' سید بزرگ سے معافی مانگی اور زبردستی انہیں پالکی میں بٹھایا اور دوسرے کہاروں کے ساتھ مل کر پالکی کو دور تک لے گئے۔ آپ ہی کا شعر ہے۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا   تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

سادات کی خدمت کرنے کو سعادتِ عظیم خیال فرماتے۔ جب بھی کوئی سید زادے حاجت مند تشریف لاتے تو ان کے سوال کرنے سے پہلے ہی جو کچھ جمع ہوتا' ان کی خدمت میں نذرانہ کر دیتے اور فرماتے حضور سب کچھ آپ کا ہے' قبول فرمائیے۔" ایک بار آپ کے مدرسہ کے ایک طالب علم نے سید زادے کو نام لے کر بلند آواز سے پکارا تو آپ نے انہیں فوراً بلایا اور فرمایا:

"سید زادے کو اس طرح پکارتے ہو۔ کبھی آپ نے مجھے بھی ان کا نام لیتے سنا ہے۔ آئندہ خیال رکھا کریں۔"

اسی مجلس میں دوران گفتگو فرمایا:

"قاضی اگر سید کو حد لگائے تو خیال نہ کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں بلکہ یہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پاؤں میں کیچڑ بھر گئی ہے' اسے دھو رہا ہوں۔"

(الملفوظ حصہ سوم)

ایک مرتبہ نو دس سال کی عمر کے ایک لڑکے کو امورِ خانہ داری کے لیے ملازم رکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سید زادے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے گھر والوں کو تاکید کی کہ "خبردار صاحبزادے سے کوئی کام نہ لیا جائے کیونکہ یہ مخدوم زادے ہیں۔ انہیں جس چیز کی ضرورت ہو پیش کر دی جائے۔ جس تنخواہ کا وعدہ ہوا ہے وہ باقاعدگی سے نذرانے کے طور پر پیش کی جائے۔"

امام احمد رضا اس صدی کی علمی و فکری لحاظ سے اہم ترین علمی اور نظریاتی شخصیتؒ تھے۔ عرب وعجم آپ کی اعلیٰ سرفرازیوں کے یکساں طور پر قائل تھے۔ آپ کا سید زادوں کے سامنے یوں سرِ نیاز خم کرنا اور ہر لحاظ سے ان کی خوشنودی کے لیے کوشاں رہنا اس امر کا واضح ترین اظہار ہے کہ آپ محبتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جس بلند و بالا مقام پر فائز تھے' اس مقام پر فائز رہنے والے سے ایسی ہی توقع کی جا سکتی تھی۔

اسی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غیر معمولی انعامات اور روحانی اعزازات سے نوازا تھا۔ آپ نے 25 صفر 1340ھ مطابق نومبر 1921 میں اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ آپ نے اپنی وفات چار ماہ بائیس دن قبل اپنی تاریخِ وفات اس آیت سے نکالی تھی۔ ویطاف علیھم جانیتہ من فضۃ واکواب (1340) (ترجمہ: خُدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لیے انہیں گھیرے ہیں۔)

حضرت محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ "حضرت سید علی حسین شاہ اشرفی وضو فرما رہے تھے کہ اچانک رونے لگے۔ میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا میں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا۔ چند گھنٹے بعد ریل سے اعلیٰ حضرت کے وصال کا تار آ گیا۔

(انوارِ رضا)

محدث کچھوچھوی مزید فرماتے ہیں جب حضرت والد ماجد نے آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر سنی تو

بے ساختہ زبان پر آ گیا۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (1340ھ) ابجد کے لحاظ سے حساب کیا گیا تو آپ کی تاریخ وصال 1340ھ تھی۔ شمسی سال کے اعتبار سے آپ کی تاریخ وصال حسب ذیل تھی۔

امام الھدیٰ عبدالمطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمہ 1921ء

ادھر 25 صفر 1340ھ کو علم وحکمت کا آفتاب رشد وہدایت کا ماہتاب اس جہانِ فانی سے دار البقا کو رخصت ہوا۔ ادھر ایک شامی بزرگ اسی تاریخ کو بیت المقدس میں خواب دیکھ رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضرِ دربار ہیں۔ مجلس پر سکوت طاری ہے۔ ایسا معلوم ہورہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ شامی بزرگ بارگاہِ رسالتمآب میں عرض کرتے ہیں کہ فداك امی وابی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' کس کا انتظار ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ احمد رضا کا انتظار ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ احمد رضا کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہندوستان کے بریلی کے باشندے ہیں۔

بیداری پر پتہ چلا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا ہندوستان کے جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقیدِ حیات ہیں۔ وہ شامی بزرگ شوق زیارت میں آپ کی ملاقات کو ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس محبّ رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں۔ وہ تو 25 صفر 1340ھ کو وصال فرما گئے ہیں۔ وہ بزرگ عالمِ حیرت میں گم ہو کر فاضل بریلوی کے مقدر پر رشک کرنے لگے کہ جس تاریخ کو خواب میں محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام احمد رضا کا انتظار کرتے دیکھتے ہیں وہ تو عالمِ اسلام کے عظیم المرتبت بطل جلیل کے دارِ فانی سے کوچ کرنے کا دن ہے۔

فاضل بریلی کی نعتیہ شاعری بلاشبہ عشقِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین ترین تفسیر ہے۔ نعت و مدحت میں آپ کو جو دوامی سرفرازی نصیب ہوئی وہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے کہ جب تک ممدوحِ کائنات کے لطف وکرم کی تجلیات ان کے دل ودماغ کا احاطہ نہ کیے ہوں۔ اسی پذیرائی کا امام احمد رضا کو بھی احساس تھا اس لیے فرماتے ہیں۔

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے' تیرے لیے امان ہے

آپ کے وصال مبارک اور وصال شریف کی بابت پڑھ کر اس عظیم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیِ درجات پر ایمان آفریں حیرت ہوتی ہے۔ وصال سے دو گھنٹے سترہ منٹ پیشتر وصیت نامہ رقم کروایا۔ وصایا نگار تھے مولانا حسنین رضا خاں۔ لکھتے ہیں:

"جب دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے' وقت پوچھا گیا۔ عرض کیا گیا۔ فرمایا گھڑی سامنے کھلی رکھ دو۔ یکا یک ارشاد ہوا تصاویر ہٹا دو۔ عرض کیا گیا یہاں تصاویر کا کیا کام؟ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا۔ یہی کارڈ' لفافے' روپیہ پیسہ۔"

(وصایا شریف ص 8 حسنین رضا خاں)

اللہ اللہ نزع کے وقت ہوش گم ہو جاتے ہیں مگر آپ کو اس وقت بھی اتباعِ سنت رسول کا پاس ہے کہ قریب کوئی ایسی چیز نہ رہے جس پر برطانوی حکمرانوں کی تصویر ہو۔ ایسے عالم میں جنازے تدفین اور صدقہ خیرات کے بارے میں فرماتے رہے مگر کوئی پہلو بھی ایسا نہ چھوڑا جس میں عشق رسول نمایاں نہ ہو۔ کیا خوب ارشاد فرمایا:

"جنازے کے آگے آگے معروف نعت "تم پر کروڑوں سلام" پڑھی جائے۔ کوئی مدحیہ شعر ہرگز نہ پڑھا جائے۔"

وصایا شریف کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ منزل عشق وعقیدت کا راہی کمال اطمینان وسکون کے لیے اپنے محبوبِ عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے' جسے یقین ہے کہ

تیرے لیے امان ہے' تیرے لیے امان ہے

دراصل عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لامتناہی جذبہ ہے جو کبھی وقتی یا ہنگامی نہیں رہا۔ جسے ہمیشہ دوام ہی دوام ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا گلستانِ حیات اسی جذبہ بے کراں سے مہکائے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج جب آپ کے وصال کو ایک طویل عرصہ بیت گیا ہے تو آپ کا یہ جذبہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے بے شمار عشاق اور ارادت مندوں کے دلوں میں منتقل ہو چکا ہے۔

رب کریم کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہوں احمد رضا خاں فاضل بریلوی پر۔

☆ جنہوں نے عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی تقاضوں کی بجا آوری کا اہتمام کیا۔

☆ جنہوں نے انگریزوں، ہندوؤں، سکھوں، قادیانیوں، رافضیوں اور گستاخانِ بارگاہِ نبوت سے ایک ہی وقت میں فیصلہ کن جنگ لڑی اور تاریخ نے انہیں فاتح اور کامران قرار دیا کیونکہ ان کی سب سے بڑی قوت محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔

☆ جو تمام عمر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جیئے اور اپنی حیاتِ مستعار کے آخری سانس تک اس عشق حضور سے رہنمائی لیتے رہے۔

☆ جو مصلحت ناآشنا تھے۔ رسم شبیری کے خوگر تھے۔ سنتِ خلیل علیہ السلام کی بجا آوری میں وقت کے ہر آتشکدہ میں رضائے خُدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر بے خطر کود پڑنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔

☆ جن کی تحریروں کا ایک ایک ورق محبت سرورِ کونین سے مہکتا ہوا گل کدہ ہے جس سے زمانہ شام ابد تک فکری دلآویزی کا سامان مہیا کرتا رہے۔

☆ جن کی معطر معطر نعتوں کا ایک ایک شعر عشاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادب وعقیدت کا اسلوب فکر عطا کر رہا ہے اور منزلِ عشقِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جادہ حق سے بھٹکنے والوں کو پیغام دے رہا ہے کہ

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا، آخر گیا

-......☆......-

حسان العصر

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خُدا نے جن لازوال علمی وفقہی کمالات' باطنی ونظری خصوصیات اور علمی و ادبی خصائص سے نواز رکھا تھا ان میں سے ایک صفتِ خاص آپ کی منفرد نعت گوئی ہے۔ اگر ایسے اساتذہ فکر وفن کی فہرست تیار کی جائے جنھوں نے اس صدی میں ثنائے مصطفیٰ کا پرچم لہرانے والوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا تو ان میں یقیناً سرِفہرست حضرت فاضل بریلوی کا اسمِ گرامی ہوگا کہ جن کی نعت گوئی کا اعترافُ اپنوں نے ہی نہیں بلکہ بیگانوں نے بھی کیا ہے۔ بلکہ ان نابغہ روزگار ثناگویانِ کوچہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں سے بیشتر نے انہیں فن نعت کے حوالے سے امامِ سُخن گویاں قرار دیا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کا سورج جب ایک بار چمکا تو پھر اس کی روشنی کبھی بھی ماند نہ پڑ سکی۔ بلکہ ہر آنے والے دور کا شاعر جب مدحت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر ذہن وفکر کو آمادہ کرتا ہے تو احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے کلام بلاغت نظام سے راہنمائی ضرور حاصل کرتا ہے۔ جب ایشیا کی مساجد سے لے کر یورپ کے اسلامی مراکز تک ہر جگہ

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

کی صورت میں وجد آفریں سلام کی صدائیں ابھرتی ہیں تو جہاں اصحاب نظر کی پلکیں عشق و عقیدت کے آنسوؤں سے نم آلود ہو جاتی ہیں' وہاں تصورات کے نہاں خانوں میں نعت گو احمد رضا خاں کا جو روشن سراپا ابھرتا ہے وہ اس قدر سربلند اور سرفراز ہوتا ہے کہ ان کے معاصرین اور عصرِ حاضر کے نعت گو شعراء کا وجود اپنی تمام بلند قامتی کے باوجود اس کے سامنے مختصر محسوس ہوتا ہے۔

اس غیر معمولی مقبولیت' حیرت انگیز مرجعیت لافانی شہرت اور انمٹ قدر و منزلت کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نعتیہ شاعری کے لیے قرآنِ حکیم سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ قرآن حکیم

بذاتِ خود نعتِ مصطفیٰ کا سب سے اہم ماخذ ہے جس کے ہر سیپارے' سورت اور آیت سے صفت وثنائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہک پھوٹ رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فقط ایک شاعر ہی نہ تھے' نامور عالم دین' یگانہ روزگار محدث اور بے مثل مفسرِ قرآن بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ذوق وشوق کی کیف آفریں وادیوں میں گم ہو کر جب قرآن حکیم کا مطالعہ کیا تو انہیں نعت مصطفیٰ کی رفعتیں اپنے قلب و جان کا احاطہ کرتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے آگے بڑھے تو شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی خضرِ راہ بن گئی اور وقت کا یہ عظیم ترین فقیہہ نعت کی گلرنگ وادیوں میں سفر کرتے ہوئے بے اختیار عظمت کلام خُداوندی اور شریعتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پکار اٹھا۔

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو ہاں شرح کا البتہ ہے جذبہ مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکمِ مولیٰ کا خلاف لو زینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھ کو

احمد رضا خاں چونکہ بہت بڑے عالم دین اور علومِ شریعت سے غیر معمولی آگاہی رکھنے والے نعت گو شاعر تھے۔ اس لیے انہوں نے نعت کے حقیقی مقام کو اجاگر کیا۔ اس ضمن میں آپ نے نعت کی جو تعریف کی ہے وہ اصحابِ ذوق کے لیے شمع ہدایت ہے۔

> "حقیقتاً نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب حد بندی ہے۔"

رضا بریلوی نے نعت کی شرعی حدود و قیود کا پورا پورا پاس کیا ہے۔ ان کا راہوارِ قلم جب عشق وعقیدت کی جولاں گاہ میں محوِ سفر ہوتا ہے تو ہر گام پر دلوں کے تڑپنے' جذبوں کے مچلنے' تمناؤں کے غنچے چٹکنے کی صدائیں ابھرتی ہیں مگر حضرت رضا بریلوی نے عشق وعقیدت کی انتہائی سربلندیوں پر پہنچ کر بھی آدابِ شریعت اور ادب کے ساتھ احتیاط کو مدنظر رکھا ہے۔ کئی بلند پا

نعت گو شاعر افراط و تفریط کے معاملہ میں ٹھوکر کھا گئے مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قرآن حکیم، سنت مصطفیٰ اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خضرِ راہ بنا کر جب نعت کہی تو ایوانِ نعت جگمگا اٹھا۔

امام احمد رضا کی نعت عشق و عقیدت کی حسین داستان ہے۔ ایسی داستان کہ جس کا ایک ایک لفظ ذوق و شوق کی کیفیات سے بہرہ ور کرتا اور عنایاتِ مصطفوی کا حق دار ٹھہراتا ہے۔ نعت میں عشق و عقیدت کو وہی حیثیت حاصل ہے جو پھول میں خوشبو کو حاصل ہے۔ خوشبو پھول کے باطنی حسن کو اجاگر کرتی اور اس کی حقیقی پہچان بن جاتی ہے۔ احمد رضا بریلوی بہت بڑے عاشق رسول تھے۔ یہی عشق ان کا سرمایہ حیات اور یہی ہمیشہ ادب و احترام ان کا اثاثہ عمل اور روحانی گداز ان کے لیے ذریعہ نجات تھا۔ احمد رضا خاں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارات کس طور سجاتے ہیں اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے ۔۔۔ اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ ۔۔۔ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ۔۔۔ ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا

مضمون آفرینی کو شاعری کی جان کہا جاتا ہے۔ شاعر جتنا بلند مضمون باندھے گا، اس کا کلام اتنا ہی زیادہ قبولیت عام اور فکری و فنی شوکت کا مقام حاصل کرے گا۔ اعلیٰ حضرت نے نعتِ مصطفیٰ کو فراموش نہیں کیا کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ اس کوچہ ارادت و عقیدت میں معمولی سی ٹھوکر بھی انہیں بلند مقام سے نیچے گرا سکتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے خود نعت کے تقدس کو ملحوظ رکھا بلکہ دوسرے شعراء کی بھی رہنمائی فرمائی۔ چنانچہ اردو کے بلند پایہ شاعر حضرت اطہر ہاپوڑی نے ایک نعت لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجی جس کا مطلع یہ تھا۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے ۔۔۔ مجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت نے سن کر ناراضگی کا اظہار کیا کہ دوسرا مصرعہ مقامِ نبوت کے لائق نہیں ہے۔

آپ نے قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے　　قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت کی اس اصلاح سے اطہر ہاپوڑی کی مضمون آفرینی اور رفعت تخیل کو چار چاند لگ گئے۔ اب ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے کلام سے مضمون آفرینی' رفعت تخیل اور شوکت فکر کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں ۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا　　نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب　　یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں　　دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

مرے کریم گنہ زہر سہی لیکن　　کوئی تو شہد شفاف چشیدہ ہونا تھا

پریشانی میں نام ان کا دلِ صد چاک سے نکلا　　اجابت شانہ کرنے آئی گیسوئے توسّل کا

حضرت احمد رضا خاں صفت و ثنائے حضور میں اس درجہ محو ہوئے کہ تمام زیست نعت کے علاوہ کسی اور طرزِ سخن کی جانب توجہ نہ کی۔ حضور آقائے دو عالم عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام تو سلطانِ اقالیم دو عالم ہیں۔ افتخارِ آدم و بنی آدم ہیں۔ رحمت پناہ عاصیاں اور چارہ بے چارگاں ہیں۔ آپ کا دربار وہ دربار معلیٰ ہے جہاں سے گداؤں کو شہنشاہی اور بوریا نشینوں کو عشق وعقیدت کے نام پر کجکلاہی عطا ہوتی ہے۔ اس لیے کون چاہے گا کہ ایک بار اس دربار معلیٰ سے نسبت حاصل کر کے کسی اور دروازے کی طرف دیکھے یا اپنے دور کے کسی سلطان یا امیر کا قصیدہ کہے۔ شاہ احمد رضا کو حضور عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام سے نسبت پر اس قدر ناز تھا کہ اس کا اظہار ان کے کلام میں جا بجا ملتا ہے۔

کروں مدح اہل دل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرادیں پارہ ناں نہیں

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نعت کو ان بلندیوں پر پہنچا دیا کہ زمانے کو ان کی عظمت تسلیم کرتے ہی بنی۔ نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ افتخار ہے کہ نعت گو شاعر بے اختیار اس کے

احساس سے اپنے جذبات کو وجد میں لے آتا ہے۔ اس لیے شاہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں

نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں

کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

حضور سرورِ کائنات، فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں قدرت نے ازل سے ابد تک کے تمام محامد و محاسن جمع کر دیئے ہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی فضائل عقل وخرد سے ماوریٰ اور آپ کے کمالات ذہن انسانی سے کہیں بلند ہیں۔ شاعر کی فکرِ کمتر کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کرنے کے لیے آگے بڑھتی ہے مگر بے بس و ناتواں ہو کر اپنی معذوری و مجبوری کا اعتراف کرنے لگتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے قلم حقیقت رقم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ظاہری اور باطنی تجلیات کو جی بھر کر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان کا یہ خراجِ عقیدت اشعار کا ایک ایسا گلکدہ ہے جس کا ہر پھول سدا بہار اور ہر غنچہ محبت رسول سے مشکبار ہے۔ آپ نے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن صورت کو اس شان سے اپنی شاعری کا اعزاز بنایا ہے کہ افق شاعری پر عظمت و شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نجوم تاباں ہر لحظہ نئی آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوئے اور اصحابِ نظر کے افکار کو مستنیر کرتے نظر آتے ہیں۔

حسن و جمالِ مصطفیٰ کے حوالے سے ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

یہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

سر تابقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول لب پھول دہن پھول زقن پھول بدن پھول

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ مانگے کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرہ نورفزا کی قسم
قسمِ شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

خامۂ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی اتاری واہ واہ
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

جب اعلیٰ حضرت بریلوی حضورِ سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ باطنی اور جمالِ سیرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کا اندازِ بیان دیدنی ہوتا ہے۔ ان کی نگاہوں میں حضور نبی کریم کے تمام خصائص و کمالات گھومنے لگتے ہیں۔ حضور عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عظمتِ کردار ''رفعت گفتار'' بے پایاں رحمۃ للعالمینی' میدان محشر میں آپ کی شفیع المذنبینی' گنہگار امت کے لیے حضور کی گریہ وزاری' خطا کاروں کی بخشش کے لیے رحمت شعاری' جود و کرم کی فراوانی' لطف وعنایات کی فراو دامانی' اخلاق عالیہ کی رفعت' سیرت و کردار کی عظمت' خُدا کی اپنے محبوب پر بے پایاں عنایت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے لیے ہر آن امنڈتا ہوا بحر شفاعت' یہ سب خصائص جب احمد رضا خاں کے قلم میں سمائے ہیں تو ان کی خامۂ عنبر فشاں کو نئی توانائی اور ان کے ذوق مدحت کو حیرت انگیز گہرائی و گیرائی عطا ہوتی ہے۔ آپ کے کلام سے چند اشعار نذرِ قارئین۔

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا بہا دیئے ہیں

؎ جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی
جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

؎ پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائیں گے

شاہ احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا وہ حصہ دلوں کو بے اختیار گداز آشنا کرتا ہے جب آپ حرمین شریفین کی جانب سفر کی تیاری کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو دیکھنے کی تمنا ہر صاحب ایمان کے دل میں مچلتی ہے اور پھر جب وہ شخصیت اس مبارک سفر پر روانہ ہو رہی ہو جس نے عمر بھر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا ہو' توحید خُداوندی کے آداب سکھائے ہوں' احترام و عقیدت رسول کی چمک عطا کی ہو۔ دلوں میں شمع عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلا کر اجالا کیا ہو۔ جس کی اپنی زندگی عشقِ مصطفوی کی تصویر اور محبت رسول کی عملی تفسیر ہو جس کے شب و روز بیت اللہ کے طواف اور حرم نبوی کی زیارت کے تصور میں گزرتے ہوں تو پھر اس پر کیف سامانی کا سحاب کس شان سے پر تو فگن ہوگا۔ اس کا تذکرہ بہار آفریں بھی ہے اور روحانی لطف و سرور کا باعث بھی۔ آیئے ہم بھی احمد رضا خاں کی اس کیف سامانی سے چند اشعار کا معنوی حسن مستعار لے کر دلوں کو شادکام کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

شکرِ خُدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے　　جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خُدا نے کرا دیئے　　اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

جب آپ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں۔ تو ان کی

کیفیت دیدنی ہوتی ہے اور مدینہ منورہ کا تصور ان سے کس طور خراج عقیدت حاصل کرتا ہے۔ اس کی جھلک ملاحظہ ہو ۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو   کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا   میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھ

مدینہ منورہ کے بارے میں احترام وعقیدت کا کس شان سے اظہار کرتے ہیں' انداز دیکھیے:

مدینے کے خطے خُدا تجھ کو رکھے   غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا   ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

اور پھر مدینہ منورہ کی گلیوں میں اس عاشقِ رسول کے دل پر کیا گزرتی ہے؟ آنکھیں کس طرح اشکوں کی لڑیاں پروتی ہیں' انہیں یہاں ہر کام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے ہیں۔ ایک طرف آپ کی بے قراری ہے اور دوسری طرف آقا و مولا کی نوازشوں کا احساس۔ اسی احساس سے سرشار ہو کر مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں کا طواف کرتے ہیں۔ گنبد خضریٰ کی زیارت کرتے کرتے جی نہیں بھرتا' دل مکینِ گنبد خضریٰ کی زیارت کے لیے مچلتا ہے۔ یہی بے قراری رنگ لائی اور حضور عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی عنایات بے کراں سے نوازے گئے۔ اس کیفیت کا اظہار یوں کیا کرتے ہیں:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں   مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں   دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

شاہ احمد رضا خاں کا نعتیہ مجموعہ ''حدائقِ بخشش'' ہے جس کا اولین سال اشاعت 1325ھ ہے۔ رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کا ایک دلآویز اور خوبصورت حصہ نعتیہ قصائد پر مشتمل ہے۔ ان میں سے قصیدہ نور' قصیدہ معراجیہ اور آپ کا طویل سلام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قصیدہ نور میں بطورِ خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ اقدس کے حوالے سے آپ کے صفاتِ عالیہ کو موضوعِ شاعری بنایا گیا ہے۔ یہ قصیدہ اس قدر جامع اور اثر آفریں ہے کہ بے شمار عشاقِ مصطفیٰ

اسے وظیفہ عقیدت جان کر پڑھتے ہیں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا　　صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا　　سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

تیری نسل پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

قصیدہ معراجیہ میں نبی کریم عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے سفر معراج کے حوالے سے آپ کی عظمت وفضیلت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ بذات خود فکر وفن کا شہکار اور کاروان مدحت نعت کا افتخار ہے۔ طویل بحر میں لکھا گیا یہ قصیدہ تشبیہات' استعارات اور برجستہ تراکیب کے حوالے سے اردو ادب کے لیے سرمایہ اعزاز ہے۔ یہ قصیدہ آپ کی جودت و جدت طبع کا آئینہ دار ہے۔ روانی وتسلسل اور زبان کی لطافت و پاکیزگی کے اعتبار سے معاصرین کے معراجیہ قصائد میں سب سے بلند ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ہمعصر مشہور نعت گو شاعر محسن کاکوروی نے انہی دنوں معراج پر قصیدہ سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل لکھا تھا۔

محسن کاکوروی اپنا قصیدہ سنانے کے لیے بریلی میں مولانا احمد رضا خاں کے پاس گئے۔ ظہر کے وقت دو شعر سننے کے بعد طے ہوا کہ محسن کاکوروی کا پورا قصیدہ عصر کی نماز کے بعد سنا جائے۔ عصر کی نماز سے قبل مولانا نے خود یہ قصیدہ معراجیہ تصنیف فرمایا۔ نماز عصر کے بعد جب یہ دونوں بزرگ اکٹھے ہوئے تو مولانا نے محسن کاکوروی سے فرمایا کہ پہلے میرا قصیدہ معراجیہ سن لو۔ محسن کاکوروی نے جب مولانا کا قصیدہ سنا تو اپنا قصیدہ لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور کہا مولانا! آپ کے قصیدے کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔ اس عالمانہ و عارفانہ نکات کے حامل اور شاعرانہ کمالات سے لبریز قصیدے کے چند اشعار سے قارئین بھی اپنے گلشن ایمان کو بہار در کنار کرلیں۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر سے مشکل قدم بڑھانا

جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

یہ پھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

مولانا احمد رضا خاں کا سلام ہر لحاظ سے ادب عالیہ کا ایک حصہ ہے۔ اسے فن شاعری کے حوالے سے دیکھیں یا محبت وعقیدت کے حوالے سے' ثنائے مصطفیٰ کی روشنی میں دیکھیں یا الفاظ و تراکیب کی برجستگی کے حوالے سے۔ حسن زبان و بیان کے آئینے میں دیکھیں یا شکوہِ تراکیب و استعارات کی جلوہ گری کے پیمانے سے اس کے فنی وشعری محاسن کا جائزہ لیں۔ یہ سلام دلوں کو محبت رسول کی دولت عطا کرتا' پتھر دلوں کو روحانی گداز بخشا اور اپنے مخصوص صوتی آہنگ میں دلوں کے تار چھیڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ کوثر وتسنیم کی دھلی ہوئی زبان' مشک وعنبر سے بسا ہوا قلم' جمالِ عقیدت سے آباد وسرشار لہجہ۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی سراپا کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے ایک ایک عضو پر عقیدت کی مہک بار پتیاں نچھاور کی گئی ہیں۔ قارئین کے ذوق کی جلا کے لیے چند اشعار پیش ہیں ۔

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

صاحب رجعت شمس و شق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

قدِ بے سایہ کے سایہ مرحمت
ظل ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

غیر معمولی جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' علوم شرعیہ پر مکمل عبور' روحانی سوز و گداز' شدت احساس اور خلوص جذبات کی ہم آہنگی نے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے کلام کو حسن تغزل عطا کر دیا ہے جو آپ سے پہلے کسی نعت گو شاعر میں نظر نہیں آتا' آپ وہ پہلے لغت گو شاعر ہیں جنہوں نے

نعت کو غزل کا آہنگ اور لہجہ عطا کیا۔ ردیف اور قوافی کے اہتمام سے نعت جیسی پاکیزہ صنف کو غزل پر فوقیت عطا کر دی۔ آپ نے اس عروسِ سخن کو مجازی محبوب کی دہلیز سے اٹھایا۔ شاعری کو غزل کی شبستان ہوس سے نکالا اور ایوان نعت کے دلکش ماحول میں اس سے چراغ ہدیٰ کا کام لیا۔ نعت اس وقت تک حسن تغزل سے محروم رہتی ہے جب تک اس میں عشق اپنی انتہا کو نہ چھونے لگے اور سوز و گداز کا پھوٹتا ہوا سرچشمہ آنکھوں سے محبوب کی محبت کے نام پر اشکوں کا خراج نہ لینے لگے۔ حضرت احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری میں تو سوزِ بلال کی تڑپ تھی، عشق اویس کی جلوہ گری تھی، رومی و جامی کی تڑپ تھی۔ آپ نے اپنے معاصرین کی نعت گوئی کے مقابلے میں کہ جو زیادہ تر مولود ناموں اور نظم گوئی پر مشتمل تھی، ایک نیا راستہ نکالا۔ یہ راستہ وہی تھا جس پر سے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کی قیادت میں پہلا کاروانِ نعت گزرا تھا۔ اس کاروانِ نعت کے قدموں سے ابھرنے والی گرد کے ایک ایک ذرے نے بے شمار ستارے تخلیق کیے تھے۔ امام احمد رضا خاں نے اپنی عقیدت کی پلکوں سے ان ستاروں کو چنا۔ فیاضی قدرت نے انکی شاعری کو وہ حسن تغزل عطا کر دیا کہ ایک زمانہ بیت جانے کے باوجود آپ کا کلام حالات کے ظلمت کدوں میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اجالے بکھیر رہا ہے۔ حسن تغزل کے نام پر چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا — حضورِ خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا
نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی — کہ صبح گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا — ساتھ ہی منشئ رحمت کا قلمدان گیا
دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا — سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا
دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا — اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول
اہلِ صراط روحِ امیں کو خبر کریں — جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں
ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لیے — آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

چونکہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نامور محدث اور علوم شریعت کے عالم کامل تھے۔ تاریخ اور سیرت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن ادوار پر آپ کی گہری نظر تھی۔ اس لیے آپ نے

جہاں حسن تغزل کی بہار بکھیرتے ہوئے اپنے آقا و مولا کے لامتناہی فیوض و برکات کا تذکرہ کیا ہے، وہاں آپ نے اپنے علمی کمالات اور علوم دینیہ پر گہری گرفت رکھنے کی بنا پر بہت سے ایسے واقعات اور معجزات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جن سے عظمت و شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ان کی قرآن فہمی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عبور نے انہیں بہت مدد دی ہے۔ بعض نعتیہ اشعار تو آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا منظوم ترجمہ معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے قرآنی آیات اور احادیث کو اس خوبی سے اپنی نعتوں میں سمویا ہے کہ ہر صاحب فکر کو ان کی قدرت فن کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بعض نعتوں میں تو عربی کے الفاظ اس طرح جگہ پا گئے ہیں کہ مستقل طور پر انہی کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ ان نعتوں میں عربی الفاظ کی آمیزش نے کس طرح ان نعتوں کے حسن کو دوبالا کیا ہے اس کی بہترین مثال ان کی یہ شہرہ آفاق نعت ہے۔

لم یات نظیر ک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اب چند مثالیں خصائص نبوی اور معجزات و کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پیش ہیں۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم — تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا
تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا — تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بیڑا بجرا تر گیا
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا
کیوں جنابِ بوہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر — جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

ترے خلق کو حق نے عظیم کیا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے — اور حفظِ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز — پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم　　اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا کی حیثیت اس صدی کے نعت گو شعراء میں میرِ کارواں کی ہے۔ آپ کی نعتوں نے فقط آپ کے دور کو نہیں بلکہ آنے والے ادوار کو بھی متاثر کیا۔ فقہی اور شرعی امور میں آپ سے شدید اختلاف رکھنے والے حضرات بھی جب نعت مصطفیٰ کا تذکرہ کرتے ہیں تو تمام تر تعصب کے باوجود انہیں بھی ایوانِ نعت کی سب سے سربلند مسند پر حضرت رضا بریلوی کو جگہ دینی پڑتی ہے۔ ایک مضمون کہ جہاں صفحات کی تنگ دامانی راہوارِ قلم کو آگے بڑھنے سے روک رہی ہو بھلا آپ کے تمام تر شعری اوصاف کا کس طور احاطہ کرسکتا ہے۔ آج فاضل بریلوی کی اثر آفریں نعت گوئی اپنی تاثر انگیزی کی گرفت کو اس قدر مضبوط کرچکی ہے کہ فقط برصغیر میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلم ممالک میں آپ کی شخصیت اور کلام پر تحقیقی کام کا سلسلہ جاری ہے۔ اس ضمن میں شفیق بریلوی کی کتاب ''ارمغانِ نعت'' کے حوالے سے کراچی میں 1975ء میں منعقد ہونے والی تعارفی تقریب میں مولانا کوثر نیازی کی یہ رائے خاص اہمیت رکھتی ہے۔

> ''بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا جو نعت گوئی کا امام تھا اور احمد رضا خاں جس کا نام تھا۔ ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو۔ عقیدوں میں اختلاف ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔''

مولانا احمد رضا خاں نے نعت گوئی میں قرآن حکیم سے بھرپور رہنمائی لی۔ اس ضمن میں ان کے فتاویٰ رضویہ بخوبی شاہد ہیں کہ وہ نعت گوئی کے تقاضوں کو کس درجہ سمجھتے تھے اور نعت گو شعراء سے کس درجہ احتیاط اور ادب کی توقع رکھتے تھے۔ قرآن حکیم اور اپنی شعر گوئی کے حوالے سے کہتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ　　بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی　　یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

شاعری میں ان کے پیش نظر مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی مشعل راہ تھی۔ اپنے دور کے شعراء میں مولانا کفایت علی کافی کی نعت گوئی سے متاثر تھے۔ اکابر کے ہاں جس قدر ادب و احتیاط کا غلبہ تھا ویسا ہی منظر وہ ہر دور کے نعت گو شعراء کے ہاں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس حوالے سے ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے　　افغانِ دلِ زاد و حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو　　نقشِ قدم حضرتِ حسان بس ہے

احتیاط اور ادب کا یہ عالم تھا کہ ایک صاحب نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اشعار سنانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا' میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی بدایونی کا کلام سنتا ہوں (اس لیے کہ ان کا کلام میزان شریعت پر تلا ہوتا ہے) اگر چہ حضرت کافی کے یہاں لفظ ''رعنا'' استعمال ہوا ہے لیکن اگر وہ اپنی غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے۔ پھر خیال خاطر احباب کے پیش نظر ان صاحب کو کلام سنانے کی اجازت عطا کر دی۔ ان کا ایک مصرعہ یوں تھا۔

شان یوسف جو گھٹ گئی ہے تو اسی در سے گھٹی

آپ نے فوراً اس شاعر کو ٹوک دیا اور فرمایا:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نبی کی شان گھٹانے کے لیے نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہ السلام کی شان و شوکت کو سر بلند سے سربلند کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ مصرعہ یوں بدل دیا جائے۔

شان یوسف جو بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی

یہ احکامِ شریعت کو حد درجہ ملحوظ رکھنے ہی کا عمل تھا کہ مصرعہ کی تبدیلی سے مضمون انتہائی جاندار اور شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہو گیا۔

رضا بریلوی کا دور مسلمانوں پر انتہائی مصیبت اور ابتلا کا دور تھا۔ حکومت تو ہاتھوں سے چھن چکی تھی' بد قسمتی سے مسلمان احساسِ زیاں سے بھی محروم ہو چکے تھے۔ غیر مسلم قوتیں ان پر اپنے نظریات ٹھونس رہی تھیں اور دوسری طرف نیشنلسٹ مسلم زعماء و علماء جبہ و دستار اور منبر و محراب کے

وارث ہونے کے باوجود اسلامی نظریات کی شوکت دیرینہ کے تصور کو بھی پاش پاش کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ایسے عالم میں احمد رضا خاں کا ذہن جاگ رہا تھا۔ ان کی نظریاتی سوچ اپنی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کے نظریاتی اعتقادات سے بغاوت کرنے والی ہر قوت کو للکارا اور انہیں پیغام دیا۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں ہاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

اور یہ نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی فیضان ہی تھا کہ آپ کی آواز تاریخ کے سب سے بڑے حدی خواں کی صدائے دردناک بن کر برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر گئی۔ آپ کو دشنام طرازیوں اور طعنوں کے طوفان سے گزرنا پڑا مگر آپ کی نظم اور نثر نے حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا۔ وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیں کسی سمجھوتے کے قائل نہیں تھے اور اس سلسلہ میں انہیں اپنے قلم کی قوت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و کرم کا پورا پورا احساس تھا۔

ہم نے اشرار سے ہر دور میں ٹکر لی ہے
ہم نے ہر دور میں پھولوں کو صدا بخشی ہے

اور اس حقیقت میں کلام نہیں کہ رضا کے نیزے کی مار نے کتنے ہی اسلام دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ دو قومی نظریہ کے دشمنوں سے مثالی جنگ لڑی۔ گاندھی اور سبھاش چند بوس کو راہنما بنانے والوں کا تعاقب کیا۔ پاکستان دشمنوں کو بے نقاب کیا۔ اس ضمن میں انہوں نے بڑے بڑے راہنماؤں کی پرواہ نہیں کی اور ان کو سرِ عام للکارا۔ ان کی نعت گوئی نے ایک مؤثر ہتھیار کا کردار ادا کیا۔ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی شاعری سے کفر کے خلاف شمشیر و سنان کا کام لینے کا مشورہ دیا تھا اور واقعی انہوں نے ایسا ہی کر دیا۔ اسی طور پر رضا بریلوی نے اپنی نعت گوئی سے ایک زبردست نظریاتی حصار قائم کر دیا۔ اس سلسلہ میں ان کی زبان دانی، فصاحت و بلاغت، تراکیب و تشبیہات، صنائع بدائع پر

بھرپور گرفت اور اسلام سے غیر متزلزل وابستگی نے اہم کردار ادا کیا۔ رضا بریلوی کی زبان شستگی اور روانی میں اپنے سے پہلے کے ادوار اور اپنے دور کے اساتذہ فن میں کسی سے کم نہیں بلکہ بعض حوالوں سے سبقت لے جاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے' ملاحظہ کیجئے۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد میں معمور رہا سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا میرے مولی میرے آقا تیرے قربان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

ہے لب عیسی سے جان بخشی نرالی ہاتھ میں سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

ممتاز نقاد نیاز فتح پوری آپ کے علم وفضل اور شعری محاسن پر آپ کی بھرپور گرفت کے قائل تھے۔ انہوں نے فاضل بریلوی کو قریب سے بھی دیکھا تھا اور ان کی شخصیت کا مشاہدہ کیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ

> ''اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فردِ واحد نے شعرائے نعت پر سب سے زیادہ گہرے اثرات مرتسم کیے ہیں تو وہ بلاشبہ مولانا احمد رضا کی ذات ہے۔''

اسی حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے مزید کہتے ہیں:

> ''تبحر علمی' زور بیان اور وابستگی وعقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا...... اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی ذات نے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلی

معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔''

(حضرت فاضل بریلوی کے بارے میں نیاز فتح پوری کے تاثرات۔محمود احمد قادری)

شاہ احمد رضا خاں نے مدحت سرکار کے جس دبستان کی بنیاد ڈالی تھی اس کی بدولت آج ایک زمانہ ان کا ہمنوا نظر آتا ہے اور ہر دور میں ان کے ہمنواؤں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ فاضل بریلوی کو اول و آخر مدحت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے سروکار تھا۔اس ضمن میں ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی کے یہ جملے خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

''نعت کے مشملات میں خصائل و شمائل کا ذکر ہر نعت گو کے ہاں مرغوب رہا ہے۔ اس لیے کہ ان کا شمار ہی عظمت کا احساس دلاتا ہے۔ فاضل بریلوی کے ہاں خصائص میں وجہ تخلیق ہونا' سراپا نور ہونا' قاسمِ عطایا ہونا' سب سے افضل ہونا' سرتابقدم شانِ حق ہونا' جان ایمان ہونا' کائنات ہست و بود کی رونق وجلا ہونا اور مرکز عقیدت و محبت ہونا بہت نمایاں ہیں۔ یہ خصائص ان کے ایمان کا حصہ ہیں اسی لیے ردیف اور قافیہ کے تنوع کے باوجود تذکرہ انہی کا ہوتا رہا۔'' (نعت رنگ۔18)

اس حوالے سے دیکھیں تو رضا بریلوی مداحئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لہجہ بدل بدل کر نئے نئے مضامین کے پھول کھلاتے نظر آتے ہیں۔

وہی نورِ حق وہی ظل رب ہے انہی کا سب ہے انہی سے سب
نہیں ان کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

پردہ اس چہرہ انور سے اٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہِ تاباں ہم کو

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے

شہا کیا ذات تیری حق نما ہے فردِ امکاں میں
کہ تجھ سے کوئی اوّل ہے نہ تیرا کوئی ثانی ہے

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

جب آ گئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے　　کہ ہے رب سلم صدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
شفاعت کرے حشر میں تو رضا کی　　سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے
فریاد امتی جو کرے حال زار پر　　ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

مدعا طلبی یا طلب شفاعت شعرائے نعت کا خاص جزو رہا ہے' استغاثہ اور پھر توسل انہیں اپنے ممدوح کی عظمت کے اظہار اور اپنی بے کسی و بے بسی کے اقرار کا قرینہ بخشتا ہے۔ اگر مدعا طلبی شاہان دنیا سے ہو تو یہاں بڑے سے بڑا قصیدہ بھی پست نظر آتا ہے لیکن اگر مدعا طلبی محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو پھر نعت گو کی ہر فکری کاوش ادب عالیہ کی بلندیوں کو چھوتی نظر آتی ہے۔ نعت میں بات فقط قوافی و اوزان کی نہیں بلکہ یہاں تو توسل اور شفاعت طلبی کے لیے شاعر کی بلند خیالی بطور خاص مدنظر رکھی جاتی ہے۔ فاضل بریلوی کے ہاں یہ مضمون ہر بار نئے انداز اور نئے حسن سے جلوہ گر نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مرکز و محور ہی حضور عَلَیہ الصّلوٰۃُ وَالسّلام کی رحمت بے کراں کا حصول ہے۔ فاضل بریلوی کے ہاں علم شریعت' قرآن و حدیث اور سچے جذبوں کا توازن ہے۔ وہ استغاثہ بھی پیش کرتے ہیں تو آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

عرش ہے مژدہ بلقیس شفاعت لایا | طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا | یعنی شفیع روز جزا کا کہوں تجھے
سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے | اگر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
انت جہنم نے عدو کو بھی لیا دامن میں | عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست
مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں | تکتا ہے بے کسی میں تیری راہ لے خبر
اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے | میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے | سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت اگر کی ہے
لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں | کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے
منگتے کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی | دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

جب امت اسلام پر بپا ہونے والے صدمات اور مصائب کا ذکر کرتے ہیں تو الطاف حسین حالی کی یہ مناجات ہر عہد کی ترجمانی کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے | امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

یہ استغاثہ یا نوحہ امتِ اسلام سقوطِ بغداد سے لے کر سقوط ڈھاکہ تک ہر عہد اور ہر زمانے میں جو زوال آمادہ مسلمانوں کے رنج والم کا ترجمان ہے۔ حالی کے اس استغاثے نے اردو ادب میں باقاعدہ استغاثہ نگاری کی بنیاد رکھی۔ اسی کیفیت کی ترجمانی کرتی ہوئی رضا بریلوی کی صدائے غمناک ابھری۔

البحر علی والموج طغےٰ من بے کس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا' موری نیا پار لگا جانا

پرشکستہ لمحات میں غم کے ماروں کی نگاہیں سوئے مدینہ ہی اٹھتی ہیں۔ یہاں فاضل بریلوی کے آنسو بارگاہِ رسول میں شرح غم بیان کر رہے ہیں۔

نعت کہتے ہوئے فاضل بریلوی کہیں بھی یاس و قنوطیت کا شکار نہیں ہوتے۔ ان کا حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عشق و ارادت کا رشتہ اس قدر مضبوط' غیر متزلزل اور مستحکم ہے کہ وہ راہ

حیات سے لے کر میدان حشر تک کہیں بھی مایوسی و ناامیدی کو قریب نہیں آنے دیتے۔ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے جس ذات والا صفات کو اپنا رہبر و رہنما مانا ہے وہ محبوب دو عالم اور ممدوح خُدا و ملائکہ ہے۔ یہ وہ ذات ہے جس کے سر اقدس پر شفاعت کا نور آفریں تاج جگمگا رہا ہے۔ جس کے ماتھے پر عفو و درگزر اور لطف و کرم کا جمال اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر اسلام سندیلوی کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

"مگر جہاں تک امام احمد رضا خاں کی شاعری کا تعلق ہے وہ رسمی یا روایتی نہیں۔ آپ کو مذہب سے زبردست علاقہ تھا۔ آپ کو بزرگانِ دین سے عقیدت تھی۔ آپ حب رسول میں غرق تھے اس لیے آپ کی شاعری میں صداقت موجود ہے۔ آپ کی شخصیت اور شاعری میں اس قدر ہم آہنگی اُردو کے بہت کم شعراء کے یہاں نکلے گی۔"

(المیزان۔ امام احمد رضا نمبر ص 466)

اس بات کو آگے بڑھانے میں سید شان الحق حقی کی رائے کا مطالعہ کیجئے:

"میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے مرتبے پر دال ہے۔"

(خیابان رضا ص 66)

ان دونوں آراء کو دیکھتے ہوئے تو ہماری متذکرہ بالا رائے کو تقویت ملتی ہے کہ رضا بریلوی کی روحانی اور فقہی شخصیت اور آپ کی شاعری ایک دوسرے میں گم ہوگئی تھیں۔ حضور عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کی رحمت بے کراں پر آپ کا بھروسہ فقط آپ کی شاعری کا خاصہ ہی نہیں تھا بلکہ آپ اپنی شخصیت اور نظریات کے لحاظ سے اس پر کامل ایمان بھی رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ عنایات اور عنایات بے کراں پر آپ کا کس قدر بھروسہ تھا اس کو آپ نے اس مکالماتی اسلوب میں بیان کیا ہے۔ کمال کی روانی ہے۔ غضب کا لسانی خرام ہے کہ پڑھنے والا آپ کی فکر کی بلند

پروازی کے ساتھ ساتھ محو پرواز نظر آتا ہے۔

بے بسی ہے جو مجھے پرسش اعمال کے وقت
دوستوں کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے
کاش فریاد میری سن کر یہ فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ہاں کوئی دیکھو! یہ کیا شور ہے! غوغا کیا ہے
کون آفت زدہ ہے؟ کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے' صدمہ کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ لِللہ خبر لیجے مری
کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے
یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے' بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال میں پیش
ڈر رہا ہے کہ خُدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رُسل
بندہ بے کس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے
سن کے یہ عرض میری بحرِ کرم جوش میں آئے
یوں ملائک کو ہو ارشاد ٹھہرنا کیا ہے
پھر وہ آیا مرا حامی میرا غم خوار امم
آگئی جاں تنِ بے جاں میں' یہ آنا کیا ہے

اب یہاں احمد رضا فاضل بریلوی کی روح بے قرار کو قرار آنے لگتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

پھر مجھے دامن اقدس میں چھپا لیں سرور اور فرمائیں' ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے
بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا کیسے لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے

صدقے اس رحم کے اس سایہ دامن پہ نثار
اپنے بندے کو مصیبت میں بچایا کیا ہے

اے رضا جان عنا دل ترے نغموں کے نثار
بلبل باغ مدینہ میں ترا کہنا کیا ہے

چھوٹی زمینوں میں دل نشیں اشعار کہنا بہت مشاق شاعر کا کام ہے۔ اس میں زبان بہت آسان اختیار کرنی پڑتی ہے۔ کم از کم لفظوں میں بڑے سے بڑے مضمون کو قلم بند کرنا ہوتا ہے۔ اساتذہ فن کے ہاں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جو چھوٹی زمینوں میں کہے گئے مگر قبولیتِ دوام پا گئے۔ رضا بریلوی نے چھوٹی زمینوں میں نہایت آسان زُبان میں کامیاب نعتیں کہی ہیں۔ مثال کے طور پر چند اشعار درج کیے جاتے ہیں تا کہ آپ کی قادر الکلامی کا یہ پہلو بھی سامنے آ سکے۔

غم ہو گئے بے شمار آقا
بندہ تیرے نثار آقا

مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے
آقا آقا سنوار آقا

عاصیو تھام لو دامن ان کا
وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

او لے یہ جلوہ گہِ جاناں ہے
کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے

دل کو ان سے خُدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خُدا نہ کرے

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

محمد برائے جناب الٰہی
جناب الٰہی برائے محمد

حرزِ جاں ذکرِ شفاعت کیجئے
نار سے بچنے کی صورت کیجئے

آپ ہم سے بڑھ کے ہم پر مہرباں
ہم کریں جرم آپ رحمت کیجئے

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو
سرور ہر دوسرا ہو

ہم وہی تنگِ جفا ہیں
تم وہی جان وفا ہو

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی
پاک ہے روح ہے نورانی ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

مولانا احمد رضا خاں کی شاعری کو وہ کمال حاصل ہوا کہ آج تک اس کی مقبولیت و دلپذیری میں کمی واقع نہیں ہو سکی بلکہ تمام اصحابِ تنقید و تاریخ کے مطابق ہر آنے والا دور آپ کی نعتیہ شاعری کی مقبولیت و ہر دلعزیزی میں اضافہ کر رہا ہے۔ صرف آپ کی نعت گوئی پر ہی ڈاکٹریٹ اور ایم فل کی ڈگریوں کے علاوہ یونیورسٹیوں کے مقالہ جات کا شمار کرنے بیٹھیں تو عقل محوِ حیرت ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے آپ کی نعتیہ شاعری کا احاطہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

> ''کسی ایک نعت گو نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کی ہیں بلکہ ان کے زیر اثر ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ ان کی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے دوسرے شاعروں کو نعت گوئی کی ترغیب دی ہے۔ سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آج بھی ان کا کلام ایک مؤثر تحریکِ نعت کا درجہ رکھتا ہے۔''

جوں جوں ہم رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کی گہرائیوں میں اترتے ہیں' ان کا وجود ایک رجحان ساز شاعر کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کے باطنی جذبات کو اپنی قلبی واردات سے ہم آہنگ اور مربوط کر کے صنف نعت کو نئے تخلیقی امکانات سے روشناس کرایا۔ قلبی تطہیر' ذہنی طہارت' ایمان افروزی کی بدولت ان کی نعتیں دنیائے شعر و سخن کے نعتیہ ادب کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ بہت سے تذکرہ نگاروں نے انہیں اپنی ذات میں ایک پوری کائنات اور نعت کا ایک مکمل دبستان تسلیم کیا ہے۔ بلاشبہ ''حدائقِ بخشش'' فن کا معجزہ اور سرچشمہ فیض ہے۔ ''حدائقِ بخشش'' میں حضرت رضا بریلوی نے بعض مشہور اساتذہ فن کی زمینوں میں بھی طبع آزمائیاں کی ہیں۔ اس سے ان کا مقصود تفاخرفن کا اظہار نہیں تھا بلکہ وہ توصیف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہر رنگ اور ہر پیرایہ اختیار کرنا چاہتے تھے۔ اسد اللہ غالب نے ''کیوں'' کی ردیف میں ایک غزل کہی جبکہ امام احمد رضا نے اس ردیف میں دو نعتیں کہی ہیں۔ کالی داس گپتا رضا نے غالب اور رضا بریلوی کے ایک ایک شعر کے حوالے سے موازنہ پیش کیا ہے۔

غالب ۔

ہاں نہیں وہ خُدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

رضا ۔

پھر کے گلی گلی بتاہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خُدا تیری گلی سے جائے کیوں

کالی داس گپتا رضا لکھتے ہیں۔ مولانا نے ''میں'' کو ''سے'' سے بدل کر نعت کہنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ نعت اور غزل کو یک جان کرنا اسی کو کہتے ہیں۔

(سہو و سراغ۔ المیزان کا امام احمد رضا نمبر)

ان کا موازنہ ایک اور شعر میں دیکھیے : غالب ۔

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

رضا ۔

یادِ حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں؟

دونوں کے ہاں اسلوب کا بانکپن خوب ہے لیکن غالب کے یہاں قنوطیت ہے اور رضا کے ہاں رجائیت۔ دوسری نعت کے دو تین اشعار میں اسلوب کا بانکپن دیکھیے۔

یادِ حرم ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں؟
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا بٹھائی کیوں؟
کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں؟

اسی طرح غالب کی ایک غزل ''کہ یوں'' کی ردیف میں ہے۔ یہ نہایت مشکل ردیف ہے

جس سے غالب جیسا بلند فکر ہی عہدہ برآ ہو سکتا تھا مگر یہاں بھی امام احمد رضا کا قلم اپنے فنِ نعت گوئی کی جولانیاں دکھاتا نظر آتا ہے۔

قصرِ دنی کی راہ میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روحِ قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں
دل کو دے نور و داغ عشق پھر میں فدا دونیم کر
مانا ہے سن کے شق ماہ کہ آنکھ سے اب دکھا کہ یوں
دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور
اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں

اسی طرح آپ کی بعض نعتیں امیر مینائی' داغ دہلوی کی زمین اور ردیفوں میں بھی ملتی ہیں جن میں آپ نے اسلوب کے بانکپن سے اشعار کے ایسے ایسے گل و سمن کھلائے ہیں جن سے ان کی معنی آفرینی' انداز بیان' سر بلند تخیل اور لطافت خیال کا اظہار ہوتا ہے ورنہ جہاں تک تقابل کا تعلق ہے تو نہ تو وہ امام احمد رضا کے پیش نظر تھا اور نہ ہی ہمارا موضوع ہے۔

سراپا نگاری ہر دور کے شعراء کے پیش نظر رہی ہے۔ عربی' فارسی' اردو اور پنجابی سمیت تمام زبانوں کے شعراء نے اپنے اپنے اندازِ فکر کے مطابق حضور عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سراپائے اقدس کے بارے میں رقم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو میں محسن کاکوروی کی شاعری اس کی روشن مثال ہے۔ لیکن اس ضمن میں جو کمال امام احمد رضا کے حصے میں آیا وہ کسی اور کا مقدر نہیں بن سکا۔ متفرق نعتیہ اشعار اپنی جگہ' ان کی نعتوں میں تو بعض مقامات پر سراپا نگاری کے حوالے سے مسلسل اشعار جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ قصیدہ سلامیہ میں تو سراپا نگاری کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ اس ضمن میں چند ایسے اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں حضور عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سراپائے مبارک کی نورانی جھلکیاں دلوں کے ایوانوں کو جگمگاتی محسوس ہوتی ہیں۔ محبوبان مجازی کا سراپا لکھتے ہوئے مبالغہ آرائی اپنی بلندیوں کو چھونے لگتی ہے مگر نعت میں تو مبالغہ آرائی بھی پابند شریعت ہو کر رہ جاتی ہے اور پھر امام احمد رضا کا قلم جو شریعت کی حدود سے لحہ بھر بھٹکنے کو بھی تیار

نہیں ہے ملاحظہ فرمائیے ۔

سر تا بقدم ہے تن سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں درِ عدن، لعل یمن، مشک ختن پھول

کیا غازہ ملا گرد مدینہ کا جو ہے آج
نکھرے ہوئے جوبن میں قیامت کی پھبن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے میرے آقا کا دہن پھول

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی ﷺ

گلزارِ قدس کا گل رنگیں کہوں تجھے
درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہار عارض
ظلمتِ حشر کو دن کر دے نہار عارض

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحب قرآن کو شہا
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہار عارض

ہم تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے فقط یہ عرض کرنا چاہیں گے ''حدائق بخشش'' کے دوسرے درجنوں اشعار کے ساتھ ساتھ آپ کے قصیدہ سلامیہ کے پہلے حصے کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ قصیدہ سلامیہ کے اشعار میں آپ کے سر اقدس کے گیسوؤں سے لے کر آپ کے پائے

اقدس کے ناخنوں تک کو شعری حسن عطا کیا گیا ہے۔

لیلۃ القدر میں' مطلع الفجر میں — مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

جس کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی — ان سجدوں کی لطافت پے لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

غرضیکہ ہم اس حوالے سے بھی امام احمد رضا کی شاعری کا مطالعہ کریں تو یہاں بھی ایک حیرت کدہ نظر آتا ہے کہ آپ کے قلم نے جدھر بھی رخ کیا' اپنی قادر الکلامی اور شعری سرفرازی کے سکے بٹھا دیئے۔ آپ نے سراپا نگاری میں اگر تشبیہات و تراکیب اور دوسرے صنائع بدائع کا استعمال کیا ہے مگر دامانِ شریعت کو کہیں بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ یہاں بھی آپ کی انفرادی احتیاط پسندی شعریت اور شریعت کے امتزاج کا خراج لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ امام احمد رضا نے قصائد بھی رقم کیے مگر شاہانِ عجم کے نہیں۔ قصیدہ ایک مشکل صنف سخن ہے جو بہت سے لوازمات کا تقاضا کرتا ہے مگر احمد رضا تو بہت پہلے ہی یہ اعلان کر چکے ہیں۔

کرے مدح اہلِ دوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

آپ کی فضیلت مآبی اور علمی مقام و مرتبہ کو دیکھتے ہوئے کئی ریاستوں کے امرا اور سلاطین نے آپ سے اپنے ہاں آنے کی درخواست کے ساتھ ساتھ یہ استدعا بھی کی کہ وہ آپ کے علمی اشغال کے تسلسل کے لیے مستقل اعزازی وظائف بھی مقرر کریں گے مگر جو محبت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں بازارِ حسن حضور علیہ التحیۃ والثنا میں بک چکا ہو وہ کسی اور خریدار کی طرف کیا دیکھے۔ آپ نے بصد خلوص انکار فرما دیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ میرے رب کریم نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے اتنا کچھ عطا کر رکھا ہے کہ اب کسی اور جانب نظر ہی نہیں اٹھتی......
شاہان عجم اور سلاطین ہند کی پیش کشوں کو آپ نے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور پھر جب سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قصیدہ نگاری کی جانب متوجہ ہوئے تو انوار کی برسات ہونے لگی۔ کس کس قصیدہ کا ذکر کیجئے ہر جگہ ہی عقیدت اور محبت و وارفتگی کا حسن پھیلا ہوا ہے۔ چند قصائد کے

مطلع پیش نظر ہیں۔

قصیدہ نوریہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

قصیدہ سلامیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

قصیدہ معراجیہ

وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

قصیدہ درود

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

ان طویل قصائد کے علاوہ آپ نے حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، سیدہ خاتون جنت اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہما کی شان میں بھی مختصر قصائد کہے ہیں۔ ان قصائد کے علاوہ آپ نے ایک قصیدہ در ''اصلاحات ہیئت'' بھی کہا ہے۔ یہ بھی نعتیہ قصیدہ ہے جس میں تمام تر علمِ ہیئت اور علمِ نجوم کی اصطلاحات ہیں۔ پورا قصیدہ 155 اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ کی بدولت جہاں آپ صنف قصیدہ پر غیر معمولی دسترس رکھتے دکھائی دیتے ہیں وہاں علم ہیئت اور علمِ نجوم آپ کے افکار کی کاسہ گدائی کرتے نظر آتے ہیں سچ ہے کہ

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

آپ کی علمی و فقہی اور شعری بلندیوں کے حوالے سے فکرِ رضا کے عظیم نقاد اختر الحامدی کی رائے ملاحظہ ہو:

"آپ کا مجموعہ "حدائقِ بخشش" نہ صرف عشق حبیب کی شعری تصویر ہے بلکہ نعت حبیب کا وہ مشرق ہے جس سے آفتاب عرب کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں جو آنکھوں کے راستے دل میں اتر کر کائناتِ حیات کو منور کر دیتی ہیں۔ سوز و درد اور جذب و اثر نے الفاظ کو گویا زبان دے دی ہے اور وہ کوئے حبیب کی حدیثِ عشق سنا رہے ہیں۔ یہ خصوصیت' یہ انداز بیان یہ سلیقہ نعت آپ کے علاوہ اور کسی کے ہاں نظر نہیں آتا۔ آپ نے الفاظ میں عشق حبیب کا وہ طلسم پھونک دیا ہے کہ مفاہیم کی پرت پرت کھولتے چلے جایئے مگر شاعر کے جذبے کی گہرائی ہاتھ میں نہیں آنے پائی۔"

(معارف رضا' سالنامہ 1986 ص 167)

جس سلیقہ نعت کا اختر الحامدی نے تذکرہ کیا ہے اسے اسلوب کی انفرادیت اور بیان کی یکتائی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی مدد سے شاعر اپنے حسن تخیل اور حقائق کے امتزاج سے زبان و بیان کا حسن بکھیر کر اس انداز میں بات کہہ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیرت میں گم ہو جاتے ہیں۔ ایک حقیقت کو شاعری کا ملبوس عطا کر دینا یا ایک مسلمہ بات کو اسلوب کی ندرت کی بدولت ایسے بیان کرنا کسی اور کو سوجھی ہی نہ ہو۔ طرز ادا کی یہی رنگینی اور طرفگی ہی رضا بریلوی کے کلام کو دوام بخش رہی ہے۔ شاہ احمد رضا نے اپنے علم و فضل' زبان و بیان کی مہارت' شعری حرکیت اور ان سب پر مستزاد محبت رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حدت و شدت کو بروئے کار لا کر اپنی شاعری کو اسلوب کا بانکپن بخشا ہے۔

عرش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا	دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو
جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی	پھر دکھا دے وہ ادائے گل خنداں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تیری بے تابی سے　　چین لینے دے تپ سینہ سوزاں ہم کو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم المرسلینی امتِ اسلام کا مسلمہ ایمان ہے۔ رضا بریلوی کے ہاں یہ مضمون ایک نئے انداز میں دیکھیے۔

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی　　چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

درج ذیل شعر دیکھیے کہ آپ نے امتناع النظیر کے مشکل مسئلہ کو کس طرزِ ادا سے آسان اور زود فہم بنا دیا ہے۔

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثال ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سروِ چماں نہیں

فاضل بریلوی اپنی دلی کیفیات اور قلبی واردات کا اظہار طرز ادا کی کس رنگینی اور بانکپن سے کرتے ہیں، ایک نظر دیکھئے۔

دل کو ان سے خُدا جدا نہ کرے　　بے کسی لوٹ لے خُدا نہ کرے
دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے　　ارے ترا برا خُدا نہ کرے

حسین تشبیہات اور استعارات کے ساتھ اسلوب بیان کا انوکھا پن دیکھیے۔ زمین بھی مشکل ہے اور یہ اشعار وصفِ گیسوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کیے گئے ہیں۔

کعبہ جاں کو پہنایا ہے غلاف مشکیں　　اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو
سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں　　سجدہ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو
مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں آئیں　　ابروؤں پر وہ جھکے جھوم کے سارے گیسو

امام احمد رضا کی اسی قادر الکلامی اور زبان و بیان کی ندرت کے لحاظ سے مشہور محقق شمس بریلوی کی اس رائے کو پیش نظر رکھتے:

"جناب رضا قدس سرہ خاصانِ بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت ممتاز تھے۔ آپ کے یہاں منزل عشق کے تمام مدارج موجود ہیں۔ آپ نے اس راہ کو بڑی احتیاط سے طے فرمایا ہے۔ آپ نے فراق کا بیان بھی

ملاحظہ فرمایا اور فراق کی ستم رانیوں کا ذکر بھی سنا۔ دیارِ محبوب کا اشتیاق بھی ہے اور درِ محبوب پر عرض بھی فرما رہے ہیں لیکن تقدس و تکریم کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹتا اور یہی وہ خصوصیت ہے جو جناب رضا کو تمام نعت گو شعراء میں اسی طرح ممتاز کرتی ہے جس طرح علمِ شریعت و طریقت میں آپ کا مقام دیگر علمائے کرام سے بہت ارفع و اعلیٰ تھا۔" (علامہ شمس بریلوی، حدائقِ بخشش کا ادبی جائزہ، ص 225)

گویا تمام محققین اور صاحبانِ اسرارِ تحقیق اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت احمد رضا خاں کے مضامین میں غیر معمولی تنوع پایا جاتا ہے۔ انہوں نے نعت کے میدان کو چنا اور اس میں ہر قسم کے مضامین بیان کر کے ثابت کر دیا کہ نعت ہر قسم کے تخیلات کو شعری جامہ پہنانے کی قوت رکھتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ صنفِ نعت کے تقدس اور پاکیزگی کو کسی لحہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے اور ممدوحِ نعت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ عالیہ کے انوار سے دل و جاں کو ہر آن بسا کر رکھا جائے۔ احمد رضا خاں کی شعری بلندیوں کا کیا کہنا آپ نے تو پامال سے پامال مضامین کو بھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے تروتازہ اور حاصلِ ادب بنا دیا ہے۔

یہاں ہم احمد رضا خاں کے چند ایسے اشعار درج کر رہے ہیں جو ان کے فکری شکوہ کی علامت ہیں اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسنِ بیان نے مضمون کو کیا سے کیا بنا دیا۔ آپ نے حضور عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کی آمد کا تصور نگاہوں میں بسا رکھا ہے۔

الٰہی منتظر ہوں وہ خرامِ ناز فرمائیں ۔۔۔ بچھا رکھا ہے فرشِ آنکھوں نے کم خواب بصارت کا

رضائے خستہ جوشِ بحرِ عصیاں سے نہ گھبرانا ۔۔۔ کبھی تو ہاتھ آ جائے گا دامن ان کی رحمت کا

اور یہاں بھی رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور دیکھیے۔

بیچ ہے آگ کا دریا حائل ۔۔۔ قصد اس پار ہے کیا ہوتا ہے

کیوں رضا کڑھتے ہو ہنستے اٹھو ۔۔۔ جب وہ غفار ہے کیا ہوتا ہے

یا پھر تکوینِ عالم پر یہ اشعار دیکھیے۔

انہی کی بو مایہ سمن ہے انہی کا جلوہ چمن چمن ہے
انہی سے گلشن مہک رہے ہیں انہی کی رنگت گلاب میں ہے

خُدا بھی کریم ہے اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمہ تن کرم بنایا ہے۔ خُدا تو خالقِ کائنات ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب شش جہات۔ رب دو عالم نے اپنے محبوب کو عظمتوں کی وہ بلندیاں عطا کیں کہ انسانی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام تر نورانی اور بشری سرفرازیاں حاصل کر کے بھی کمال عجز سے خود کو خُدا کے سامنے شکرگزار بندہ تصور کرتے ہیں۔ نعت میں افراط و تفریط کی گنجائش نہیں بڑے بڑے صاحبانِ فکر فرطِ عشق میں جادہ حق سے بھٹک گئے اور حمد و نعت میں قدرے شوخ بیانی کا مظاہرہ کر گئے مگر یہاں تھے امتِ اِسلام کے سب سے بڑے فقیہہ اور شریعت پر حد درجہ دسترس رکھنے والے احمد خاں جو اپنے اشعار اور نثر میں زمانے بھر کو حمد و نعت کا امتیاز سکھا رہے ہیں۔ آیئے ہم اس ایمان آفرین ماحول کا ایک جلوہ دیکھنے کے لیے ان کے تین چار اشعار پیش کرتے ہیں۔

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری حیراں ہوں میرے شاہا میں کیا کیا کہوں تجھے
گلزارِ قدس کا گل رنگیں ادا کیوں درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے

اس طویل نعت کا یہ مقطع ہمیں شاہ احمد رضا خاں کی زبان سے آداب عبدیت سکھا جاتا ہے۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ خلق کا مولا کہوں تجھے

تاریخ نعت گوئی کا مطالعہ جہاں ہمیں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے شعری کمالات سے آگاہی بخشتا ہے، وہاں یہ احساس بھی عطا کرتا ہے کہ احمد رضا خاں کو یہ شعری مقبولیت اور تاریخ میں ہر دلعزیزی کس طور عطا ہوئی۔ اگر ہم اس حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے آگے بڑھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ فاضل بریلوی کی جملہ شعری خوبیوں کا حقیقی ماخذ ان کی قرآن فہمی تھی۔ آپ قرآن حکیم کے مترجم ہی نہیں مفسر بھی تھے۔ زندگی بھر قرآن حکیم کی تجلیات سے ظلمت زدہ دلوں کو منور کرتے رہے۔ قرآن حکیم کے مطالعہ نے ہی کمال درجہ کی احتیاط پسندی سکھائی۔ یہ آپ ہی کا کمال ہے کہ حد درجہ

احتیاط پسندی کے باوجود آپ کا کلام مقبولیتِ عام کی آخری منازل کو چھو رہا ہے اور تحدیثِ نعمت کے طور پر اس حقیقت کا اظہار فرما رہے ہیں۔

رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیر دیوان سے ہمیشہ صحبت ارباب شعر سے ہوں نفور
نہ اپنے کاموں سے تضیعِ وقت کی فرصت نہ اپنی وضعِ کے قابل کہ اس میں ہوں مشہور
رہی وبال سے اس کے مجھے سبک دوشی کہ ویسے ہی ہے سر پہ گراں بار جرم وقصور
مگر جو ہاتف غیبی مجھے بتاتا ہے زباں تک اسے لاتا ہوں لیکن بمدحِ حضور

یہ ہاتف غیبی ہی ہے جو ان سے ایسی نعتیہ شاعری لکھوا رہا ہے جس کا ہر شعر دوام کا حامل ہے۔ کس حسن بیان سے اپنی نعت گوئی کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

قرآن حکیم سے آگے بڑھے تو شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے دامانِ نور کشادہ کر دیا۔ قرآن حکیم اور قرآن ناطق عَلَيهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام جدا جدا تو نہیں ہیں۔ ایک قرآن تیس پاروں کی صورت میں انوارِ کریم لٹا رہا ہے جبکہ قرآن ناطق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن مجید کی عملی شرح روشن ہیں۔ فاضل بریلوی نے قرآن حکیم اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات قدسیہ سے بھرپور روشنی اور راہنمائی لی اور تمام زندگی اس پر نازاں رہے کہ انہیں نعت نگاری کی بدولت ہی قرآن اور تعلیمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عوام الناس تک پہنچانے کی سعادت عطا ہوئی ہے۔ لیکن یہاں بھی عاجزی اور فروتنی پیش نظر ہے اور زمانے بھر سے بے نیاز ہو کر مدحِ رسول ہی میں فنا ہو جانا چاہتے ہیں ملاحظہ ہو۔

کس منہ سے کہوں رشک عنادل ہوں میں شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں
حقا کہ کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو ہاں یہ ہے کہ نقص میں کامل ہوں میں

آج تمام نعت گو حضرت فاضل بریلوی کو ''امام سخن گویاں'' قرار دیتے ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری کا سورج جب ایک بار چمکا تو پھر اس کی روشنی کبھی ماند نہ پڑ سکی۔ بلکہ ہر آنے والے دور کا

شاعر جب مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ذہن وفکر کو آمادہ کرتا ہے تو احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے کلام بلاغت نظام سے راہنمائی ضرور حاصل کرتا ہے۔ جب ایشیا کی مساجد سے لے کر یورپ کے اسلامی مراکز تک ہر جگہ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کی صدائیں ابھرتی ہیں تو جہاں اصحابِ نظر کی پلکیں عشق وعقیدت کے آنسوؤں سے نم ہو جاتی ہیں وہاں تصورات کے نہاں خانوں میں نعت گو احمد رضا خاں کا جو روشن سراپا ابھرتا ہے وہ اس قدر سر بلند اور سرفراز ہے کہ ان کے معاصرین اور عصر حاضر کے نعت گو شعراء کا وجود اپنی تمام تر بلند قامتی کے باوجود اس کے سامنے سر عقیدت خم کرتا نظر آتا ہے۔ آپ نے زندگی بھر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصلِ ایمان سمجھے رکھا۔ اور خُدا گواہ ہے کہ اس سے بڑی حقیقت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اسی موضوع سے متعلق آپ کے اس جاوداں جاوداں شعر پر اس تحریر کا اختتام کر رہے ہیں۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

حدائقِ بخشش اور میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عشاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوش بخت قافلے کا جب بھی ذکر چھڑتا ہے تو ایک نام تمام تر فکری شکوہ اور رُوحانی وقار کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ وہ نام امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا ہے جن کا اندازِ فکر ایک زمانے کا انداز ٹھہرا اور جن کی عہد آفریں سوچ نے قلزم حالات کے رخ کو بدل کر رکھ دیا۔ آپ ایک نامور فقیہہ' نادرِ روزگار مفکر' یگانہ عالم محدثؒ' بے مثال نکتہ دان' بے بدل مصنف' صاحب کمال شاعر' لازوال ادیب اور عصرِ حاضر کے وہ صاحب اسلوب انشاء پرداز تھے جن کے تحقیقی اسلوب نے بے شمار قلوب و اذہان کو اپنی ایمانی تب و تاب سے جگمگا دیا۔ آپ ایک جامع الصفات شخصیت اور متاثر کن علمی تجر کے حامل عالمِ دین تھے لیکن آپ کی جس صفت خاص سے آپ کی جملہ صفات کو روشنی عطا ہوئی وہ آپ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا بصد افتخار تذکرہ تو کیا جا سکتا ہے مگر جس کی مثال ڈھونڈنے کے لیے قرونِ اولیٰ اور قرونِ وسطیٰ کے اہل ایمان کا تصور کرنا پڑتا ہے۔ یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیضان تھا کہ آپ کو برصغیر میں دوقومی نظریہ اسلام کے احیاء کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی جملہ تصانیف اس حقیقت کی شارح ہیں کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ قدس میں ادنیٰ سی گستاخی کے ارتکاب کو ایمان ساقط ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔

''حدائقِ بخشش'' امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ سدا بہار شعری سرمایہ ہے کہ جس کے اشعار کی خوشبو سے گلشنِ عقیدت ہمیشہ مہکتا رہے گا۔ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ موضوع ہے جس پر صدیوں کے تواتر سے ہر دور میں بہت کچھ لکھا گیا ہے بلکہ یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہر دور کے ادیبوں' شاعروں' دانشوروں اور علماء و فقہاء نے اس موضوع کو اپنے لیے

حاصلِ حیات سمجھتے ہوئے اپنی تمام فکری رعنائیاں اس کی نذر کر دی ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا احمد رضا خاں نے اس موضوعِ پاک کو نہ صرف اپنی نثری اور فقہی عظمتوں کا ہدیہ پیش کیا ہے بلکہ اپنی نعتیہ شاعری میں جا بجا اس موضوع کے حوالے سے کبھی نہ بجھ سکنے والے چراغ روشن کیے ہیں۔ اس ضمن میں یہ امر خاص طور سے قابلِ ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی نعتوں میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کو بطور خاص ملحوظ نظر رکھا ہے۔ ان کی شاعری قرآن و احادیث کے حوالے سے عظمت و شانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔

قرآن بجائے خود نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کی مقدس سورتیں اور مبارک آیات حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کمالات و خصائص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قرآن حکیم سے کس طور راہنمائی حاصل کی ہے اس کا اظہار ان کی اِس رباعی سے ہوتا ہے۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

اس تمہید سے ہمارا مقصود اس حقیقت کو اجاگر کرنا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ولادت و بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے لیے سب سے بڑی سعادت جان کر شریعت کے تقاضوں کی بجا آوری کماحقہ کی ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے نعتیہ اشعار میں ان بشارات اور محاسن قدسیہ کا ذکر بھی ملتا ہے جن سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خاص نوازا گیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک سے پہلے خطہ عرب دنیا میں سب سے زیادہ برائیوں اور گناہوں کا مرکز تھا۔ پورا عالمِ انسانیت امن وسکون کے لیے ترس رہا تھا۔ یہ جہاں ظلمت کدے میں تبدیل ہو چکا تھا اور کہیں سے ایمان کی روشنی پھوٹتی ہوئی نظر نہیں آتی تھی۔ مجبور اور مقہور انسان ان بشارات کی تعبیر کے منتظر تھے جو ظہور محمدی کے نام پر مقدس صحائف اور کتب سماوی میں موجود تھیں۔ چاروں طرف سے ٹھوکریں کھانے والے تاریخ انسانیت کے اس سب سے بڑے نجات دہندہ کی آمد کے لیے سراپا انتظار تھے جسے احمد اور محمد کے اسمائے گرامی سے یاد

کیا جاتا تھا۔ ظلم و تشدد اور حرص و ہوس کے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی دُہائی دے کر رحمتِ ایزدی کو آواز دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک نعت میں حضور عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایمان و یقین کا مہر منور قرار دے کر اہل نظر کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کس بیتابی سے نورِ محمدی کا منتظر ہے۔

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے
گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خُدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے
خُدائے قہار سے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے
جلی ہے سوز جگر سے جاں تک ہے طالب جلوہ مبارک
دکھا دو وہ لب کہ آب حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے

زمانہ جن بشاراتِ قدسیہ کے ظہور کا منتظر تھا وہ وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کر رہی تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیف ''ختم النبوۃ'' میں مندرج اس بشارت کا تذکرہ یقیناً اہل ایمان کے لیے روحانی بالیدگی کا باعث بنے گا:

''ابونعیم بطریق شہر بن حوشب اور ابن عساکر بطریق میتب بن رافع وغیرہ حضرت کعب احبار سے راوی۔ انہوں نے فرمایا میرے باپ اعلم علمائے تورات تھے۔ اللہ عزوجل نے جو کچھ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر اتارا اس کا علم ان کے برابر کسی کو نہ تھا۔ وہ اپنے علم سے کوئی شے مجھ سے نہ چھپاتے۔ جب مرنے لگے مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم سے کوئی شئے تجھ سے نہ چھپائی مگر ہاں دو ورق روک

رکھے ہیں۔ ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آ پہنچا۔ میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نکل کھڑا ہو تو تُو اس کی پیروی کر لے۔ یہ طاق تیرے سامنے ہے۔ میں نے اس میں دو اوراق رکھ کر اوپر سے مٹی لگا دی ہے۔ ابھی ان سے تعرض نہ کرنا نہ انہیں دیکھنا۔ جب وہ نبی جلوہ فرما ہو اگر اللہ تعالیٰ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ مر گئے۔ ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ان دو ورقوں کے دیکھنے کا شوق ہر چیز سے زیادہ تھا۔ میں نے طاق کھولا ورق نکالے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں لکھا ہے:

''محمد رسول الله خاتم النبین لا نبی بعده مولده بمكة و مهاجره بطیبه الحدیث۔''

(ختم النبوہ صفحہ 16)

اور پھر وہ ساعت سعید آ پہنچی جو دعاؤں کی قبولیت اور تمناؤں کے باریاب ہونے کی ساعت تھی۔ یہ وہ مبارک گھڑی تھی کہ جب رحمت خُداوندی کا ابر بے کنار پوری شدت کے ساتھ برسنے کو تھا۔ مظلوموں کے آنسوؤں کو لعل جواہر کی چمک عطا ہونے والی تھی۔ غم و آلام کے زندانیوں کو رہائی عطا ہونے والی تھی۔ ستم رسیدگانِ ہستی کے آلام کا مداوا ہونے والا تھا۔ وہ کیا منظر تھا' کیسا سماں تھا' کیا سہانی صبح تھی' کیا کیف آور فضائیں تھیں' کیا وجد آفریں ہوائیں تھیں' مرادوں کے غنچے کھل رہے تھے۔ دکھوں کی خزاں گلستانِ ہستی سے رخصت ہو رہی تھی۔ پرانوار اجالے کی نوید لے کر کبھی نہ غروب ہونے والا سورج طلوع ہونے والا تھا۔ اس منظر کو احمد رضا بریلوی کیسے اپنی خُداداد مہارتِ فن سے قلمبند کرتے ہیں اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا　　صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا　　مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا

بارھویں کے چاند کا مُجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

صبح کر دی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہوگیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

اس طویل نعت میں جسے قصیدہ نور بھی کہہ سکتے ہیں' مولانا احمد رضا خاں نے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد اقدس کا جشن مناتے ہوئے آپ کے حسن جہاں افروز کا بھی جی کھول کر تذکرہ کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' نور علی نور ہیں اور اس نعتیہ قصیدہ کی ردیف ہی اس مظہرِ نور خُداوندی کے انوارِ ظاہر و باطن کو منکشف کر رہی ہے جس کی پذیرائی کی خاطر یہ بزم دو عالم تخلیق ہوئی۔ یہ نعت ایک لحاظ سے قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْن کی نورانی تفسیر ہے۔ سراپائے مصطفوی کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے جس ہستی والا صفات کے میلاد کا جشن منایا جا رہا ہے وہ کس قدر حسین' اجمل' اکمل اور پاکیزہ ہے۔

پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

مصحفِ عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لو سیہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

کٓ گیسو ہٰ دہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قدسی ایسے غیر معمولی واقعہ کی حیثیت رکھتی تھی کہ جس کی گزشتہ صدیوں اور ادوار میں مثال ملنا ناممکن ہے۔ ہر نبی اور پیغمبر اپنے اپنے دورِ نبوت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سراپا انتظار رہا اور پھر جوں جوں آپ کے ظہور کی

صدیاں قریب آتی گئیں تو آپ کے وجود اقدس کے بارے میں بشارات کو چھپانے کی کوشش کی مگر سچائی سر چڑھ کر بولتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بعض حق گو یہودی اور نصرانی علماء نے تعصبات کی گرد کا پردہ چاک کر کے اس امر کا اعلان کرنا ضروری سمجھا کہ مکے میں خاتم النبیین کے ظہور کی ساعتیں قریب آ رہی ہیں اور آپ ہی وہ نبی ہوں گے جن کا کتب آسمانی میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک یہودی عالم کی حق گوئی کا انداز دیکھیے۔

"ابونعیم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ میں سات برس کا تھا ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لیے چیخ رہا ہے۔ لوگ اس کی آواز پر جمع ہوئے' وہ بولا هذا كوكب احمد قدطلع هذا كوكب لا يطلع الا بالنبوة ولم يبق من الانبياء الاحمد یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارہ کسی نبی کی پیدائش پر طلوع کرتا ہے اور اب انبیاء ہیں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(ختم النبوۃ از مولانا احمد رضا خاں بریلوی صفحہ 20)

ان سعادتوں کے حوالے سے رضا بریلوی یوں مدحت سرا ہیں۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا   نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرشِ خُدا پر جلوس   ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں   شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی   چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے   پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے   ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

مولانا احمد رضا بریلوی نے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق وعقیدت کے آئینے میں سو سو طرح سے جلوہ گر دیکھا ہے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کو نئے نئے اسلوب عطا کیے اور شاعری کو غزل کے شبستان ہوس سے نکال کر نعت کے گلستانِ سدا بہار کی

زینت بنا دیا۔ آپ سے پہلے اردو میں میلاد نامے یا مولود نامے قسم کی کئی شعری تصانیف نظر آتی ہیں مگر ان میں اس قدر رَطب و یابِس ہے کہ صداقتیں روایات کے بوجھ تلے چھپی محسوس ہوتی ہیں۔ جناب احمد رضا نے شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کرتے ہوئے جب نعت کہی تو اسے قبولیتِ عام اور شہرتِ دوام کا وہ منصب نصیب ہوا کہ جو آج تک نعتیہ شاعری کے حوالے سے کسی کا مقدر نہیں بن سکا۔ مشہور نقاد نیاز فتح پوری کے لفظوں میں:

> ''شعر و ادب میرا خاص موضوع ہے۔ میں نے مولانا بریلوی کا کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام کا پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگئ رسولِ عربی ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔''

اسی وابستگئ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حضرت رضا بریلوی خود کہتے ہیں۔

کروں مدحِ اہلِ دوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف و ثناء کو وظیفہ حیات بنانے والے احمد رضا خاں جب ولادت مصطفوی کا تصور کرتے ہیں تو اس دن کی عظمت' ہیبت اور جلالت ان کے دل پر نقش ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں ۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا
تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

رضا بریلوی کے نزدیک میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا موضوع ہے کہ جس میں کیف سامانیاں اپنے عروج کو چھونے لگتی ہیں۔ بلبلیں مستِ نغمہ ہونے لگتی ہیں۔ فکر و آگہی کے عنادل نغمہ سنجی کرنے لگتے ہیں۔ عشق و سرمستی کی آبشاریں رحمت ایزدی کے زمزمے الاپنے لگتی ہیں۔ ذہن و

ادراک کی کلیاں مہکنے لگتی ہیں۔ کلک عنبر بارِ عقیدت کی روشنائی میں غسل کر کے الصّلوٰۃ وَالسّلام یا سیدی کی خوشبو لٹانے لگتا ہے۔ چونکہ جناب احمد رضا کے لیے شاعری حقیقت میں حصولِ سعادتِ دارین کا ذریعہ ہے اس لیے ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بے خود و سرشار رہنے میں ہی عافیت اور سلامتی تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے بیسیوں مقامات پر میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ انوکھے اور دلکش انداز سے۔ یہ ان کی شعری انفرادیت بھی ہے اور ندرتِ خیال بھی۔

اس سلسلہ میں ان کا شہرہ آفاق سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ بعثتِ نبی کریم اور محاسن و خصائصِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس منظر میں نہایت ہی ایمان افروز تحریر ہے۔ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر بھی ہے اور آپ کے اوصاف' کمالات کا تذکرہ بھی۔ آپ کے سراپائے انور کی جھلک بھی ہے اور آپ کے اسوہ حسنہ کی چمک بھی۔ یہ سلام مقبولیت کے لحاظ سے شہکار اور شعری محاسن کے لحاظ سے مستند حوالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور عَلَیہِ الصّلوٰۃ وَالسّلام کی بارگاہِ پناہ میں سلام شوق کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی یوں بکھیرتے ہیں ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے
جلوہ ریزی دعوت پہ لاکھوں سلام

انتہائے دوئی ابتدائی یکی
جمع تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام

ربِ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدے پہ روز اول سے درود
یادگاری امت پہ لاکھوں سلام

اس سلام میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن مناتے مناتے جب طبیعت لہرائی تو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن روشن خدوخال میں کھو گئے۔ جمالِ مصطفوی کی لمعہ افشانیوں

نے انہیں اس شدت کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کیا کہ یہ تخیل و تصور میں جمالِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظاروں میں گم ہو گئے۔ جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں انہوں نے جو کچھ رقم کیا ہے' اس میں سستی روایت پسندی یا مستعار لفظوں کی بناوٹ نہیں ہے بلکہ اس میں ایسی جدتِ فکر اور شوکتِ قلم کے نمونے ملتے ہیں جن کی اصل قرآن مجید یا احادیثِ مقدسہ سے عبارت ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے پورا پورا خیال رکھا ہے کہ احادیث مبارکہ کی حقیقی روح کو اپنے اشعار میں پیوست کر لیں۔ انہوں نے جس شانِ عقیدت کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کیا ہے اس پر ایک نظر ڈال کر ہی ''شمائل ترمذی'' کے اردو قالب میں ڈھلنے کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ سلامِ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی نادر روزگار تفسیر ہے جس کا مطالعہ دلوں کو ایمان کا گداز بخشنے لگتا ہے۔ اس سلام بلاغت نظام سے حضور عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کے نورآفریں خدوخال کا ایک نمونہ دیکھیے۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

ان کی آنکھوں میں وہ سایہ افگن مژہ
ظلہ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

اسی نعتیہ سلام سے آپ کے غیر فانی کمالات' محاسن و محامد اور فیوض و برکات کا ایک پرتو ملاحظہ ہو۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں　انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا　اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

بھائیوں کے لیے ترکِ پستاں کریں　دودھ پیتوں کی نَصفت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی　آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم　اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

مولانا احمد رضا بریلوی سمجھتے ہیں کہ خُدائے کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دستِ قدرت سے وہ حسنِ ظاہر و باطن عطا کیا ہے کہ دونوں جہاں کی رفعتیں اس پر تصدق کی جا سکتی ہیں۔ خُدا نے آپ کو بے مثل اور بے عیب بنایا' ہر قسم کے نقائص و عیوب سے مبرا حسن اکمل کا نمونہ بنایا۔ آپ کو صورت و سیرت کی ایسی جلوہ کاری بخشی کہ جو بھی آپ کے دامانِ رحمت سے وابستہ ہو گیا پھر ہمیشہ کے لیے آپ کا ہو کر رہ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر حسین و جمیل اور اس قدر جامع الخصائل تھے کہ جس نے آپ کی ایک جھلک دیکھ لی اس نے دنیا بھر سے منہ پھیر کر آپ کے حلقہ تربیت میں جگہ پانے کو ہی سب سے بڑی سعادت خیال کیا۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس اس قدر منور' ضوبار اور خوبصورت تھا کہ آپ کے بدترین دشمن بھی جب آپ سے ملتے تو بے اختیار پکار اٹھتے تھے کہ اس قدر حسین و جمیل چہرے کا مالک جھوٹ نہیں بول سکتا۔ یہی چہرہ اَنوارِ الٰہی کا مظہر اور نور صداقت سے عبارت تھا۔ آپ کے جمالِ جہاں آرا کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خامہء قدرت کا حسنِ دست کاری واہ واہ　کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و مہ　اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے　ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

اور پھر

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں　در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

انبیائے کرام نے جس شان کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے اور جس طرح اپنے جانشینوں کو نبی آخر الزماں کے وجودِ مسعود کے بارے میں آگاہ کرتے رہے۔
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کئی انبیاء و رسل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامِ اقدس کے وسیلے سے درپیش مشکلات و مصائب سے رہائی پائی وہ تاریخ انسانیت کا ایک روشن باب ہے۔
احمد رضا بریلوی اس نکتہ نظر سے میلادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یوں عنبر فشاں ہوتے ہیں۔

کنزِ مکتوم ازل میں	در مکنونِ خُدا ہو
سب سے اول سب سے آخر	ابتدا ہو انتہا ہو
تھے وسیلے سب نبی تم	اصل مقصود ہُدیٰ ہو
سب بشارت کی اذاں تھے	تم اذاں کا مدعا ہو
پاک کرنے کو وضو تھے	تم نماز جانفزا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے	تم مئوخر مبتدا ہو
قرب حق کی منزلیں تھے	تم سفر کا منتہا ہو
سب جہت کے دائرے میں	شش جہت ہے تم ورا ہو
وقت پیدائش نہ بھولے	کیف ینسے کیوں قضا ہو

جب بھی شاعر میلادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اور مقدس موضوع پر سخن آزمائی کرتا ہے تو اس کے پیش نظر آپ کی ولادتِ باسعادت کے ساتھ ساتھ آپ کی پروقار شخصیت ہوتی ہے۔ وہ شخصیت کہ جو محبوب خُدا بھی ہے اور محبوبِ مخلوق خُدا بھی۔ جو ممدوح ملائکہ بھی ہے اور مطلوبِ دو عالم بھی۔ احمد رضا خاں بریلوی میلادِ مصطفیٰ کو موضوع شاعری بنا کر جب آپ کے محاسن قدسی پر بات کرتے ہیں تو ان کا قلم عشق کی رفعتوں کو چھونے لگتا ہے۔ ان کے پیش نظر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام خصائص ہوتے ہیں جن کی بدولت آپ کو ازل کا اعزاز اور ابد کا افتخار قرار دیا گیا۔ آپ کی شخصیت وہ ذاتِ والا صفات ہے کہ قدرت نے جس کے سر پر

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے "لولاک لما خلقت الافلاک" کا تاج زرنگار سجا دیا کہ اگر خُدا کو آپ کے نورِ اوّلیں کا ظہور مقصود نہ ہوتا تو یہ شجر و حجر، بحر و بر، شمس و قمر وجود میں نہ آتے، نہ ہی لیل و نہار گردش آشنا ہوتے اور نہ ہی گل و گلزار کو بہار آفرینی عطا ہوتی۔ گویا دو عالم کا وجود ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرہونِ منت ہے۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کائنات کی ہر چیز فقط آپ کے تذکار کو عام کرنے اور آپ کی خوشنودی کی خاطر تخلیق کی گئی اس حقیقت سرمدی کی طرف جناب احمد رضا خاں یوں اشارہ کرتے ہیں۔

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکان تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
فرشتے خدم رسول حشم تمام امم غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لیے
نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

چونکہ مولانا احمد رضا خاں عالم متبحر تھے۔ فقیہہ الدہر تھے، شیخ العصر تھے، دانائے رازِ کائنات تھے، نکتہ دان و نکتہ سنج تھے۔ قرآن و حدیث کے علوم پر اس قدر گہری نظر رکھتے تھے کہ تشنگانِ علومِ اسلامیہ آپ کے سرچشمۂ رشد و ہدایت سے علم و حکمت کے دو گھونٹ پی کر اپنی پیاس بجھایا کرتے تھے اسلئے آپ نے اپنی قرآن فہمی اور حدیث شناسی سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور اپنی نعتیہ شاعری میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور محاسن و محامدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی صلاحیتوں کی چمک دکھلاتے ہوئے آیات قرآنی اور احادیثِ نبوی کا خوب استعمال کیا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی نعتیہ شاعری کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے بلکہ عظمت و شانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے شریعت کی احتیاط پسندی مسلسل ان کے لیے مشعلِ راہ بنی رہی ہے۔ محبوب جس

قدر عظیم ہو اس کی ولادت کے تذکرے اتنے ہی پُرتجمل اور پُرشکوہ ہوتے ہیں اور یہاں تو محبوب وہ ذات گرامی ہے کہ جس کی مدحت سرائی کے لیے اہلِ نظر ہر آن ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے میلادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کی صحت اور حسن و جامعیت کو کس شان سے برقرار رکھا ہے۔ اس کی خاطر چند مثالیں نذرِ قارئین ہیں:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

خُدائے کریم شہرِ محبوب کی قسم کھا رہے ہیں:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْت حل بِھٰذَا الْبَلَدِ۔

(مجھے اس شہر مکہ کی قسم ہے اس لیے کہ اے محبوب تو اس میں تشریف فرما ہے)

اس آیت قرآنی سے رضا بریلوی یوں مضمون آفرینی کرتے ہیں۔

وہ خُدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

ارشاد خُداوندی ہے:

فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرضٰھَا۔

رضا بریلوی کہتے ہیں۔

عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے اللہ جانتا ہے نیت کدھر کی ہے

اِرشادِ خُداوندی ہے:

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ ......

رضا بریلوی کہتے ہیں۔

مجرم بلائے جاتے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

ارشادِ خداوندی ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔

رضا بریلوی کہتے ہیں۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

قرآنی تراکیب کے حوالے سے دو اشعار اور ملاحظہ ہوں۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرُ میں مَطْلَعِ الْفَجْر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

معنی قَدْرَایٰ مقصدِ مَاطَغٰی
نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

نعت ایک ایسی محترم صنفِ ادب ہے کہ شاعر ممدوحِ کائنات حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کو اپنی فکر کا محور بناتے ہوئے بار بار لرز اٹھتا ہے کہ کہیں وہ توصیف کرتے کرتے، تنقیص یا توہین کر مرتکب نہ ہو جائے کیونکہ نعت کا مرکز و محور وہ ذاتِ عظیم ہے جس کی اتباع کو خدا نے اپنی اتباع اور جس کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا ہے جس کا نطق وحی الٰہی کا ترجمان اور جس کی گفتار تقدیرِ الٰہی کا اظہار ہے، جس کی تدبیر کا اشارا مشیت کا نظارا اور جس کا کردار دلیلِ عظمتِ پروردگار ہے جس کا نور، نورِ الٰہی اور جس کی گفتگو خدائے واحد کی دائمی گواہی ہے چنانچہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نعتیہ شاعری کی جوت جگاتے ہوئے مقاماتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علومرتبی سے غافل نہیں ہوتے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کرتے ہیں اور جی بھر کر کرتے ہیں۔ صفت و ثنائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے وقت ان کے پیشِ نظر کاروانِ نعت گوئی کے سالار اول سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ نعتیہ اشعار ہیں جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں پڑھے تھے اور داد پانے کے علاوہ چادرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نوازے گئے۔ سیدنا حسان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا تھا۔

واحسن منک لم ترقط عینی　　واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرا من کل عیب　　کانک قد خلقت کما تشاء

حضرت رضا بریلوی بھی اسی کاروانِ مدحت ونعت کے معزز رکن ہیں اس لیے یہ کارواں سالار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کیوں نہ کرتے چنانچہ یہ بے ساختہ پکار اٹھے۔

لَم یَاتِی نَظِیْرُکَ فِی نَظَرٍ مِثلِ تُو نہ شُد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

لَکَ بَدرٌ فی الوجہِ الاجمل حظ ہالامہ زُلف ابرِ اجل

تورے چندن چندر پروکنڈل رحمت کی برن برسا جانا

وہ کمال حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

جب میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھڑے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ آپ کے اوصاف حسنہ کا ذکر نہ چھڑے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے لیے نعمت بے بہا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قدرت اشارا کر رہی ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ یعنی اپنے خُدا کی نعمتوں کا دل کھول کر چرچا کرو اور چرچا کرنا خُدا کے انعامات بے بہا کا سرِ عام اعلان کرنا ہے۔ چرچا خفی نہیں ہوتا، جلی ہوتا ہے۔ چھپ کر نہیں بلکہ اعلانیہ ہوتا ہے۔ اکیلے اکیلے نہیں بلکہ مجلس میں ہوتا ہے خلوت ہی نہیں بلکہ جلوت میں ہوتا ہے۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات ان انعامات میں سرِ فہرست ہے جو خُدا نے بندگانِ خُدا پر فرمائے اس لیے ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا محافل میں، مجالس میں، منبر و محراب میں ذکر کیے جانا حقیقت میں حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔

حضرت احمد رضا بریلوی میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اسی طور پر چرچا کرنا اپنا اظہار عقیدت سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی مصلحت کوشی یا اشرار باطل سے دبنے کے روادار نہیں بلکہ وہ تو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر دھوم مچانا چاہتے ہیں کہ فرش سے لے کر عرش تک غلغلے بلند ہو جائیں۔ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکارِ قدسی عام کرنے کے لیے رضا بریلوی کس شان سے مدحت سرا ہو رہے ہیں اس کا انداز دیکھیے۔

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصر جوشِ بلا سے جھلملاتے جائیں گے
حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولا کی دھوم
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ رہے گا — میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے
رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا — پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں — ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل — یارسول اللہ ﷺ کی کثرت کیجیے

مولانا احمد رضا خاں اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ "بعد از خدا بزرگ توئی مختصر" کے مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی خدا کے بعد کائنات بھر میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آپ کے سامنے اپنے آقا و مولا کی مکمل حیاتِ طیبہ ہے۔ آپ کی صورت آپ کی سیرت، آپ کا اسوہ آپ کا جلوہ۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آقائے دو عالم کی روحانی و نظری اور بشری و نورانی رفعتوں کا ہر ممکن تذکرہ کرتے ہیں لیکن ایک مقامِ اعتراف ایسا بھی آ جاتا ہے کہ آپ کو بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے۔

لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا — خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

''حدائقِ بخشش'' عظمت و شانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا سدا بہار گلدستہ ہے جس کی ہر کلی خزاں نا آشنا ہے۔ یہ کتاب محبت و عقیدت کی سوغات ہے۔ یہ مدحت و نعت کا لازوال ارمغان ہے۔ یہ توصیفِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ زندہ رہنے والا مجموعہ ہے۔ یہ وہ مجموعہ نعت ہے کہ جس کا ایک ایک شعر درِ تابدار کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی ایک ایک نعت اپنی معنی آفرینی' ندرتِ بیان' شوکتِ الفاظ' انداز عجز و فروتنی' وفورِ عقیدت اور حسنِ یقین کی بدولت آسمانِ عقیدت پر جگمگانے والے نجمِ کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے میں آپ کی صفاتِ حسنہ کی جگمگاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے اس خُدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولتے جس نے اپنی رحمتِ کاملہ سے ایسا جامع الصفات رسولِ برحق عطا کیا ہے جس کے انوار سے کائنات کا گوشہ گوشہ منور ہے۔ اس موضوع پر جس قدر بھی لکھا جائے' کم ہے۔ ہم اپنے مضمون کا اختتام رضا بریلوی کے ان حمدیہ اشعار پر کر رہے ہیں جن میں آپ نے حمد باری تعالیٰ بھی بیان کی ہے اور میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بارگاہِ ایزدی میں ہدیہ امتنان و تشکر بھی ادا کیا ہے۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بنایا
تجھے حمد ہے خُدایا

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے حمد ہے خُدایا

یہ تصوراتِ باطل تیرے آگے کیا ہیں مشکل
تیری قدرتیں ہیں کامل انہیں راست کر خُدایا
میں انہیں شفیع لایا

مآخذ و مراجع

حدائقِ بخشش از اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی۔ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
ختم النبوہ از اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی۔ مکتبہ نبویہ لاہور۔
جہانِ رضا مرتبہ مرید احمد چشتی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور۔
امام احمد رضا مرتب خواجہ انجم نعمانی۔ رضا اکیڈمی پنڈ دادنخان جہلم۔
امام نعت گویاں از سید محمد مرغوب اختر الحامدی۔ مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔
یادِ اعلیٰ حضرت از عبدالحکیم شرف قادری۔ مجلس رضا واہ کینٹ۔
اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از عبدالحکیم شاہجہانپوری۔ ادارہ غوثیہ مصری شاہ لاہور۔
انوارِ رضا۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
ماہنامہ قاری امام احمد رضا نمبر۔ مرتب قاری محمد میاں مظہری۔ ٹمیا محل دہلی۔
حیاتِ مولانا احمد رضا خاں از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ۔
الشاہ احمد رضا بریلوی از مفتی غلام سرور قادری۔ مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔
گناہِ بے گناہی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔
امام احمد رضا اور ردِ بدعات از مولانا یسین اختر مصباحی۔ مدنی کتب خانہ بوہر گیٹ ملتان۔

---☆---

قصیدہ اور فکرِ رضا کی بلند پروازی

علم و حکمت کی سلطنت کے بے تاج بادشاہ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ربِ کریم نے جن غیر معمولی صفاتِ حسنہ سے نوازا تھا ان میں سے ایک آپ کی بہار آفریں نعتیہ شاعری ہے جو آپ کے قلم کے مطلع عقیدت سے ایمان و یقین کا ماہتابِ عالمگیر بن کر طلوع ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کی فکری دلآویزی سے ایک زمانہ جگمگا اٹھا۔ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تڑپنے والوں کو عشق کا والہانہ پن عطا ہوا۔ دوسری اصناف سخن میں لاحاصل طبع آزمائی کرنے والوں کو فکرِ نعت کا انداز سخن عطا ہوا اور پھر اس شان سے کہ زمانہ گزرتا گیا۔ راہوارِ وقت تیزی سے نئی منزلوں کی جانب محوِ سفر رہا۔ نئے نئے اسالیب سامنے آتے رہے۔ سخن طرازی کے جدید سے جدید تر پیرائے قلوب و اذہان کو متاثر کرتے رہے مگر شاہ احمد رضا خاں نے اپنی لافانی فکر طرازی سے مدحتِ رسول کے جو گلزار تراشے تھے ان کی جاودانی تب و تاب میں کوئی کمی نہ آسکی۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ ہر آنے والا دور آپ کی فکری عظمتوں اور نظریاتی سرفرازیوں کو مزید مقبول عام بناتا رہا۔ حقیقت میں اس بلند و بالا مقام کا حامل وہی شخص ہو سکتا ہے جو واقف شریعت و طریقت بھی ہو اور آشنائے عشق و محبت بھی۔ شاہ احمد رضا خاں شریعت و طریقت میں یگانہ روزگار تھے اور عشق و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فرد فرید۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں

نہیں ہند میں واصف شاہِ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

امام احمد رضا خاں چونکہ نابغہ روزگار تھے اس لیے جس جانب آپ کا قلم چلا آپ کے افکار کے بحرِ بے کراں نے رکنے کا نام نہ لیا۔ اگر جملہ صنائع بدائع کا جائزہ لینے کے لیے آپ کے کلام کا

جائزہ لیا جائے تو آپ کے اسالیب شاعری کے نئے سے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کی شاعری کے حوالے سے راقم کے متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں اس لیے تکرارِ محض سے دامن بچانا مقصود ہے۔ زیرِ نظر تحریر میں ہم آپ کی قصیدہ گوئی کا جائزہ لے رہے ہیں۔ ''حدائق بخشش'' نعت حبیب کا وہ مشرق ہے جس سے ابھرنے والے آفتابِ عرب کی شعاعیں ہر آن حسنِ لازوال لٹا رہی ہیں جو آنکھوں کے راستے دل میں اتر کر کائنات حیات کو جگمگا دیتی ہیں۔ سید محمد مرغوب اختر الحامدی کے لفظوں میں:

> ''سوز و درد اور جذب و اثر الفاظ کو گویا زبان دے دی ہے۔ اور وہ کوئے حبیب کی حدیثِ عشق سنا رہے ہیں۔ یہ خصوصیت' یہ اندازِ بیان' یہ سلیقہ نعت آپ کے علاوہ کسی اور کے یہاں نظر نہیں آتا۔ آپ نے الفاظ میں عشق حبیب کا وہ طلسم پھونک دیا ہے کہ مفاہیم کی پرت پرت کھولتے چلے جایئے مگر شاعر کے جذبے کی گہرائی ہاتھ نہیں آتی۔''

(امام نعت گویاں۔ اختر الحامدی ص 41)

اردو میں قصیدہ نے فارسی سے اثر قبول کیا۔ قصیدہ اگرچہ ایک مشکل صنف سخن ہے مگر اہل ہمت نے اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کر کے اس صنفِ سخن کو بھی قبولیتِ عام کی سند عطا کر دی۔ محمد رفیع سودا' ذوق اور غالب نے اپنے اپنے انداز میں قصیدہ نگاری کا مظاہرہ کیا لیکن ان کی تمام تر تخلیقی صلاحیتیں سلاطین زمانہ اور والیانِ ریاست کی مدح گوئی تک محدود رہیں۔ ایسے عالم میں امیر مینائی' کرامت علی شہیدی اور محسن کاکوروی کے قصائد محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک لے کر ابھرے۔ بالخصوص محسن کاکوروی کے قصیدۂ لامیہ

سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

قصیدہ گوئی کے میدان میں فاضل بریلوی نے بھی اپنی صلاحیتوں کے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں۔ اپنے آپ کو شاعر منوانے کے لیے نہیں بلکہ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ تمام اصناف سخن فقط مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وجود میں آ[illegible] ہیں۔ قصیدہ نور' قصیدہ معراج' قصیدہ

مرصعہ (حروف تہجی) قصیدہ نعت در صفت علم ہیئات وغیرہ۔ ان قصائد کا مطالعہ کریں تو واضح طور پر یہ نظر آتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس میدان میں بڑی اولوالعزمی اور شدتِ بیان کے ساتھ اپنی قادر الکلامی اور خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس احساس کے ساتھ کہ ۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اب ہم قصیدہ نگاری کے حوالے سے احمد رضا کے فکر و فن کا ہلکا سا جائزہ لیتے ہیں۔

قصیدہ معراجیہ:

قصیدہ معراج کو احمد رضا خاں کے شہرہ آفاق قصائد میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ آپ کی جودت فکر، بلندیٔ طبع رسا اور تخلیقی خوبیوں کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ قصیدہ 67 اشعار پر مشتمل ہے جبکہ اعلیٰ حضرت نے اسے فقط دو تین گھنٹوں کی کاوش سے رقم کیا تھا۔ آپ محدثِ کبیر تھے مفسرِ عظیم تھے، نابغہ روزگار تھے، دانائے راز تھے، وقت کے غزالی اور رازی تھے۔ بہتر علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ شاعری تو آپ کے لیے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہانہ تھی اور وہ بھی جب طبیعت موزوں ہوتی تھی ورنہ آپ تو ایک زمانے کو ہمراہ لے کر چلنے والے قائدِ ملت اسلامیہ تھے۔ قصیدہ معراجیہ کی ندرتِ فکر، جودتِ طبع اور فکری رفعت کو دیکھیں تو محسوس ہوتا ہے کہ نجانے کتنا عرصہ صرف ہوا ہوگا۔ اس قدر روانی تسلسل اور پاکیزگی فکر کہ ذہن اور سماعت اس کے حسن معنوی میں گم ہو جاتے ہیں جبکہ یہ قصیدہ مختصر سی مدت میں رقم ہوا ہے۔ اس ضمن میں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت محسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا خاں بریلوی سے غیر معمولی عقیدت رکھتے تھے جب انہوں نے اپنا مشہور عام قصیدہ لکھا کہ۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

تو طبیعت از خود وجد میں آ گئی اور یہ قصیدہ سنانے کے لیے بریلی میں مولانا احمد رضا خاں کے پاس گئے۔ ظہر کا وقت طے ہوا کہ محسن کاکوروی کا پورا قصیدہ عصر کی نماز کے بعد سنا جائے گا۔ عصر کی نماز سے قبل مولانا نے خود قصیدہ معراجیہ تصنیف فرمایا۔ نماز عصر کے بعد جب دونوں بزرگ اکٹھے ہوئے تو مولانا نے محسن کاکوروی سے فرمایا کہ پہلے میرا قصیدہ معراجیہ سن لو۔ محسن کاکوروی نے

جب مولانا کا قصیدہ سنا تو اپنا قصیدہ لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور کہا مولانا آپ کے قصیدہ کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔ (ماہنامہ عرفات لاہور بابت اپریل 70ء)

مولانا احمد رضا خاں کے قصیدۂ معراجیہ سے چند اشعار قارئین کے ذوقِ علمی کی نذر ہیں۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہماں کے لیے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے

تجلیِ حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیمِ گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اُڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

اب خوب خوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرشِ اعلیٰ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں فضا نور علیٰ نور کا منظر پیش کر رہی ہے۔

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے اَدب سے رکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا ادھر کا

تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلّیٰ کے سلسلے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا

بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اور اِس قصیدہ میں بھی مولانا احمد رضا خاں کا عجزِ نعت آداب عقیدت سکھا رہا ہے۔

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا

نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

اس ضمن میں واضح رہے کہ آپ نے یہ قصیدہ جرفِ روی میں کہا ہے:

قصیدہ نور:

یہ قصیدہ 59 اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ نورانی قصیدہ کیا ہے۔ نور ونکہت کی اترتی ہوئی کہکشاں ہے۔ جب جب قاری آگے بڑھتا ہے اس کے افکار کو انوارِ نبوت کی جگمگاہٹ عطا ہونے لگتی ہے۔ سلاست و روانی، بے مثال تراکیب کی ارزانی، ہر لحظہ ابھرتی ہوئی رحمتِ یزدانی، تشبیہات و تراکیب کی پرنور طغیانی، تمہید مختصر مگر داستانِ عقیدت طولانی، الفاظ دم بخود، افکار خمیدہ سر، جذبات عشق و عقیدت کے حسن سے جلوہ ریز، صنائع بدائع کا پرنور طوفانِ بلاخیز، حسن ہی حسن، ظاہری بھی اور باطنی بھی، فکری بھی اور عصری بھی۔ یہ قصیدہ زبانِ زد عام ہے۔ حصول سعادت کے لیے چند اشعار رقم ہیں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا　صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

تیری نسلِ پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا　دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا　سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

آبِ زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا　مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے　حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں　کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

عکسِ سُم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند   پڑ گیا سیم و زر گردوں پہ سکہ نور کا
دیدِ نقش سُم کو نکلی سات پردوں سے نگاہ   پتلیاں بولیں چلو آیا تماشا نور کا

اے رضا یہ احمدِ نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

قصیدہ نوریہ کیا ہے حسن ازل کی بہار آئی ہوتی ہے۔ آمدِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جشن ہے۔ عرشی فرشی قدسی انس و جان حالتِ وجد میں ہیں۔ جذباتِ تشکر کا بحرِ بے کراں تخیلات کے کناروں سے اچھل رہا ہے۔ حسن اپنی تمام تر بشری و نورانی رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو رہا ہے اور عشق عجز و نیاز و شوق کو زادِ عمل بنا کر تصدق ہونے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ قصیدہ نوریہ سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کی طلعت افشانیوں کی داستان نور ہے۔ دامان قلب و فکر ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے کہ اس ''عنایتِ اُولیٰ'' کے نظاروں سے تصورات کو مستنیر کر کے اظہار کا حوصلہ حاصل کر سکیں۔ پورا قصیدہ نعتیہ اوصاف' ادبی محاسن' شعری خوبیوں اور صنائع بدائع سے مرصع ہے اور پھر بزمِ ہستی امام نعت گوریاں شاہ احمد رضا خاں کی ہمنوائی میں اس اظہار مدعا کو حاصلِ آرزو بناتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا   نور دن دُونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

اس قصیدہ نوریہ کا یہ شعر فکرِ احمد رضا خاں محدث بریلوی کی عظمتِ فکر و فن کا احساس بخش رہا ہے کہ

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

قصیدہ سلامیہ:

یہ وہ قصیدہ ہے جو بظاہر سلام کی ہیئت لیے ہوئے ہے لیکن اس کے اندر کمال کی اثر انگیزی اور تاثر آفرینی پوشیدہ ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے شاعر نے اپنے دل و دماغ کی تمام تر رعنائیاں اور عشق و عقیدت کی جملہ پہنائیاں بارگاہِ مصطفوی میں نذر کر دی ہیں۔ اس میں کمال کا حسنِ تغزل پوشیدہ ہے۔ ایک ایک

شعر آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کی تفسیر لئے ہوئے ہے۔ ایک ایک مصرعہ بزبانِ حال پکار رہا ہے کہ وہ

جبکہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے لاکھوں سلام لاکھوں مرتبہ بارگاہِ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس والہانہ انداز سے کہے کہ یہ سلام دنیا بھر کے عشاق رسول کے دلوں کی دھڑکنوں میں سما گیا۔ نغمگی ایسی کہ ہر لب کو ترانہ شوق گنگنانا آ گیا۔ وارفتگی ایسی کہ شعور وفکر کو جگمگانا آ گیا۔ لفظ نور' الفاظ نور' تراکیب نور' تشبیہات و استعارات نور' مصرعوں کی بندش نور' مضامین کی فراوانی نور۔ اس سلام رضا سے پہلے کئی سلام مروج تھے اور مختلف حلقوں میں پڑھے جاتے تھے مگر جب سلام رضا کا آفتاب چمکا تو کتنے ہی ستارے اس کے دامن میں پوشیدہ ہو گئے۔ ہر سلام کا اپنا محل و مقام اور اپنی افادیت ہے۔ مگر سلام رضا نے تو علاقے اور ملک ہی نہیں بلکہ براعظم بھی تسخیر کر لیے۔ آج یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سلام رضا جس والہانہ انداز سے برصغیر پاک و ہند کے روحانی گلکدوں میں پڑھا جا رہا ہے اسی طرح یورپ کی علمی درسگاہوں' افریقہ کے روحانیت کدوں' مصر' شام' تیونس' ساؤتھ افریقہ' ماریشس' انڈونیشیا' ملائشیا' ایران' کویت اور پھر سعودی عرب میں بھی پڑھا جا رہا ہے۔ یہ سلام کبھی بھی رکنے یا تھمنے والا نہیں! یہ کسی کی شاعرانہ سرفرازی کی صدائے بازگشت نہیں ہے۔ یہ کسی کے شعری تفاخر کا فسانہ نہیں ہے بلکہ یہ تو انتہائے عاجزی کی سوغات ہے کہ چاروں طرف سے ایک ہی ترانہ شوق ابھر رہا ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مشہور محقق حضرت ڈاکٹر مسعود احمد مظہری اس حوالے سے رقم طراز ہیں۔

"اور بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نمازِ فجر سے پہلے جو صلوۃ وسلام پڑھا جاتا۔ کھڑے ہو کر ادب و احترام کے ساتھ جس طرح غلام آقا کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں تو کیا بتاؤں کہ کیا عالم ہوتا۔"

دل گیا' ہوش گیا' صبر گیا' جی بھی گیا ہجر میں غم کے ترے ہم سے گیا کیا کیا کچھ

ہزاروں کا مجمع ہوتا۔ موافق و مخالف سب شریک ہوتے اور سب کھڑے ہوتے۔ کسی کو بیٹھے نہ

دیکھا۔ آنکھیں اشکبار، دل بے قرار اور لبوں پر صدائے دل رہا ۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سوز و ساز پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتا۔ کیوں نہ ہوتا کہ یہ آرزوئے دل شیدا کی آواز تھی۔ وہ دل جو عشق و محبت کا سرچشمہ، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدائی تھا۔ جس کا نامِ نامی احمد رضا اور جو عبدِ مصطفیٰ تھا۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ　　تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

قصیدہ سلامیہ کے ادبی اور روحانی محاسن سے محفل ادراک جگمگا رہی ہے۔ یہ قصیدہ حسن تغزل کی بہار لیے ہوئے ہے۔ یہ قصیدہ سراپائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس میں شمائل و فضائل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ایک والہانہ انداز سے کیا ہے۔ اسی قصیدہ میں صحابہ کرام آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ازدواجِ مصطفیٰ اور جانثاران شوکتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تذکرہ ہے۔ مگر اس انداز سے کہ شعر کی ادائیگی کے ساتھ بہار رحمت امنڈتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ قصیدہ سلامیہ سے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ اِرم تاجدارِ حَرم　　نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود　　نوشہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر　　نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

ربِ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود　　حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

قد بے سایہ کے سایہ مرحمت　　ظلِ ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں　　اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق　　مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان　　کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا　　اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی | ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا | اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے | اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں | ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں | اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم | اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی | آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں | شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

اس قصیدہ سلامیہ کا اختتام نہایت ایمان آفریں انداز سے کرتے ہیں کہ روزِ قیامت جب سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری امت کی صفوں کے درمیان کھڑے ہوں۔ فرشتے' صحابہ' اولیاء وہاں موجود ہوں تو وہ کیسا سماں ہوگا جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خدام فرشتے مجھ سے یہی سلام سنانے کی فرمائش کریں گے۔ (اے کاش)

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور | بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا | مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آپ کا شہرہ آفاق سلام 172 لطافت افزا اشعار پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہم نے چند اشعار پیش کیے ہیں ورنہ سلامِ اعلیٰ حضرت ایسا گلستانِ نور ہے کہ جو اس میں ایک بار داخل ہو جائے وہ واپسی کا تمنائی ہی نہیں ہوتا۔ یہ رتبہ بلند یونہی تو نہیں مل جاتا' یہ تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لطفِ بے بہا ہے جن کی مدحت کو اہلِ شوق نے اعزازِ حیات بنائے رکھا۔

کروں مدحِ اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

اسی طرح آپ کا "قصیدہ مرصیہ" حسن بیان کی روشن مثال ہے۔ امام احمد رضا خاں نے اس قصیدے میں اس صنعت کا کمال دکھایا ہے کہ ہر مصرعہ اولیٰ کا آخری رکن بالترتیب حروف تہجی پر ختم

ہوتا ہے۔ چند اشعار پیش ہیں۔

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود　　طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب　　نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات　　اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث　　تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

وہ شبِ معراج راج وہ وصفِ محشر کا تاج　　کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود

یہ قصیدہ ساٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔ حروف تہجی کے حساب سے آگے بڑھتا بڑھتا حرف ''یا'' پر ختم ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر حرف میں دو، تین، پانچ اور دس تک اشعار پیش کیے گئے ہیں۔ اس قصیدہ کے آخری اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہم نے خطا میں نہ کیں تم نے عطا میں نہ کیں　　کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں درود

کام غضب کے کیے اس پہ ہے سرکار سے　　بندوں کو چشم رضا تم پہ کروڑوں درود

آنکھ عطا کیجئے اس میں ضیاء دیجئے　　جلوہ قریب آ گیا تم پہ کروڑوں درود

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے　　ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

اسی طرح آپ کا قصیدہ نعتیہ مشتمل بر اصلاحات علم ہیئت اپنے مزاج اور معنویت کے لحاظ سے منفرد مقام کا حامل ہے۔ یہ قصیدہ ایک سو چھپن اشعار پر مشتمل ہے مگر ہر شعر میں علم ہیئت کی کوئی نہ کوئی اصطلاح موجود ہے۔ تبرک کے طور پر اس قصیدہ سے دو تین اشعار پیش ہیں۔

خالق افلاک نے طرفہ دکھلائے چمن
اک گل سوسن (فلک) میں ہیں لاکھوں گل یاسمین (کواکب)
قصر (فلک زہرہ) پری تک گیا مشک جوہر نما (سایہ شب)
حسن پری (تابش زہرہ) نے کیا مشک کو کافور دن
شوہر (برج ہشتم　) عذرا ہوا ابن عروس (دین اسلام) عرب
لیلیٰ (کعبہ) و سلمیٰ (مدینہ) ہوئیں شمع (حضور انور) قدم کی لگن

یوں تو زبان و بیان کے ناقدین اور صنائع بدائع پر دسترس رکھنے والوں کے نزدیک تمام اصناف سخن زبردست مطالعہ اور شعری صلاحیتوں کی بلند پروازی کی مرہون منت ہوتی ہیں مگر ناقدین شعروادب اور علم عروض کے کوہ پیاؤں نے "رباعی" کو بطور خاص شاعری کا اعزاز اور اس کی بندش کے لحاظ سے شاعر سے خونِ جگر کا اس طور بھرپور خراج لیتے ہیں کہ قدم قدم پر پھسلنے کا خوف ہوتا ہے۔ چوتھے مصرعے پر شاعر اپنا حاصل سخن پیش کرتا ہے۔ یہی شاعر کی فکر کی بلندی کا امتحان ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی نے رباعی کے میدان میں بھی اپنی لافانی عظمت کے نقوش ثبت کیے ہیں۔ مہر نبوت کے حوالے سے دیکھیے کہ فاضل بریلوی نے کس طور اپنی صلاحیتوں کا جادو جگایا ہے۔

بوسہ گہ اصحاب وہ مہر سامی　وہ شانہ چپ میں اس کی عنبر فامی
یہ طرفہ کہ کعبہ جان و دل　سنگِ اسود نقیب رُکن شامی

درج ذیل عبارت آپ کی قادرالکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ہے جلوہ گہِ نور الٰہی وہ رو　قوسین کے مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سبزہ مژگاں کے قریب　چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو
معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین　اس نور کی جلوہ گر تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے　آدھے سے حسن ہے آدھے سے حسین
اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ　ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں　ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

چونکہ زیرنظر مقالہ میں ہمارا موضوع بطور خاص احمد رضا خاں محدث بریلوی کے قصائد رہے ہیں اس لیے ہم نے دوسری اصناف شعرگوئی میں آپ کی بلندفکری پر بات کرنے سے دانستہ گریز کیا ہے ورنہ مضمون کی طوالت کا خوف دامن گیر تھا اور پھر دورِ حاضر تو تخصص کا زمانہ ہے یعنی کسی ایک پہلو پر سیر حاصل بات کی جائے۔ اس طور ہم نے قصائدِ فاضل بریلوی کو حتی المقدور موضوع تحقیق بنانے کی کوشش کی ہے ورنہ جہاں تک فاضل بریلوی کی شاعری کا تعلق ہے تو بہت کچھ لکھ کر بھی اپنی محدودفکری اور تنگ دامانی کا احساس ہوتا ہے کہ۔

سرسری تم جہان سے گزرے ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

آپ کی شاعری حسن تخیل کی آئینہ دار ہے کہ ایک ایک شعر آسمانِ فکر و دانش پر مجم تاباں کی صورت جگمگاتا نظر آتا ہے۔ آپ نے غزل کو نعت کا ملبوس عطا کر کے اسے باوضو کر دیا۔ جدت فکر اور ندرتِ بیان کا یہ عالم ہے کہ لفظ آپ کی بارگاہ میں سلامِ عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ مضمون آفرینی اور رعنائی خیال کی بدولت شعر کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے۔ آپ نے جدتِ فکر کی بدولتِ عام سے مضامین کو اپنے کمالِ فن سے سپہرِ فکر و فن کی زینت بنا دیا۔ اسی طور روزمرہ اور محاورات کے ساتھ نشست الفاظ اور برجستگی الگ سے اپنی بہار دکھا رہی ہے۔ سلاستِ زبان کے کیا کہنے۔ آپ کا تو پورا کلام ہی زور بیان اور سلاست فکری کا نادرہ کار نمونہ ہے۔ بطور خاص آپ کا سلام' آپ کی سلاست بیان کی ایسی روشن مثال ہے کہ جس کی مثال شاید ہی اور کہیں نظر آ سکے گی۔ تشبیہات' استعارات' تراکیب' صنائع بدائع معنوی کی بہار ہر جا موجزن دکھائی دیتی ہے۔ غرضیکہ فاضل بریلوی کے معجز نما نعتیہ شاعری کو جس پہلو سے بھی دیکھیے جذباتِ عقیدت کا بحرِ بے کراں موجزن دکھائی دیتا ہے۔ مشہور محقق' نامور اہلِ قلم' عظیم نقاد ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کے لفظوں میں:

"مختصر یہ کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہ آتا تھا۔ وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہ تھے۔ شعر و ادب میں بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے۔ اگر صرف محاورات' مصطلحات' ضرب الامثال اور بیان و بدیع سے تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف سے یکجا کر لیے جائیں تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت چونکہ عالم متبحر اور فاضل کامل و مکمل تھے' اس لیے ان کی شاعری میں بکثرت قرآنی آیات کے حوالے آتے ہیں۔ قرآنی آیات کی طرح احادیث مبارکہ بھی بہت آتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے تلمیحات بھی بہت استعمال کی ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے شعری محاسن میں زبان و بیان کی بکثرت خوبیاں موجود ہیں۔ آپ الفاظ کی تکرار سے بات میں بات پیدا کر دیتے ہیں۔"

(روزنامہ جنگ' 12 فروری 1977ء' احمد رضا خاں کی اُردو شاعری)

☆

دانائے روزگار

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے نابغہ روزگار تھے جنہوں نے اپنی بے مثال علمی وفکری صلاحیتوں کی بدولت برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکنوں کو حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان افروز تقاضوں سے ہم آہنگ کر دیا۔ آپ نے تجدید دین کا فریضہ اس شان سے انجام دیا کہ غلامانِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم پھر سے اپنے آقا و مولا کے مقامِ سربلند سے آشنا ہونے لگے۔ آپ کی مساعیٔ جلیلہ کی بدولت اسلامیانِ برصغیر کے دلوں میں بسنے والے اسلامی نشاۃ ثانیہ کے تصورات حقائق کے روپ میں ڈھلنے لگے۔ انگریز کی غلامی کو نوشتہ تقدیر سمجھنے والوں کو آپ نے دوقومی نظریہ اسلام کی پاسداری کی صورت وہ ولولہ تازہ عطا کیا کہ مردہ رگوں میں زندگی کا لہو جوش مارنے لگا۔

فاضل بریلوی کے خصائص ومحاسن کا تذکرہ کرنے بیٹھیں تو آپ کی علمی جلالت اور نظریاتی سطوت کے تصور سے ہی اپنی تہی دامنی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ آپ ایک ایسے بطلِ جلیل تھے کہ جن کے وجود کے لیے بزم ہستی مدتوں محوِ دعا رہتی ہے۔ ایسے رہبر دین وایمان تھے کہ آپ کے افکار نے ظلمات خرد کو روشنی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منور کر دیا۔ آپ نے بیک وقت انگریزوں [illegible] اور منکرین عظمت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو للکارا اور انہیں ہر فکری ونظری محاذ پر ناقابلِ فراموش ہزیمت سے دوچار کیا۔ آپ بحر العلوم تھے کہ آپ کے حلقہ تربیت سے فیضیاب ہونے والے آسمانِ علم وحکمت پر مہر و ماہ کی صورت جگمگاتے رہے۔ ایسے شیخ طریقت تھے جو ایک بار آپ کی محفل میں آیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کا ہو کر رہ گیا۔ ایسے مجدد ملیۃ حاضرہ

تھے کہ جس کے کمالِ نطق نے قلوبِ مردہ کو زندگی، عشاقِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات ایمانی کو پائندگی اور شعائرِ اسلام کو درخشندگی عطا کی۔ آپ کی جامع الصفات شخصیت بلاشبہ اس شعر کا افتخار تھی کہ۔

مستند ہے میرا فرمایا ہوا
سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا

ان کی شخصیت جس قدر عظیم ہے۔ اصحابِ فکر و ایمان کی طرف سے اس کا کماحقہ اعتراف نہیں ہوا۔ آپ کی رفعتِ ایمان کا تصور کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ہم وقت کے آئینہ خانے میں کھڑے ہیں جس میں آپ کا وجود شمع ایمانی کی صورت میں ضوفگن ہے۔ اس ایک شمع کے پرتو سے اس شیش محل میں لاتعداد شمعیں فروزاں دکھائی دیتی ہیں اور اہلِ نظر محوِ حیرت ہیں کہ کس شمع کو بزمِ فکر میں سجائیں اور کس سے صرف نظر کریں۔ یہ تمام شمعیں نظر کا فریب نہیں بلکہ آپ کی جامع الصفات شخصیت کے وہ بے شمار پرتو ہیں جن میں سے کسی سے بھی اغماض کرنا دیانتدار مؤرخ کے لیے ممکن نہیں ہے۔ "عالم باکمال" فقیہِ لازوال، محدث زمانہ، مصنف یگانہ، صاحب اسلوب شاعر، حاملِ فکر نثر نگار، علوم ہستی کا بحرِ بے کنار، عشاقِ سرمست کا حاصل افتخار، غرضیکہ جس حیثیت سے بھی دیکھیں آپ کی شخصیت زندگی کو نئے عنوان بخشتی دکھائی دیتی ہے۔

ز فرق تابقدم ہر کجا کہ می بینم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

آپ کی شخصیت کی عوام الناس کے ذہنوں تک رسائی کو روکنے کے لیے اغیار نے جو پردے حائل کر رکھے تھے۔ وہ بحمدِ اللہ اب چاک ہو رہے ہیں۔ تعصبات کے نام پر آپ کے خلاف کیا جانے والا پروپیگنڈہ اپنی موت آپ مرتا جا رہا ہے۔ غلط فہمیوں کی دھند چھٹ رہی ہے۔ اوہام کی پرچھائیاں سمٹ رہی ہیں۔ بغض و حسد کے امنڈتے ہوئے بادل پسپا ہو رہے ہیں۔ تاریخی حقائق نئی چکاچوند دکھانے کو ہیں۔ علمی دیانتداری اور ادبی صداقت کی ہوائے خوشگوار چل رہی ہے۔ اب بلاشبہ وہ وقت آ چکا ہے کہ دنیا اس امام احمد رضا خاں کی عظمتِ فکر و فن کو پہچان لے جو شاعر مشرق علامہ اقبال کے لفظوں میں وقت کا ابوحنیفہ اور غلامانِ سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں مجدد

ملتِ حاضرہ تھا جو دوقومی نظریہ کا افتخار بھی تھا اور عظمتِ اسلاف کا پاسدار بھی۔ جو عشقِ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر بھی تھا اور سوز و سازِ فطرت کا پیکر بھی۔ جو کاروانِ عقیدت کا سالار بھی تھا اور اقلیم علم وحکمت کا تاجدار بھی اور جو تمام زندگی شاہانِ وقت سے منہ موڑ کر سرورِ سلاطین عالم حضور محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی ثنا گوئی اس احساس سے سرشار ہو کر کرتا رہا کہ۔

کرے مدحِ اہلِ دوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

......☆......

سلامِ رضا میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجز نمائیاں

جب سے رب کائنات نے درود کے ساتھ سلام کی تلاوت کا حکم دیا ہے' ہر زبان اور ادب کے شاعروں نے ہر دور میں عشق و عقیدت کو اپنے اشعار میں سمو کر بارگاہِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور سلام پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے دلوں میں ہر آن یہی جذبہ مچل رہا ہے کہ اے کاش ہمارا یہ سلام بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں قبولیت سے ہمکنار ہو جائے۔ بارگاہِ رسول میں قبولیت کا حقیقی مقصد بارگاہ خداوندی میں پذیرائی ہے کیونکہ درود و سلام کی یکجائی اور تواتر سے پڑھنے کا حکم خالقِ محمد کے دربارِ عالی مرتبت ہی سے صادر ہو رہا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (پ 22' الاحزاب:56) (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو (تم پیارے آقا پر) درود بھی بھیجو اور سلام بھی۔ جیسا کہ حق ہے)

حکم ربانی کی تعمیل یوں کی گئی کہ درود کے ساتھ سلام ہر دور کا اعزاز اور ہر زمانے کا افتخار بن گیا۔ عربی' فارسی' اردو اور پنجابی سمیت شاید ہی کوئی ایسی زبان ہو جس نے سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا نذرانہ بارگاہِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرنے کی سعادت حاصل نہ کی ہو۔

ہر سلام کا اعزاز اپنی جگہ بجا' ہر سلام کا افتخار اپنی جگہ برحق' ہر سلام کی تاثیر اپنی جگہ مسلم' سلام لکھنے والے ہر شاعر کا جذبہ اپنی جگہ برحق لیکن عصرِ حاضر میں جو تاریخی مقبولیت اور عظمت و شوکت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کو حاصل ہوئی وہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ "سلام رضا" نے کسی قسم کے ذریعہ ابلاغ اور وسیلہ تشہیر و اشاعت کے بغیر مقبولیت کی اس معراج کو چھو لیا جس کی مثال نہیں دی جا سکتی فقط تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔

سلام رضا کیا ہے؟ عشق و عقیدت کا گنجینہ ہے۔ ادب و شاعری کی انگشتری کا نگینہ ہے۔ رحمت خالق کی چلتی ہوئی باد بہاری ہے۔ پلکوں پہ لپکتے ہوئے آنسوؤں کی کناری ہے۔ جذبہ شوق کا والہانہ پن ہے حسن یقین سے مہکتا ہوا پیرایہ سخن ہے۔ ہر نعت خواں مکمل سلام کی صورت میں جانِ رحمت کا قصیدہ پڑھ رہا ہے۔ ہر شعر آیہ شفاعت کے سانچے میں ڈھلا ہے' ہر مصرعہ پر تاثیر ہے بلکہ جو لفظ جہاں استعمال ہوا وہیں جذبات شوق کی تعبیر ہے۔ جو شعر ہے حسن معانی کی دلکش تصویر ہے۔ مظہرِ انوار خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلکش تصویر ہے۔ سلام پڑھتے جائیے۔ آنسوؤں کے آبگینوں سے دامان عشق کو سجاتے جائیے۔

یہ "سلامِ رضا" کی حیرت انگیز مقبولیت ہے کہ آج یہ عرب و عجم میں یکساں والہانہ پن کے ساتھ پڑھا جا رہا ہے۔ پاکستان' ہندوستان' بنگلہ دیش' ایران' افغانستان ہی نہیں بلکہ ان ممالک میں بھی جہاں عربی زبان بولی جاتی ہے یا ذریعہ ابلاغ انگریزی اور دوسری زبانیں ہیں تو وہاں بھی یہ نغمہ سرمدی گونج رہا ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

عرب و عجم چھوڑ' بلاد یورپ و افریقہ میں جہاں بھی اردو سے آشنا پروانے جمع ہو گئے ہیں "سلام رضا" کا نغمہ قدسی گونجنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے حسن صوت کو دیکھ کر اُردو سے آشنا عشاق بھی اسے دہرانے لگے۔ شمع جگمگائی تو پروانوں کے ہجوم کا کیا شمار؟

"سلامِ رضا" پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ اس کے ادبی محاسن' فکری خصائص پر کام ہو رہا ہے۔ "سلام رضا" ہے بھی مخزنِ جمال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو بھی ایک مرتبہ اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے ہمیشہ کے لیے اس کا ہو جاتا ہے۔ مشہور نقاد نظیر لدھیانوی کے لفظوں میں :

"اگر مولانا قصیدہ شادی اَسریٰ اور اس سلام کے سوا نعت میں اور کچھ نہ کہتے تب بھی نعتیہ ادب میں ان کا پلہ بھاری رہتا۔"

ایک اور نقاد کے بقول :

''یہ سلام پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ شعر و حکمت کا بحرِ بے کراں پورے جوش و خروش کے ساتھ رواں دواں ہے جس میں معارفِ قرآن و حدیث' اسرار عشق و رموز معرفت اور زبان و بیان کے لاتعداد گہر ہائے گراں مایہ بہے چلے آ رہے ہیں۔''

سلامِ رضا میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے محامد و محاسن بیان کیے گئے ہیں۔ آپ کے جمال جہاں آراء اور سیرت جہاں افروز کا ذکر ہے۔ آپ کے اوصافِ حسنہ کی بہار بکھری ہوئی ہے۔ آپ کے خصائص' معجزات' آپ کے اہل بیت' ازواج مطہرات' خلفائے راشدین''صحابہ کرام' ولادت پاک کی مقدس ساعتوں سمیت انوارِ اعزازاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہار بکھری ہوئی ہے۔ زیر نظر مضمون میں ہمارا موضوع ''سلام رضا'' میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں آفرینیوں کا تذکرہ کرنا ہے۔

''سلامِ رضا'' میں شاعر نے ممدوحِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا جس والہانہ پن سے تذکرہ کیا ہے' وہ اپنی مثال آپ ہے۔ احمد رضا خاں یگانہ روزگار محدث' مفسر' فقیہہ اور قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھنے والے سکالر تھے۔ آپ نے شاعری میں جو کچھ لیا قرآن حکیم سے لیا اور قرآن حکیم تو خود جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی اور جامع تفسیر ہے۔ خدائے کریم خود جمالِ حضور کا جا بجا اپنے کلام نور میں تذکرہ فرما رہا ہے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جب سلامِ رضا کو جمالِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ خانے میں دیکھا تو ایک ایک شعر پر جدا ہی منظر نظر آیا۔ پھر کیا تھا؟ جمال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضو پاشیاں تھیں اور ایک کلکِ رضا سے پھوٹنے والی کہکشاں کا حسن لافانی تھا۔ آپ نے بطور خاص نہیں لکھا مگر ہر ایک ایک شعر پر یہی لگا کہ وہ خود نہیں لکھ رہے بلکہ قدرت ان سے لکھوا رہی ہے۔ ان سے کہیں زیادہ گزرتے ہوئے زمانے کو یہ فکر ستا رہی ہے کہ جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرنے کی سعادت زیادہ سے زیادہ امام احمد رضا خاں کا اعزاز اور مقدر بن جائے۔ بات مکمل حدائق بخشش کی نہیں بلکہ فقط ''سلام رضا'' کی ہے ورنہ اگر ''حدائق بخشش'' کی بات چھڑ جائے تو پھر قلم کو

روکنے کا یارا کسے رہتا ہے۔

سلام رضا میں کیا کچھ نہیں ہے۔ تذکرہ حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کی مبارک سیرت' آپ کی روحانی عظمت و سرفرازی' آپ کی آل مبارک' خاندان اقدس اور امہات المومنین کا ذکر' آپ کی صاحبزادیاں' اولاد پاک' آپ کی رحمت و شفاعت آپ کے جلیل القدر صحابہ اور جانثاروں کا تذکرہ۔ آپ کی ایک ایک ادا کا ذکر جمیل' آپ کے معجزات و خصائص' آپ کے کمالات و فضائل' آپ کے محاسن و محامد غرضیکہ یہ سلام بلاشبہ حاصلِ کلام ہے جو اول سے آخر تک محبت رسول کی بہار بکھیر رہا ہے۔

زیر نظر تحریر میں سلام رضا کے متن سے پھوٹتے ہوئے اشعار میں حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ کرنا ہے۔ فاضل بریلوی نے اس حوالے سے خوب خوب لکھا ہے۔ آپ کے ایک ایک عضو مبارک کے جمال لازوال کا ذکر کیا ہے۔ سراپائے اقدس اس سلام کی جان ہے۔ آپ کے قامت' سر' گیسو' مانگ' گوش مبارک' چشمانِ اقدس' جبینِ سعادت' محراب ابرو' مژگانِ اطہر' بینی مبارک' رخسارِ منور' ریش اقدس' قد مبارک' خال و خد' لب مبارک' دہن مطہر' زبانِ فیض ترجمان' فصاحت و بلاغت' دوشِ دل افروز' شانہ جاں نواز' مہر نبوت' پشت مقدس' دستِ جود و سخا' انگشت کرم افزا' ناخن' سینہ پاک' قلبِ منور' بطن مبارک' کمر' زانو' کف پائے مکرم سمیت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اعضائے نور کی خوب خوب شعری تفسیر بیان کی ہے اور پھر اس آرزو کے ساتھ اس سلام بلاغت نظام کا خاتمہ کیا ہے کہ ۔

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

چونکہ ہمارا بطور خاص موضوع سلام اور جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے ہم سلام کے مختلف اشعار کے آئینے میں حسن و جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری دیکھتے ہیں۔

قد مبارک:

احادیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا قد مبارک میانہ تھا مگر جب آپ چلتے تھے تو سربلندوں سے سربلند نظر آتے تھے اور آپ کی رفتار مبارک ایسے تھی جیسے پانی بلندی سے نشیب کی

طرف جارہا ہو۔اس ضمن میں سلام رضا کی جمال آفرینی ملاحظہ ہو۔

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سر سروراں خم رہیں اس سرتاج عزت پہ لاکھوں سلام

گیسوئے مبارک:

قرآن حکیم نے ''واللیل'' فرما کر آپ کی زلفوں کے حوالے سے شب تار کی طرف اشارہ کیا ہے۔آپ کا رخ والضحیٰ جب واللیل کی عنبر بار گھٹاؤں سے طلوع ہوتا ہوگا تو عشاق کا والہانہ پن کس عروج کو چھونے لگتا ہوگا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ تو بالکل گھونگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے۔''

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ص 26)

آپ کے گیسوے عنبر فشاں کی یہی پیچیدگی تھی جس میں محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والوں کے دل و دماغ کھو جایا کرتے تھے۔فاضل بریلوی اپنے سلام میں آپ کے مبارک گیسوؤں کے حوالے سے یوں عقیدت کا ارمغان پیش کرتے ہیں۔

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا لکۂ ابرِ رافت پہ لاکھوں سلام
لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
لختِ لختِ دل ہر جگر چاک سے شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

چہرہ پرنور:

چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمالِ کائنات کا مرقع اعظم ہے۔زمانے بھر کی ہر خوبی اور کمال کا مظہر ہے۔آپ حسنِ کل ہیں اور زمانے بھر کے صاحبانِ جمال آپ کے حسن کی خیرات

پر گزارا کر رہے ہیں۔ آپ کے حسن و جمال کو دیکھنے والے یہ کہہ اٹھتے تھے کہ ایسا صاحب جمال نہ ان سے پہلے دیکھا گیا نہ ان کے بعد۔

اے کہ شرحِ والضحیٰ آمد جمالِ روئے تو ‏ ‏ ‏ نکتہ واللیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسرور و شاداں ہوتے تھے تو چہرہ ایسے منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔" (بخاری شریف)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام جو یہود کے بہت بڑے عالم تھے آپ کو ایک نظر دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود ‏ ‏ ‏ نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے ‏ ‏ ‏ اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے ‏ ‏ ‏ ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

چشمانِ اقدس:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانی آنکھیں قدرتِ الٰہی سے سرگیں تھیں۔ اسرار حق ان پہ واشگاف تھے۔ امت کا رکوع وسجود اور خشوع آپ سے پوشیدہ نہیں تھا۔ یہی آنکھیں تھیں جنہوں نے شب معراج دیدارِ خداوندی کا شرف حاصل کیا اور مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا مصداق ٹھہرائی گئیں۔ جو جمالِ خداوندی موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پہ نہ دیکھ سکے اسے آپ نے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ ماضی، حال اور مستقبل آپ کی نگاہوں پر عیاں تھے۔ آپ کی آنکھوں کو ظاہری اور باطنی خصائص سے نوازا گیا۔ اور آپ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی اس طرح دیکھتے تھے جیسے کہ اپنے آگے سے دیکھتے تھے۔ (زرقانی علی المواہب، ص 82) ایسی بصیرت آفریں چشمانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل سلام رضا میں مشاہدہ کیجئے۔

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود ‏ ‏ ‏ اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ ظلہ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

زبان مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اسرار فطرت کی ترجمان تھی۔ قرآن نے کیسی شاندار گواہی دی۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ ان هُوَ اِلَّا وَحيٌ يُوحىٰ یعنی آپ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی وحی اور رضا سے بولتے ہیں۔ آپ کی زبان سراسر وحی خدا ہے۔ آپ نے جو کہا وہ ہو گیا جو ارشاد فرمایا وہ فرمانِ قدرت بن گیا' جو مانگا وہ عطا ہو گیا۔ آپ کی زبان انوارِ کنْ کی عملی تفسیر تھی۔ زبان کیا تھی فصاحت و بلاغت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ اسی زبانِ قدسی کا کمال امام احمد رضا کے سلام میں ملاحظہ کیجئے۔

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

دہن اقدس:

زبانِ اقدس کے ساتھ ہی دہن انور کی رحمت فروزی سلام رضا میں دیکھئے۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
جس کے پانی سے شاداب جان و جناں اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے اس زُلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

اور پھر اسی دہنِ اقدس پر پھوٹنے والے تکلم' تبسم' دعا اور رحمت آفرینی کا منظر دیکھئے۔

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

دندان مبارک اور لب ہائے جاں نواز:

احادیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک کشادہ، روشن اور تاباں تھے۔ جب آپ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں سے نور چمکتا دکھائی دیتا۔ نماز سے پیشتر مسواک فرماتے۔ تبسم فرماتے تو در و دیوار جگمگا اٹھتے۔ آپ مسکرائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گمشدہ سوئی مل گئی۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ جب آپ مسکراتے تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں۔ اور آپ کی زبان مبارک کہ جس سے "نہیں" کا لفظ ادا ہوا ہی نہیں۔ آپ کے لب ہائے مبارک ایسے کہ جیسے گلزار جنت کے گلابوں کی پتیاں۔ سلامِ رضا میں دہن و زبان کی جھلک دیکھئے۔

پتلی پتلی گُلِ قدس کی پتیاں ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

سلطانِ خوباں کائنات کے گوش مبارک

احادیث مقدسہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو حد درجہ کی شانِ سماعت عطا کی تھی اور آپ قریب و بعید کو یکساں انداز سے سنتے تھے۔ آپ حیات ظاہری میں بھی اپنے امتیوں کی فریاد سنتے ہیں اور اب گنبد خضریٰ میں بھی ہماری مناجات سماعت فرماتے اور اذنِ خدا سے ہماری دستگیری بھی فرماتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔" (ترمذی۔ ابن ماجہ، مشکوۃ)

شاہ احمد رضا انہی کیفیات کی ترجمانی فرما رہے ہیں۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
میں کہوں یا نبی وہ کہیں امتی امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

جسم بے سایہ اور قد مبارک:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم لمبے نہیں تھے مگر جب لوگوں کے ساتھ ہوتے تو سب سے اونچے ہوتے۔ (زرقانی علی المواہب خصائص کبریٰ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول آپ نہ تو دراز قد تھے اور نہ پست قد۔ جب چلتے تو قوت و وقار سے چلتے گویا کہ آپ ڈھلان والی زمین پر نشیب کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ کے اعضاء کے جوڑ قوی اور شانے دراز تھے۔ (ترمذی' مشکوۃ شریف)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مبارک اور علامہ حافظ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالیٰ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ نہ کھڑے ہوتے ہوئے آفتاب کے سامنے' گویا کہ آپ کا نور آفتاب پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا' چراغ کی روشنی میں۔ مگر یہ کہ آپ کی تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔"

(ترمذی' زرقانی)

درجنوں محدثین اور ائمہ اکابر نے آپ کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

سلامِ رضا کے اشعار پر غور کیجئے۔

قدِ بے سایہ کے سایہ مرحمت — ظلِ ممدود رافت پہ لاکھوں سلام
طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں — اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام
وصف جس کا ہے آئینہ حق نما — اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام
ان کے خد کی سہولت پہ بے حد درود — ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

اور اس سلسلے میں آپ کا یہ شعر جو کہ قصیدہ نوریہ سے ہے کمال کی بہار دکھا رہا ہے۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا — سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

جسم اطہر کا پسینہ مبارک:

بے شمار روایتوں میں درج ہے کہ خوشبو لگائے بغیر آپ کے بدن سے ہمیشہ خوشبو آتی تھی اور آپ کا پسینہ مبارک نہایت خوشبودار ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے بقول آپ کی ولادت ہوئی تو آپ سے اس قدر خوشبو کستوری کی مانند آئی کہ سارا گھر مہک اٹھا۔ (زرقانی علی المواہب)
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی کستوری کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبو دار ہو۔ (شمائل ترمذی)

آپ جدھر سے گزرتے گلیاں مہک اٹھتیں۔ جن کو آپ کے پسینے کے چند قطرے مل گئے انہوں نے شیشیوں میں محفوظ کر لیے جو دلہنوں کو خوشبو لگانے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ عاشقِ رسول کریم شاہ احمد رضا اسی حقیقت کی ترجمانی کر رہے ہیں ۔

شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق ، اس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود ، پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

آپ کے ہاتھ اور بازوئے اقدس:

نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی ہاتھ اور مبارک بازو نہایت پر گوشت تھے۔ ریشم و کمخواب سے بڑھ کر نرم اور مہک بار تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں زمین کے تمام خزانے دیا گیا ہوں اور وہ میرے ہاتھ پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ (بخاری ومسلم شریف)

آپ کے ہاتھوں کی قوت کے لیے فتح مکہ کا تصور کیجئے۔ جب آپ نے ہاتھ میں پکڑی چھڑی کی جنبش سے زمین میں گڑھے بھاری بھرکم سینکڑوں بتوں کو گرا دیا۔ یہ کمال چھڑی کا نہیں بلکہ آپ کے ہاتھ کا تھا اور آپ کے ہاتھ تو دست قدرت الٰہی کی قوت لیے ہوئے تھے۔ آپ کے

ہاتھ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا تو سورج واپس لوٹ آیا۔ سلامِ رضا میں آپ کے دست و بازوئے مبارک کی شان دیکھئے۔

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
کعبہ دین و ایماں کے دونوں ستوں ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام
جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

سرکار کی ریش اقدس:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی پھبن بھی نرالی تھی۔ آپ کی ریش اقدس نہایت گھنی، دلآویز اور خوشنما تھی۔ آپ ریش اقدس کو تیل لگایا کرتے تھے اور کنگھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا۔ آپ کی ریش اقدس اور سر مبارک کے بالوں میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔ ایک جگہ سترہ بالوں کی تعداد بھی رقم ہے۔ یہ محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے کہ آپ کی ریش اقدس کے سفید بال بھی گن رکھے ہیں اور اگر خوبی قسمت سے کوئی موئے مبارک ہاتھ آ جاتا تو مقدر کا ستارہ سمجھ کر ہمیشہ کے لیے جگمگا اٹھتا۔ ریش اقدس کی رعایت سے سلام رضا کے اشعار کا حسن دیکھیے۔

ریش خوش معتدل مرہمِ ریشِ دل ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام
خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آپ کی گردن، کندھے اور پشت مبارک کا تذکرہ حسن آفریں:

شمائل ترمذی اور خصائص میں رقم ہے کہ آپ کے جملہ اعضا متناسب اور انسانی حسن کے توازن کا اکمل ترین اور بے عیب نمونہ تھے۔ آپ کی گردن مبارک طویل چاندنی کی طرح چمک والی سفید تھی۔ آپ کے شانہ ہائے مبارک بھی عجیب شان رکھتے تھے۔ اور اتنے خوبصورت چشم

عالم نے ایسی خوبصورتی کہیں اور نہ دیکھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے کندھے کبھی ننگے ہو جاتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے چاندی کے ڈھلے ہوئے ہیں۔ (ترمذی) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے اپنے کندھوں پر چڑھایا تو ان مبارک کندھوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کے کنارے تک پہنچ جاتا۔ (المستدرک۔ خصائص کبریٰ) اور آپ کی پشتِ انور کی شان کا کیا کہنا کہ جب قریشِ مکہ خشک سالی اور قحط کے ہاتھوں مجبور ہو کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے کہ خدا سے دعا مانگو تو انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ انور دیوارِ کعبہ سے لگا دی۔ آپ نے انگلی آسمانوں کی طرف اٹھائی تو بلا تاخیر بادل چھا گئے اور مکہ اور قرب و جوار کے علاقے سیراب ہو گئے (زرقانی علی المواہب۔ خصائص کبریٰ) آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے یہی حصے سلامِ رضا میں پورے ضوبار نظر آتے ہیں۔

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں — اُس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام
دوش بر دوش ہے جن سے شانِ شرف — ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام
روئے آئینہ علم پشتِ حضور — پشتیِ قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام
جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی — اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام
حجرِ اسود و کعبہ جان و دل — یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

آخری شعر میں اس مہرِ نبوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو آپ کی پشت پہ گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی جس میں قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا "محمد رسول اللہ" (ابن عساکر)

شکمِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فقر اختیاری تھا۔ پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے اور قدموں میں سیم و زر کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت تاریخ انسانیت کا اعزاز ہے کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی

فقر و فاقہ کا شکوہ کسی سے فرمایا۔" (زرقانی علی المواھب)

آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ اگر تم چاہو تو ارض مکہ کو تمہارے لیے سونا بنا دوں۔ میں نے عرض کیا میرے پروردگار میں چاہتا ہوں کہ ایک دن آسودہ رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری و عاجزی کروں اور دل و جان سے تجھے یاد کروں۔ جب آسودہ رہوں تو تیرا شکر اور تیری حمد کروں۔ (ترمذی شریف)

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جو کہ عزم شفاعت پہ کھنچ کر بندھی — اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

نور عین لطافت پہ الطف درود — زیب و زین نظافت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود — فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

آپ کے پائے مبارک اور زانوئے اطہر:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں لطیف اور نازک تھیں۔" (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سب سے زیادہ حسین تھے۔"

(زرقانی علی المواھب)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک جب پتھروں پر آ جاتے تو وہ پتھر آپ کے پاؤں کے نیچے نرم موم ہو جاتے۔ ایک روز آپ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ کوہ احد پر کھڑے تھے تو پہاڑ کانپنے لگ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا "اے احد! ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔" (بخاری شریف)

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا — رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

اوپر کے متن کو قلب و جان میں بسا کر امام احمد رضا کے لافانی سلام کے ان اشعار پر توجہ کیجئے۔

انبیاء تہ کریں زانو ان کے حضور زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام
ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم شمع راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

شہنشاہ دو جہاں کا ملبوس اطہر:

امام احمد رضا نے اپنے قصیدہ سلامیہ میں اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت نورانی اور آپ کے خال و خد کو اس طرح شعری ملبوس عطا کیا ہے کہ ہر شعر قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کا ترجمان نظر آتا ہے۔ آپ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ عمامہ شریف' چادر' قمیض اور تہبند مبارک۔ عمامہ شریف اکثر سفید کبھی سیاہ اور کبھی سبز بھی استعمال فرمایا ہے۔ شملہ مبارک کبھی چھوڑتے اور کبھی نہیں۔ آپ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگاتے مگر آپ کی اس سادگی پر دو جہاں کے تکلفات نثار تھے۔ آپ کو سفید رنگ بہت مرغوب تھا۔ نعلین شریف چپل کی شکل کی تھیں۔ ہر ایک کے دو تسمے دوہری تہہ والے تھے۔ آپ ؐ کے کپڑے ہمیشہ صاف ہوتے۔ یمن کی دھاری دار چادر آپ کو بہت پسند تھی۔ آپ نے مختلف رنگوں کی چادریں استعمال فرمائی ہیں۔ ہزاروں مربع میل سرزمین کے حکمران اور ایک کچے حجرے کے مکین۔ احمد رضا خاں کا انداز ثنا گوئی دیکھیے۔

سیدھی سیدھی روش پہ کروڑوں درود سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام
بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود بے تکلف ملاحت پے لاکھوں سلام
نام و کام و تن و جان و حال و مقال سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بغل مبارک:

خصائص کبریٰ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور نورانی بغلیں نہایت پاکیزہ صاف اور معنبر تھیں۔ آپ کی بغلوں کا رنگ متغیر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ کی بغلوں میں بال تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتی۔ (طبقات سعد) آپ کی نورانی بغلوں کے تناظر میں سلام رضا کا حسن ملاحظہ کیجئے۔

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پہ مہکتی درود پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام
نور عین لطافت پہ الطف درود زیب و زین نظافت پہ لاکھوں سلام

سینہ گنجینہ حکمت اور قلب اطہر:

قرآن حکیم آپ کے سینہ اقدس کی عظمتیں یوں بیان کرتا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (اے حبیب کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا) خدا نے شرح صدر کی صورت میں آپ کو وہ مرتبہ دیا کہ لاہوت و جبروت اور آسمان و زمین کے تمام حقائق آپ پر آشکارا ہو گئے۔ آپ کا سینہ اطہر ہموار اور برابر تھا۔ سینہ اقدس کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا جو ناف تک تھا اور سینہ اقدس کے اوپر دونوں طرف بال نہ تھے۔ آپ کے قلب شریف کی وسعت، عظمت و جلالت کا بیان طاقت انسانی سے باہر ہے۔ آپ کے قلب شریف کا اعجاز ہے کہ تمام قرآن اس پر نازل ہوا۔ اوروں پر نیند غلبہ کرے تو آنکھیں محوِ خواب ہو جاتی ہیں اور دل غافل ہو جاتا ہے مگر آپ کا قلب اقدس نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا۔ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ (بخاری و مسلم شریف) اسی سینہ و قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوضات کی جھلک سلام رضا میں محسوس کیجئے۔

رفع ذکرِ جلالت پہ ارفع درود شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام
دل سمجھ سے وریٰ ہے مگر یوں کہو غنچہ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام
نقطہ سر وحدت پہ یکتا درود مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

ہم نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ اشعار سے فقط ان اشعار کا انتخاب شاملِ مضمون کیا ہے جو آپ کے حسن و جمال کی تجلیات بکھیر رہے ہیں ورنہ قصیدہ سلامیہ میں کیا کچھ نہیں ہے۔ ہم نے تو فقط پہلے حصے کے انتخاب پر ہی اکتفا کیا ہے۔ سلام رضا کے جس حصے کا ذکر ہم کر رہے ہیں اس کے بارے میں معروف نقاد ڈاکٹر ابوالخیر کشفی رقم طراز ہیں:

''اس سلام (جس کو اس عاجز نے حدیقہ نعت قرار دیا ہے) کا دوسرا حدیقہ

شمائل و خدوخال رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے۔ شمائل کا باب احادیث کے ذخیروں میں بہت نمایاں ہے۔ صحابہ کرام کو حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کے رخساروں میں سورج تیرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ہر دن سرکار دو عالم کی محفلِ روحانی میں بیٹھنے والوں نے کبھی شاید اس چہرہ پرنور کو پوری طرح نہیں دیکھا۔ اس چہرے کے ہر اندازِ حسن کو اور ہر رنگ کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے تھے۔ وہ چہرہ کبھی طلوع ہوتے ہوتے سورج کی مانند دکھائی دیتا تو کبھی بدرِ کامل کی طرح۔ کبھی وہ رخسار گلستان میں بدل جاتے۔ اس لامحدود حسن کی لامحدودیت کا اندازہ شمائل کی احادیث سے ہو سکتا ہے۔ ہر صحابی نے اپنے ظرف کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اپنے مشاہدے کو الفاظ کا پیراہن عطا کیا۔ مضمون کے آخر میں ڈاکٹر کشفی لکھتے ہیں:

''اشعار کے انتخاب میں اس وقت مجھے جو مشکل پیش آ رہی ہے اس تجربے سے میں پہلے شاید کبھی دوچار نہیں ہوا۔''

(سلام رضا کے دو باغوں کی سیر۔ ابوالخیر کشفی۔ مجلہ نعت رنگ کراچی شمارہ 18)

خدا گواہ ہے اس وقت یہی دشواری ہمیں بھی پیش آ رہی ہے۔ شمائلِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مضامین بے شمار ہیں۔ سلامِ رضا کے بہت سے اشعار دامانِ فکر کو اپنی جانب متوجہ کر رہے ہیں مگر کاروانِ قرطاس وقلم نے کہیں تو رکنا ہوتا ہے۔ کہیں تو تمنا ہوتا ہے تاکہ چند لمحے ستا کر نئے مضامین کے گل و لالہ کی تلاش میں پھر سے سفر شوق کا ارادہ کیا جائے۔ ہم تفصیلات اور توضیحات سے دامن بچاتے ہوئے مزید چند شعری پھول اپنے قارئین کی نظر کر رہے ہیں۔ یہ پھول بھی سلامِ رضا کے گلزارِ عقیدت کی خوشبو لیے ہوئے ہیں۔

حضور عرش کی زینت۔

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود   نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

سرکارِ دو عالم کی بے کس نوازی

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود — مجھ سے بے بس کی ہمت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود — ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جلوہ کاری حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں — اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام

جس کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی — ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

آپ کا بچپن

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن — اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

مہدِ والا کی قسمت پہ صدہا درود — برج ماہ رسالت پہ لاکھوں سلام

شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

آپ کے اہل بیت

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے — اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

امہات المومنین

اہلِ اِسلام کی مادرانِ شفیق — بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

-------☆-------

اب تک جو مستند ہے وہ سکہ رضا کا ہے

"حدائقِ بخشش" نعت و مدحت کے حوالے سے وہ مینارہ نور ہے جس سے پھوٹنے والی کرنیں ہر دور اور زمانے کو منور کر رہی ہیں۔ "حدائق بخشش" کی ہر نعت چاند ہے' ستارہ ہے' پھول ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے رب قدوس نے کلکِ رضا سے افکار کو تازگی' اذہان کو بالیدگی' جذبات کو پاکیزگی اور فکر وفن کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر متزلزل وابستگی بخشنے کا اہتمام کیا ہے۔ ہر نعت آنکھوں کو آنسوؤں کی برسات اور بزم ہستی کو عقیدت کی سوغات بخشتی محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ اس کتاب کے بیشتر ابواب احمد رضا محدث بریلوی کی شعری عظمتوں کو بالخصوص خراجِ عقیدت نذر کرتے نظر آتے ہیں اس لیے ہم نے "حدائق بخشش" کی نعتوں کا ایک انتخاب پیش کیا ہے۔

ہماری کیا مجال کہ کلام رضا سے انتخاب کی جرات کرسکیں۔ یہ تو باطن کی آواز تھی کہ ادب ذوق اصحابِ نقد ونظر کم سے کم وقت میں امام احمد رضا کے کلام بلاغت نظام کے منتخب اشعار سے اپنے افکار کو جگمگا سکیں۔ ہم نے فقط اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اردو نعتیہ کلام سے انتخاب پیش کیا ہے تا کہ باذوق قارئین کو اور آسانی ہو۔ اس انتخاب سے وہ حضرات بھی استفادہ کرسکیں گے جو آپ کی نعتیہ شاعری پر تحقیق وتنقید کا کام کر رہے ہیں۔ انتخاب میں آسان اور زود فہم اشعار کو بطور خاص پیش نظر رکھا تا کہ محنت سے جی چرانے والے آپ کی غیر معمولی علمی تگ و تاز تک رسائی حاصل نہ ہونے کو بہانہ بنا کر کلام رضا سے پہلو بچا کر نہ گزر سکیں۔ یہ انتخاب ان علماء و فضلاء کے لیے بھی معاون ثابت ہوگا جو اس عہد ساز نعت گو پر گھنٹوں خطاب کرنے کے باوجود فقط چند اشعار کی تکرار کو ہی امام احمد رضا کی طبع بلند تک رسائی سمجھ بیٹھے ہیں۔ میں نے اس تاریخ ساز نعت گوئی حضرت شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی روح اقدس سے معذرت کے ساتھ ایسا کیا ہے ورنہ "حدائق بخشش" میں نعت کے ہر شعر پر علم و فکر کے بحرِ بے کراں کا گمان گزرتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ۔

اے رضا جان عنا دل ترے نغموں کے نثار
بلبل باغ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا — نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی — چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا
صف ماتم اٹھے خالی ہو زنداں ٹوٹیں زنجیریں — گنہگارو! چلو مولا نے در کھولا ہے جنت کا
سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب — نظارا روئے جاناں کا بہانہ کرکے حیرت کا
ادھر امت کی حسرت پر ادھر خالق کی رحمت پر — نرالا طور ہوگا گردش چشم شفاعت کا
جنہیں مرقد میں تا حشر امتی کہہ کر پکاریں گے — ہمیں بھی یاد کرلو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا
گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا — خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

---☆---

نہ آسماں کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا — حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا
حضور ان کے خلاف ادب تھی بے تابی — مری امید تجھے آرمیدہ ہونا تھا
نظارا خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ — نہ اس قدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں — دل حزیں تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا
ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو — سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا
نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی — کہ صبح گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا

---☆---

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں — خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان، زمین خوان، زمانہ مہماں — صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

میرے مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں — کون نظروں میں چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف — تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی — مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال — جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

تُو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا — تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

تیرے صدقے مجھے ایک بوند بہت ہے تیری — جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

---☆---

شور مہ نو سن کر تجھ تک میں دواں آیا — ساقی میں ترے صدقے مے دے رمضاں آیا

طیبہ کے سوا سب باغ پامال فنا ہوں گے — دیکھو گے چمن والو جب عہد خزاں آیا

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے — سکتہ میں پڑی ہے عقل، چکر میں گماں آیا

جلتی تھی زمیں کیسی، دھوپ کڑی کیسی تھی — لو وہ قد بے سایہ اب سایہ کناں آیا

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا — لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم — تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا — تیرے صدقے میں نجی اللہ کا بجرا تر گیا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

میں ترے قدموں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ — جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا

کیوں جناب بوہریرہؓ کیسا تھا وہ جام شیر — جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو — قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا — کافر ان سے کیا پھرا اللہ اس سے پھر گیا

---☆---

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا — ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا — میرے مولا میرے آقا ترے قربان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا — سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام — للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے — پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور تم پہ مرے آقا کی عنایت نہ سہی — نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے — تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

---☆---

عرش سے مژدہ بلقیس شفاعت لایا — طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمانِ عرب

حُسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں — سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

حور سے کیا کہیں، موسیٰ سے مگر عرض کریں — کہ ہے خود حسنِ ازل طالبِ جانانِ عرب

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں — کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسان عرب

---☆---

طوبےٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

مولی گلبن رحمت زہرا سبطین اس کی کلیاں پھول
صدیق و فاروق و عثمان حیدر ہر اک اس کی شاخ

اپنے ان باغوں کا صدقہ وہ رحمت کا پانی دے

جس سے نخل دل میں ہو پیدا پیارے تیری ولا کی شاخ

ظاہر و باطن، اول و آخر زیب فروع و زین اصول

باغ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ جڑ پتی شاخ

---☆---

زہے عزت و اعتلائے محمد · کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم · خدا چاہتا ہے رضائے محمد

محمد برائے جناب الٰہی · جناب الٰہی برائے محمد

دمِ نزع جاری ہو میری زباں پر · محمد محمد خدائے محمد

مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا · ملک خادمانِ سرائے محمد

عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر · خدائے محمد برائے محمد

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا · گروں کا سہارا عصائے محمد

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا · بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا · دلہن بن کے نکلی دعائے محمد

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے · جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمد

---☆---

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر · رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر

رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی · رہ گیا بوسہ دہ نقشِ کفِ پا ہو کر

ہے یہ امید رضا کو تری رحمت سے شہا · نہ ہو زندانیٔ دوزخ ترا بندہ ہو کر

---☆---

نار دوزخ کو چمن کر دے بہار عارض — ظلمت حشر کو دن کر دے نہار عارض

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحبِ قرآں کو شہا — لاکھ مصحف سے پسند آئی بہار عارض

جیسے قرآن ہے وِرد اس گُلِ محبوبی کا — یونہی قرآں کا وظیفہ ہے وقار عارض

گرچہ قرآں ہے نہ قرآں کی برابر لیکن — کچھ تو ہے جس پہ ہے وہ مدح نگار عارض

حق نے بخشا ہے کرم نذر گدایاں ہو قبول — پیارے اِک دل ہے وہ کرتے ہیں نثار عارض

---☆---

سر تابقدم ہے تن سلطان زمن پھول — لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ — مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی — ہیں دُرِّ عدن، لعل یمن، مشکِ ختن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا — اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

گرمی یہ قیامت ہے کہ کانٹے ہیں زباں پر — بلبل کو بھی اے ساقی صہبا ولبن پھول

بو ہو کے نہاں ہو گئے تابِ رخ شہ ہیں — لو بن گئے ہیں اب تو حسینوں کا دہن پھول

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی — زہرا ہے کلی جس میں، حسین اور حسن پھول

---☆---

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرۂ نورِ فزا کی قسم

قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن ادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا

کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

تری مسند ناز ہے عرش بریں' ترا محرم راز ہے روح امیں

تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا' ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے امید ہے تجھ سے رجا

تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

یہی عرض ہے خالق ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا

مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں

نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخئ طبعِ رضا کی قسم

---☆---

کس بلا کی مے سے ہیں سرشار ہم ‎ ‎ دِن ڈھلا ہوتے نہیں ہشیار ہم

اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور ‎ ‎ جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم

اپنے مہمانوں کا صدقہ ایک بوند ‎ ‎ مر مٹے پیاسے ادھر سرکار ہم

باعطا تُم شاہ تمُ' مختار تم ‎ ‎ بے نوا ہم' زار ہم' ناچار ہم

نازشیں کرتے ہیں آپس میں ملک ‎ ‎ ہیں غلامانِ شہِ ابرار ہم

---☆---

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں ‎ ‎ عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

جا بجا پرتو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں ‎ ‎ دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج ‎ ‎ جس کی خاطر مر گئے مُنعم رگڑ کر ایڑیاں

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں — رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں
ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا — رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں
اے رضا طوفان محشر کے طلاطم سے نہ ڈر — شاد ہو ہیں کشتی امت کو لنگر ایڑیاں

---☆---

رشکِ قمر ہوں رنگِ رخ آفتاب ہوں — ذرہ ترا جو اے شہ گردوں جناب ہوں
بے اصل و بے ثبات ہوں بحر کرم مدد — پروردۂ کنارِ سراب وحباب ہوں
دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت سے بیشتر — دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں
میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا — پُرلطف جب ہے کہہ دیں اگر وہ جناب "ہوں"

---☆---

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں — کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں — روح قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں
دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور — اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں
میں نے کہا کہ جلوۂ اصل میں کس طرح گمیں — صبح نے نور مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوں
جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے — لا اسے پیش جلوۂ رمز مۂ رضا کہ یوں

---☆---

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تری گلی سے جائے کیوں
یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگسِ مستِ ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کر پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

باغِ عرب کا سرو ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمری جان غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

---☆---

اہل صراط روح امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پہ نہ جائیں
آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

ان کی حرم کے خارکشیدہ ہیں کس لیے آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں
کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار اَعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

---☆---

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
جو ترے در سے یار پھرتے ہیں در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں
لاکھوں قدسی ہیں کامِ خدمت پر لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں
ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں
جان ہیں جان کیا نظر آئے کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں
کیوں کوئی پوچھے تیری بات رضا تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

---☆---

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں
ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

---☆---

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

سایہ اُفگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر
جب لواء الحمد لے امت کا والی ہاتھ میں

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقف سنگ در جبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں

آنکھ محو جلوہ دیدار دل پرجوش وجد
لب پہ شکر بخشش ساقی پیالی ہاتھ میں

جود شاہ کوثر اپنے پیاسوں کا جویا ہے آپ
کیا عجب اڑ کر جو آپ آئے پیالی ہاتھ میں

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

---☆---

پنجہ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

ہے انہی کے دم قدم کی باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

---☆---

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہی نورِ حق وہی ظلِّ رب ہے انہیں سے سب ہے انہی کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں مدحِ اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

---☆---

رخ دن ہے یا مہرِ سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سروِ جاں فزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی یا روزِ جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہے بلبلِ رنگیں رضا یا طوطیٔ نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

---☆---

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

مدینہ کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے
رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

---☆---

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
گل کھلے گا آج یہ ان کی نسیم فیض سے خون روتے آئیں گے ہم مسکراتے جائیں گے
کچھ خبر بھی ہے فقیرو آج وہ دن ہے کہ وہ نعمت خلد اپنے صدقے میں لٹاتے جائیں گے
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے
لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف خرمن عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے
خاک اُفتادو بس ان کے آنے کی ہی دیر ہے خود وہ گر کر سجدے میں تم کو اٹھاتے جائیں گے
حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

---☆---

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی مشکل آسان الٰہی میری تنہائی کی
چاند اشارے کا ہلا حکم نے باندھا سورج واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی
تنگ ٹھہری ہے رضا جس کے لیے وسعت عرش بس جگہ دل میں ہے اس جلوہ ہر جائی کی

---☆---

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی
قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے جلوہ فرما ہو گی جب طلعت رسول اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی
سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور "نہ" کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی
اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

یارب اک ساعت میں دھل جائیں سیہ کاروں کے جرم
جوش میں آ جائے اب رحمت رسول اللہ کی

---☆---

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے
دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا خدا بُرا نہ کرے
یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

---☆---

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ
قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب و شوق کا باہم یاں الجھنا دیکھو
مہرِ مادر کا مزہ دیتی ہے آغوشِ حطیم
جن پہ ماں باپ فدا یاں کرم ان کا دیکھو
اولیں خانہء حق کی تو ضیائیں دیکھیں
آخریں بیتِ نبی کا بھی تجلا دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

---☆---

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی　سب سے بالا و والا ہمارا نبی

اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی　دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس　ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی

جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات　ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

خلق سے اولیا' اولیاء سے رُسل　اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل　ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی　چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے　دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے　پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

غمزدوں کو رضا مژدہ دیجے کہ ہے　بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

---☆---

خامہ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ　کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیارے جھوم کر　ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ　اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ　طالع برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ

اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار　بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے　ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

---☆---

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی
یوں جائیے کہ گرد سفر کو خبر نہ ہو

اے شوق دل یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے سر کو خبر نہ ہو

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

---☆---

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح و الشمس وضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح و ثناء کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غم خواری تشنہ سیراب ہوا کرتے ہیں

کیوں نہ زیبا ہو تجھے تاجوری تیرے ہی دم کی ہے سب جلوہ گری
ملک و جن و بشر حور و پری جان سب تجھ پہ فدا کرتے ہیں

---☆---

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

ہم سیاہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں
سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائیں رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں سجدہ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو
دیکھو قرآن میں شب قدر ہے تا مطلع فجر یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

---☆---

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو پھر دکھا دے وہ رخ اے مہر فروزاں ہم کو
جس تبسم نے گلابوں پہ گرائی بجلی پھر دکھا دے وہ ادائے گل خنداں ہم کو
عرش جس خوبی رفتار کا پامال ہوا دو قدم چل کے دکھا سروِ خراماں ہم کو
خار صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں وحشت دل نہ پھرا کوہ و بیاباں ہم کو
جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینے کی بہار نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

---☆---

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا کہتے ہیں اگلے زمانے والے
لب سیراب کا صدقہ پانی اے لگی دل کو بجھانے والے
خلق تو کیا کہ ہیں خالق کو عزیز کچھ عجب بھاتے ہیں بھانے والے
وہی دھوم ہے ان کی ماشاء اللہ مٹ گئے آپ مٹانے والے

---☆---

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے
جگمگا اٹھی مری گور کی خاک تیرے قربان چمکنے والے
عاصیو تھام لو دامن ان کا وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
ارے یہ جلوہ گہِ جاناں ہے کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے

---☆---

کس کے جلوہ کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے
ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

زاہد ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

بے بسی ہو جو مجھے پرسش اعمال کے وقت
دوستو کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے

کاش فریاد میری سن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے

اس کی بے چینی سے ہے خاطر اقدس پہ ملال
بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گزرا کیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا ہے

سامنا قہر کا ہے دفتر اعمال میں پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے

آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یاشاہ رسل
بندہ بے کس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے

ان کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر یہ کہو اب مجھے پروا کیا ہے

پھر مجھے دامن اقدس میں چھپا لیں سرور
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے

بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا
کیسا لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے

چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں محکوم ہیں ہم
حکم والا کی نہ تعمیل ہو زہرہ کیا ہے

صدقے اس رحم کے اس سایہ دامن پہ نثار
اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے

---☆---

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں
اے جان جاں میں جان تجلا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع روز جزا کا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

صبح وطن پہ شام غریباں کو دوں شرف
بے کس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا مولا کہوں تجھے

---☆---

مژدہ باد اے عاصیو شافع شہ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو ذات خدا غفار ہے

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

گورے گورے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جان بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

---☆---

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

عرش پہ جا کے مرغ عقل تھک کے گرا غش آ گیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

---☆---

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

انہیں کی بو مایہ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آ کر میرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

---☆---

گنہگاروں کو ہاتف سے نوید خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لیے احمد سا والی ہے

ترا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر تیرے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

میں اک محتاج بے وقعت گدا تیرے سگ در کا
تیری سرکار والا ہے تیرا دربار عالی ہے

تمہاری شرم سے شان جلال حق ٹپکتی ہے
خم گردن ہلال آسمان ذوالجلالی ہے

---☆---

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

سونا پاس ہے سُونا بَن ہے سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھ ہو تو جواب آئے
پھر جھنجلا کر سر دے ٹپکوں چل رے مولی والی ہے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بے کس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

---☆---

نبی سرور ہر رسول و ولی ہے
نبی راز دار مع اللہ لی ہے

وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا
رؤف و رحیم و علیم و علی ہے

نکمرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے — دو عالم میں جو کچھ خفی وجلی ہے
تمنا ہے فرمایئے روز محشر — یہ تیری رہائی کی چٹھی ملی ہے
تیرے در کا درباں ہے جبریلِ اعظم — ترا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے
شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی — سوا تیرے یہ کس کو قدرت ملی ہے

---☆---

نصیب دوستاں گران کے در پر موت آنی ہے
خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے
اسی در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں بلکتے ہیں
اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے
ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگار مسجد اقدس میں کب سونے کا پانی ہے
جہاں کی خاکروبی نے چمن آرا کیا تجھ کو
صبا ہم نے بھی ان گلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے
شہا کیا ذات تیری حق نما ہے فردِ اِمکاں میں
کہ تجھ سے کوئی اول ہے نہ تیرا کوئی ثانی ہے

---☆---

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے — گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
مچلا ہے کہ رحمت نے امید بندھائی ہے — کیا بات تری مجرم کیا بات بنائی ہے
اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے — جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے
طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد — ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

---☆---

حرز جاں ذکر شفاعت کیجئے
نار سے بچنے کی صورت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

اِذن کب کا مل چکا اب تو حضور
ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے

ملحدوں کا شک نکل جائے حضور
جانب مہ پھر اشارت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

بیٹھتے اٹھتے حضور پاک سے
التجا و استعانت کیجئے

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے؟

آپ ہم سے بڑھ کے ہم پر مہرباں
ہم کریں جرم آپ رحمت کیجئے

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
یاد اس کی اپنی عادت کیجئے

---☆---

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جانِ فلاح وظفر کی ہے

ماہ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ بھی ہے اُنہیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن اُنہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

بے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام
ان کو سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

بے مانگے دینے والے کی نعمت میں غرق ہیں
مانگے سے جو ملے کسے فہم اس قدر کی ہے

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت اگر کی ہے

---☆---

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

تھکے تھکے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے

سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہاں قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قرباں ہو رہے تھے

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا

جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

اٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے

وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے

عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے ہوئے ملے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن

اس کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

---☆---

صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نہ کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

تیری نسلِ پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالا نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے سیما نور کا

شمع دل مشکوۃ تن سینہ زجاجہ نور کا | تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا
تیری ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا | رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

---☆---

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام | شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یار ارم تاجدار حرم | نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود | نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخ نبوت پہ روشن درود | گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
صاحب رجعت شمس و شق القمر | نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں | اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود | مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود | حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں | اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام
قد بے سایہ کے سایہ مرحمت | ظل ممدود و رافت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سر سروراں خم رہیں | اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان | کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا | اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
جس کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی | ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا | اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے | اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں | ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا | چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول — اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں — اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا — موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام
جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں — ایسے بازو کی ہمت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں — انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم — اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن — اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں — اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی — آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب و عتاب و کتاب و حساب — تا ابد اہلسنت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں — شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا — مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

☆

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو — سرور ہر دوسرا ہو
عمر بھر تو یاد رکھا — وقت پہ کیا بھولنا ہو
کوئی کیا جانے کہ کیا ہو — عقل عالم سے وریٰ ہو
سب سے اول سب سے آخر — ابتدا ہو انتہا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے — تم مؤخر مبتدا ہو

سب تمہارے دَر کے رستے ایک تم راہ خدا ہو
حق دُرودیں تم پر بھیجے تم مدام اس کو سرا ہو
وہ عطا دے تم عطا لو وہ وہی چاہے جو چاہو
کیوں رضا مشکل سے ڈر ہے جب نبی مشکل کشا ہو

---☆---

کعبہ کے بدرالدجی تم پہ کروڑوں درود طیبہ کے شمس الضحی تم پہ کروڑوں درود
شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود
وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود
بے ہنر دے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود
خلق تمہاری جمیل، خلق تمہارا جلیل خلق تمہاری گدا تم پہ پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروڑوں سلام تم پہ کروڑوں ثنا تم پہ کروڑوں درود
خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود

---☆---

زمیں و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے ہیں تمہارے لیے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے
فرشتے خدم، رسول حشم، تمام امم، غلام کرم

وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لیے
اصالت کل امامت کل سیادتِ کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لیے
تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک' سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لیے
خلیل و یحییٰ' مسیح و صفی' سب سے کہی' کہیں بھی بنی؟
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے
اشارے سے چاند چیر دیا' چھپے ہوئے خور کو پھر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا' یہ تاب و تواں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے' وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

---☆---

نظر اک چمن سے دو چار ہے نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے
وہ ہے بھینی بھینی وہاں مہک کہ بسا ہے عرش سے فرش تک
وہ ہے پیاری پیاری وہاں چمک کہ وہاں کی شب بھی نہار ہے
وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہ ہے جان' جان سے ہے بقا' وہی بن ہے بن سے ہی بار ہے
وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

---☆---

ایمان ہے قال مصطفائی　قرآن ہے حال مطفائی

اصحاب نجوم رہنما ہیں　کشتی ہے آل مصطفائی

محبوب و محبّ کی ملک ہے اک　کونین ہیں مال مصطفائی

اللہ نہ چھوٹے دست دل سے　دامان خیال مصطفائی

روشن کر قبر بے کسوں کی　اے شمع جمالؔ مصطفائی

---☆---

ذرے جھڑ کر تیری بیزاروں کے　تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے

میرے آقا کا وہ در ہے جس پر　ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے

میرے عیسٰی تیرے صدقے جاؤں　طور بے طور ہیں بیماروں کے

مجرمو! چشم تبسم رکھو　پھول بن جاتے ہیں انگاروں کے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا　بول بالے میری سرکاروں کے

---☆---

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے　یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

غرض سے چھٹ کے محفل ذکر کو　نام پاک ان کا جپا پھر تجھ کو کیا

بے خودی میں سجدہ در یا طواف　جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے اپنا بندہ کر لیا پھر تجھ کو کہا

دشت گرد و پیش طیبہ کا ادب مکہ سا تھا یا سوا پھر تجھ کو کہا

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کہا

---☆---

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا وہ بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

تمہارے وصف کمال و جمال میں جبریل محال ہے کہ مجال و مساغ کے چلے

رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومیں تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کر چلے

---☆---

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِی نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دو سرا جانا

اَلْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی من بے کس وطوفاں ہوش ربا

منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

اَلْقَلْبُ شَجٍ وَالْھَمُّ شُجُوْنٌ دل زار چناں جاں زیر چنوں

پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مورا کون ہے تیرے سوا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرْقًا یک شعلہ دگر برزن عشقا

مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا

ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

---☆---

دعا

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدارِ عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یاالٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلّم کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب پڑے محشر میں شور دار وگیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

---☆---

قصیدہ نور...... کلکِ رضا کی صدائے خُوش نوا

قصائد رضا کے ضمن میں ہم آپ کے معروف قصائد پر بحث کرتے ہوئے قصیدۂ نور کا بھی تذکرہ کر چکے ہیں۔ اس باب میں بطور خاص قصیدہ نور کے حوالے سے تبصرہ مقصود ہے۔ اردو شاعری میں لاریب قصیدہ ایک مشکل صنف شاعری ہے جس سے شعراء مشکل سے ہی عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ بعض آغاز تو کر لیتے ہیں مگر ایک دو صفحات کے بعد آگے بڑھنے کا حوصلہ نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب میں نعتیہ قصائد کہنے والوں کی تعداد مختصر ہے۔ متقدمین میں مرزا محمد رفیع سودا اور ان کے بعد شیخ محمد ابراہیم ذوق نے قصیدہ نویسی سے نام پیدا کیا اور خاقانی ہند کہلائے۔ مرزا غالب نے بھی کئی قصائد کہے ہیں لیکن اپنی تمام تر قوت بیان کے باوجود محمد ابراہیم ذوق پر برتری حاصل نہ کر سکے۔ ان تمام حضرات کی قصیدہ نگاری یا ہجو گوئی بادشاہوں' حکمرانوں اور سلاطین کی مدح سرائی یا توہین تک محدود ہے۔

نعت گوئی میں قصائد نگاری کا میدان ہی الگ ہے۔ نعت گو شعراء میں امیر مینائی' کرامت علی شہیدی اور محسن کاکوروی نے بہت اچھے نعتیہ قصائد لکھے ہیں۔ بالخصوص حضرت محسن کاکوروی تو نعتیہ قصائد کے دربار میں بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں۔ ان کا قصیدہ لامیہ ہمیشہ ان کی عظمت کا گواہ بنا رہے گا۔

سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

دراصل نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دیگر ادبی مقامات سے الگ ہے۔ دیگر قصائد میں شاعر کو حق حاصل ہے کہ اپنے ممدوح کی تعریف میں جس حد تک بلند جا سکتا ہے' چلا جائے۔ یا اگر ہجو گوئی پر اتر آیا ہے تو جو کہنا چاہتا ہے' کہہ لے۔ اس کا مقصود قصیدہ سے فقط دولت کمانا ہے جبکہ ہجو گوئی کا مقصود اپنے مخاطب کو ذلیل کرتا ہے۔

مگر نعت و مدحت کی دنیا میں آئیں تو انداز بیان کے تمام لوازمات انوار سے ضوبار نظر آتے ہیں۔ یہاں محبوب حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔آپ محبوبِ خدا و ملائکہ بھی ہیں۔ انبیاء ورسل آپ ہی کی ثناء خوانی کرتے رہے۔خدائے کریم نے خود آپ کی توصیف کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے ایسے محبوب ہیں کہ جن پر میں اور میرے فرشتے ہر لحہ اور ہر آن درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں۔ یہ محبوب ہر قسم کے عیب سے بری ہے۔ بلکہ اتنا خوبصورت دلآویز اور سراپا نور ہے کہ اس کی عیب جوئی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ظفر علی خاں کے لفظوں میں۔

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو

جلتے ہیں جبریل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غائتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو

پھوٹا جو سینہ شب تار الست سے
اس نور اولیں کا اجالا تمہی تو ہو

محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صورت ظاہری اور جلوہ ہائے جاں نواز کے لحاظ سے بے عیب ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام جن کی ایک جھلک دیکھتے ہی پکار اٹھتے ہیں کہ ایسا حسین چہرے والا غلط بول ہی نہیں سکتا۔کتنے خوش بخت صحابہ ہیں کہ جنہوں نے آپ کے چہرے کی ایک ہی جھلک دیکھی۔کوئی معجزہ بھی طلب نہیں کیا اور حسن عالم فروز دل و جاں میں ایسے جلوہ گر ہوا کہ بے اختیار توحید و رسالت کا اقرار کر لیا۔ادھر سیرت بھی خدائے کریم نے آپ کو ایسی عطا کی کہ آپ کے کردار کو تمام کائنات کے لیے شام ابد تک کے لیے سرمایہ تقلید بنا دیا۔ جب محبوب اس قدر مکمل' اکمل' جامع اور ظاہر و باطن کے لحاظ سے اس قدر مرکز توجہ ہو تو پھر ہجو گوئی کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسی جرات کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔اس کے مقابلے میں جب اس محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا گوئی' نعت نگاری اور توصیف وثنا کی باری آتی ہے تو پھر شاعر کا قلم فکر وفن کی معراج کو چھونے لگتا ہے۔ وہ اپنی خوش بختی پر ناز کرتا ہے کہ اسے ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت ملی ہے۔

نعت گو شاعروں نے توصیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلہائے رنگا رنگ وجود میں لاتے ہوئے آپ کے حفظ مراتب کا ہر ممکن خیال رکھا ہے کہ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ توصیف ثنا کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے اس بات کو بھی مدنظر رکھا ہے کہ ان کی ثناء خوانی کہیں مقام الوہیت کو نہ چھو جائے۔ عظیم ہیں وہ شعراء جنہوں نے دونوں طرف حدود و قیود کو مدنظر رکھا اور ایسا نعتیہ کلام پیش کر گئے جس کی مہک سے اب تک بزم ہستی معطر ہو رہی ہے۔

جہاں تک شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی نعت گوئی اور قصیدہ نگاری کا تعلق ہے تو آپ سے بڑھ کر نعت کے فکری اور علمی تقاضوں کو کون جانتا ہے۔ بلکہ آپ نے نعت گوؤں کے لیے افراط وتفریط سے بچنے کے لیے ایسی شرائط بیان کر دی ہیں کہ تمام نعت گو شعراء آپ ہی کے متعین کردہ راستے پر چل رہے۔ جہاں آپ دوسرے نعت گو شعراء کے لیے جادہ عمل متعین کرتے ہیں۔ وہاں آپ خود کس درجہ محتاط ہوں گے اس حوالے سے متعدد مثالیں موجود ہیں مگر یہاں ان کا تذکرہ مقصود نہیں ہے۔

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے زمانے میں بہت سے نامور علماء ریاستوں سے وظائف پاتے تھے۔ یا ان کی دلجوئی اور ادب پروری کے لیے والیان ریاست مختلف انعامات و اکرامات سے نوازا کرتے تھے۔ مگر شاہ احمد رضا خاں نے کسی بھی دربار یا ریاست سے ایک پیسہ بھی اپنے لیے حرام سمجھا۔ کئی مرتبہ مختلف والیان ریاست کی طرف سے پیش کشیں ہوئیں مگر آپ نے یہ کہتے ہوئے ٹھکرا دیا کہ۔

کروں مدح اہل دُوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

سچ پوچھیے تو نعتیہ قصائد کا حق ایسی ہی شخصیت ادا کر سکتی تھی جس کے دل پر سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمرانی ہو اور جو ہر آن حسن و جمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہو رہی ہو۔

قصیدہ کی شان اور اُٹھان تشبیب سے ہوتی ہے کہ شاعر کس طور اپنے قصیدے کے لیے زمین ہموار کرتا ہے۔ اس میں شاعر فکری بلند پروازی تشبیہات و استعارات اور فکر وفن کی بلندیوں

کا سہارا لیتا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے اصل مدعا کی طرف آتا ہے۔ عام نعت یا غزل کی طرح نہیں کہ مطلع ہی میں فنی بلند پروازی یا شکوہ فکر کا مظاہرہ کر دیا۔ تشبیب بھی قصیدہ ہی کا حصہ ہوتی ہے مگر شاعر کا ذہن جس قدر بلند اور طبیعت جس قدر رواں ہوگی وہ اپنے قصیدے کا آغاز بھی اسی شان اور اٹھان سے کرے گا۔ قصیدہ نور کا ابتدائی انداز ملاحظہ ہو ۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا | صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا | مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا | بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا
ان کے قصر قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا | سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا
عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا | یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

اس نوعیت کے اشعار سے قصیدۂ نور کا آغاز ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آگے کو بڑھتا ہے۔ ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ یہ کسی محبوب مجازی کا قصیدہ نہیں کہ تشبیب میں جو چاہے جس قدر چاہے کہہ دو۔ یہاں تو حقیقت نگاری بھی مقصود ہے اور حد ادب بھی اپنا احساس دلا رہی ہے۔ نعت میں بھی مبالغہ ہوتا ہے اور شاعر بہت کچھ کہہ سکتا ہے مگر یہ سوچ کر کہ ۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پر کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

جہاں نعت گو شاعر نے مبالغہ آرائی کے نام پر راہوارِ فکر کو ایڑ لگائی اور وہاں پہنچا جہاں شریعت اور ادب و احتیاط کے تقاضے روک رہے ہیں تو وہیں گرفت میں آ گیا۔ شاہ احمد رضا خاں کا کمال فکر وفن بھی یہی ہے کہ اٹھان میں بھی کمی نہیں آتی مگر حد الوہیت کا احترام بھی ساتھ ساتھ مائل پرواز رہتا ہے۔

قصیدۂ نُور میں اب ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ چھڑتا ہے۔ جہاں تک نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے وہ تو مطلع میں ہی اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ مگر اب اس نورانیت کو کسی

اور ہی انداز سے خراج عقیدت پیش کیا جا رہا ہے۔ حسن بھی ہے' روانی بھی' فکر جاودانی بھی' محبت لازوال کی کہانی بھی اور اس مرکز نور کی طلعت افشانی بھی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں۔ آپ کے معجزات و کمالات کا ذکر ہو رہا ہے اور آپ کی آمد کی بدولت جس طرح کفر و ظلمت کے اندھیرے چھٹ گئے۔ صحرائے ظلمت نیست و نابود ہو گیا اس کا تذکرہ چھڑ رہا ہے۔ فرماتے ہیں ۔

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلہ نور کا

اس شعر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو سورج بھی کہا جا رہا ہے اور چاند بھی۔ قرآن نے بھی تو آپ کو والشمس اور یٰسین کہہ کر پکارا ہے۔ آگے کہتے ہیں ۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

اور پھر عرض گزاری ملاحظہ کیجئے۔ نور کی سوغات تقسیم کرنے والے سے اپنے کشکول گدائی کو بھر دینے کا تقاضا ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ مرکز نور جب خیرات بانٹے گا تو وہ بھی نور کی ہوگی۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

اب محاسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ چھڑ رہا ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرکز نور' مصدر نور' پیکر نور' مظہر نور ہیں' آپ کی ہر ادا بھی نور۔ آپ کے دندان مبارک کی چمک نور' آپ کا لباس نور' آپ کی دستار اطہر نور' آپ کی سوچ نور' آپ کا ہر عمل ہر فکر اور ہر شرح' ہر زاویئہ خرد نور...... ایسے میں احمد رضا خاں کے وجدان سے صدا ابھرتی ہے ۔

تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا

آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

ان اشعار میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نورانیت کو کس کس انداز سے خراج عقیدت پیش

کیا گیا ہے۔ فکر وفن کے کتنے ہی ستارے جھلملا رہے ہیں۔ تراکیب شعری کا جادو کس طور سر چڑھ کر بول رہا ہے اور الفاظ کس طور لعل و جواہر میں ڈھلتے جا رہے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ فاضل بریلوی نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر صنائع بدائع کی بہار دکھانے کے لیے نہیں لکھا بلکہ صاف ظاہر ہے کہ صنائع بدائع از خود شاعری کا ملبوس اختیار کر رہے ہیں۔

کلام رضا میں علم بدیع کی روشن سے روشن تر مثالیں ملتی ہیں۔ صنعت تلمیح ادب عالیہ میں خاص مقام رکھتی ہے۔ اس سے مراد اشعار میں ایسے الفاظ کا پایا جانا ہے جن سے کسی تاریخی یا قرآنی واقعہ کی طرف اشارہ دیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تو درجنوں ایسے اشعار ملتے ہیں مگر ہمارا موضوع فقط قصیدۂ نور ہے۔ صنعت تلمیح سے شاعر کے علمی تبحر، قدرتِ فن، شاعرانہ عظمت، فکر کی بلندی اور نقد ونظر کی ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے مشہور سلام کا ایک شعر ہے۔

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

شعر کے مصرعہ اولیٰ میں میں قرآنی آیت **لا اُقسمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ** اور دوسرے مصرعہ میں ایک حدیث پاک کو جس کی شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تشریح فرمائی ہے۔ فاضل بریلوی نے تلمیح کے طور پر بیان کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے ''اے حبیب! اس شہر مکہ کی قسم جس میں تم تشریف فرما ہو۔'' اعتراض ہو سکتا ہے کہ آیت میں تو شہر مکہ کی قسم ہے خاک گزر کی قسم تو نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ رسالت میں عرض گزاری ملاحظہ ہو:

یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ بے شک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی اور دیگر انبیاء کی نہیں۔ اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس کی انتہا کی ٹھہری کہ حضور کی خاک کی قسم یاد فرمائی۔ اس شعر کے مصرعہ اولی اور مصرعہ ثانی دونوں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ والی مذکورہ حدیث کا مضمون بھی مضمر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے قصیدہ نور سے ایک تلمیح

کؔ گیسو، ہؔ دہن، یؔ ابرو آنکھیں عؔ، صؔ کٓھٰیٰعٓصٓ انکا ہے چہرہ نور کا

صنعت تلمیح تو فاضل بریلوی کے کلام میں اس کثرت اور اس شان سے ملتی ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے پورا قرآن احادیث کے جھرمٹ میں بیان ہو رہا ہے۔ ایک اور مثال صنعت تضاد کی پیش ہے۔ تضاد سے مراد ایک دوسرے کی ضد اور جوڑا ہے۔ جیسے زمین کی ضد آسمان اور گل وبلبل وغیرہ۔ آپ کے دوسرے کلام سے قطع نظر فقط قصیدہ نور ہی میں اس کی دلکش مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

صبح کردی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا ۔۔۔ شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا ۔۔۔ تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا ۔۔۔ نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

تشبیہ میں بھی امام احمد رضا کی جدت طبع عجیب عجیب انداز اختیار کیے ہیں جنہیں استعمال کرنا ایک عام شاعر کے بس کی بات نہیں۔ ان کا وضع کرنا اور شعر میں ڈھالنا آپ ہی کا کام ہے۔ آپ کی آنکھوں کو سرگیں آنکھیں تو سب ہی کہتے ہیں مگر رضا بریلوی کا انداز ملاحظہ کیجئے۔

سرگیں آنکھیں، حریم حق کے وہ مشکیں غزال

ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرگیں چشمان مبارک کو حریم حق کے مشکیں غزال کہنا کیسی نادر تشبیہ ہے اور قضائے لامکاں تک ان کے چوکڑیاں بھرنے کا بیان مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی کیسی حسین اور نورانی تفسیر ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا کمال یہ ہے کہ جس موضوع کو لیتے ہیں، اس پر اس انداز سے شعریت کی گل کاری فرماتے ہیں کہ اصحاب سخن ورطہ حیرت میں گم ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے جو مضمون باندھا ہے وہ ہم کہیں باندھ سکتے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نورانیت سرمایہ کائنات ہے۔ یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نور ہے جسے رب کریم نے تمام مخلوقات سے پہلے تخلیق کیا اور پھر جو کچھ تخلیق ہوا اسی نور کے صدقے میں ہوا۔ زمین و آسماں، مکین و مکان، عرش و فرش، ملائکہ جنت کی گل کاریاں، آفتاب و ماہتاب، نجوم، گل وگلزار، باغ و بہار یہ سب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

ہی کا صدقہ ہے۔ امام احمد رضا قصیدہ نور لکھیں اور نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش نہ کریں بلکہ ان کے نزدیک تو ہر وہ چیز نور ہو گئی ہے جسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے نسبت ہے۔ جب اب آپ کا خالق خود آپ کے چہرۂ انور، زلفوں، نطق اقدس، چشمان نور، ہاتھ مبارک سینہ اقدس اور ریشِ پاک کی قسمیں کھا کھا کر آپ کے شہر اقدس اور خاک رہگزر کی قسم کھا رہا ہے تو آپ کی نورانیت کی خیرات کہاں کہاں نہ تقسیم ہو رہی ہوگی۔ اس قصیدہ کا سب سے بڑا کمال تو اس کا قافیہ اور ردیف ہیں۔ بار بار نور کی تکرار ہو رہی ہے۔ فرماتے ہیں۔

شمع دل، مشکوۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا　　تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا　　نور نے پایا ترے سجدے سے سیما نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا　　سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

اس تیسرے شعر میں سائے اور نور کا تقابل کس شان سے کیا۔ آپ کے عدم سایہ کو اس شان سے بیان کیا ہے کہ عام سخن شناس سوچ بھی نہیں سکتا کہ کس طرح آپ سایہ سے پاک اور آپ کا ہر عضو سراپا نور ہے۔ آپ نور کے تذکرے کو آگے کی جانب یوں بڑھاتے ہیں۔

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا　　غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا　　مَنْ رَّایٰ کیا؟ یہ آئینہ دکھایا نور کا

آپ کی نورانیت بے مثال کا تذکرہ کرتے کرتے فوراً ہی آپ کی اولاد مطہر یاد آ گئی۔

تیری نسل پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

بلند پایہ شاعری کے لیے مضمون آفرینی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک بات جو سب کے سامنے ہوتی ہے اور سب ہی بیان کرتے ہیں مگر جب وہی بات کسی صاحب فضیلت کو سوجھتی ہے اور اس کا ذہن رسا اس کے حوالے سے کسی روشن حقیقت کو اس طور بیان کرتا ہے کہ جملہ شعراء اور ناقدین ادب چونک اٹھتے ہیں کہ اتنی بڑی حقیقت ان کے سامنے بھی موجود تھی مگر وہ اس کو اس انداز سے بیان کیوں نہ کر سکے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ انتہائی مقتدر صحابی رسول ہیں۔ آپ کے عقد میں یکے بعد دیگرے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دو صاحبزادیاں

آئیں۔ ملاحظہ کیجئے۔ کلک رضا سے اس حقیقت اور اعزاز کا کس طور اظہار ہو رہا ہے۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

اسی طرح گنبد خضری کا ذکر چھڑتا ہے تو یہاں بھی حسن بیان اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ عام شاعری کی نسبت نعت میں مضمون آفرینی سے کام لیتے ہوئے حد درجہ محتاط ہونا پڑتا ہے۔ قدم قدم مقامات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں اور شریعت کی حد دامنگیر ہوتی ہے اور یہاں تو گنبدِ خضریٰ کا تذکرہ کرنا ہے جہاں فرشتے بھی دم بخود آکر طواف کرتے ہیں۔ جہاں جنید و بایزید رحمۃ اللہ علیہم آتے ہوئے بھی لرزتے ہیں۔ فاضل بریلوی کا اندازِ سخن گوئی دیکھیے۔

قبر انور کہیے یا قصرِ معلّٰی نور کا چرخ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرہ نور کا تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات و خصائص کی بات آتی ہے تو ان کا قلم نئی نئی تراکیب تراشتا ہے۔ نئی نئی تشبیہات اور استعارات کو وجود بخشتا ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ہم نے زیر نظر مضمون کو قصیدہ نور تک محدود رکھا ہے۔ ورنہ ''حدائق بخشش'' میں تو معجزات و خصائص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہار آئی ہوئی ہے۔ آپ اپنے محبوب آقا کا بھی ذکر کرتے ہیں اور آپ کے پاک نواسوں کا بھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے جسم کا حصہ قرار دیا ہے۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

ولادت حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کائنات مسکرا اٹھی۔ آپ کی تشریف آوری سے بزم ہستی پر نکھار آیا۔ حیرت انگیز مناظر دیکھنے کو ملے۔ بیت اللہ مجرے کو جھکا، ایران کا آتش کدہ ٹھنڈا

ہو گیا' قیصر و قصریٰ کے محلات میں دراڑیں پڑ گئیں۔ شیطان اوندھے منہ جا گرا۔ مظلوموں' مقہوروں اور مجبوروں کو حیات نو کا مژدہ ملا۔ فاضل بریلوی کس شان سے تجلیات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہیں۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا   بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا   چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہالہ نور کا

اسی طرح شب معراج کا ذکر آتا ہے تو قصیدۂ نور میں اسے بھی نہیں بھولتے۔ شب معراج حضور نبی کریم کا عظیم الشان اعزاز ہے۔ وہ رفعت معراج جس کے لیے انبیاء دعائیں کرتے رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بن مانگے ہی عطا ہو گئی۔

اپنے اللہ سے ملنے کے لیے جاتا ہے   اپنے اللہ کا محبوب نظر آج کی رات

شاہ احمد رضا خاں نے کتنی ہی نعتوں میں جا بجا معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بلند خیالی کے جوہر دکھائے ہیں۔ خاص طور سے قصیدہ معراجیہ تو ایک لافانی نعت ہے جسے قصیدہ کا ملبوس عطا کیا ہے۔ قصیدہ نور میں آپ نے علامتی انداز میں معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے۔

کیا بنا نام خدا اسریٰ کا دولہا نور کا   سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا
بزم وحدت میں مزا ہوگا دوبالا نور کا   ملنے شمع طور سے جاتا ہے اِکَّہ نور کا
وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا   قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا
سبزہ گردوں جھکا تھا بہر پابوس براق   پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا

اس قصیدۂ نور میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ روز محشر لواء الحمد کا پرچم رحمت نہیں بھولے۔ وہ روز محشر جب تمام خلقت نفسی نفسی پکار رہی ہوگی۔ تمام انبیاء و رسل بھی صاف جواب دے رہے ہوں گے۔ ایسے عالم میں فقط حضور شفیع عاصیاں' حامی بے کساں' تاجدار انس و جاں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہوگی جس کے لبوں پر ''لَنَا لَہَا'' کا نغمہ ہوگا کہ اے گھبرانے والو! آج جن کا کوئی نہیں' ان کا میں ہوں۔ میرے دامان رحمت میں پناہ لے لو۔ میں تمہیں خدائے دو

جہاں سے بخشوا دوں گا۔ اللہ رے یہ کیسا ایمان آفریں منظر ہوگا کہ روتے ہوؤں کو قرار آ جائے گا۔ مایوس اور عصیاں شعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف بے بہا کو دیکھ کر مسکرائیں گے۔ احمد رضا خاں اس کیفیت اور اس منظر کے حوالے سے کہتے ہیں۔

لواء الحمد پہ اڑتا پھریرا نور کا ہے   بکہ نور کا ہے رخشاں ہے پرنور بنی

اس منظر کو آپ نے ایک اور مقام پر کمال لطافت سے بیان کیا ہے۔

آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے   پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے

رب کونین محشر کی تمازتوں میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامانِ رحمت کا سایہ نصیب کریں۔

......☆......

سلامِ رضا...... مدحتِ حضور کی بہارِ جاوداں

سلام وہ نغمہ لاہوتی ہے جو ہر دل سے عقیدت کا خراج لیتا اور آنکھوں سے محبت آفریں آنسوؤں کی سوغات وصول کرتا ہے۔ سلام رحمت خداوندی ہے۔ پیغام سرخروئی ہے۔ انعام سربلندی ہے۔ چاہتوں کا ارمغان ہے۔ رحمتوں کا سائبان ہے۔ ازل سے ابد کی جانب سفر کرنے والے قافلے ہاتھوں میں سلاموں اور درودوں کے گجرے اٹھائے والہانہ انداز سے دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپک رہے ہیں۔ درود رحمت طلبی کا بہانہ ہے اور سلام شفاعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہونے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ عشاق سرمست ایک ہی وقت میں درود وسلام کے گلاب بھی نذر کر رہے ہیں اور اسی لحہ سلام بدرگاہ حضور سید الانام پیش کرنے کی سعادت سے بھی بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔

دلوں کا وظیفہ درود و سلام عقیدت سراپا درود و سلام
رضا ہر طرف سے صدا آ رہی ہے پڑھو لحہ لحہ درود و سلام (رضا)

بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں درود وسلام پیش کرنا حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔ کتابِ شوق کی تکمیل ہے۔ وارفتگی ہی وارفتگی ہے۔ شیفتگی ہی شیفتگی ہے۔ اِرشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب)

(بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم اپنے پیارے نبی پر درود بھی بھیجو اور سلام بھی۔ (جیسا کہ سلام کا حق ہے۔) (الاحزاب)

اِس آیت کریمہ میں درود کے ساتھ سلام بھیجتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جہاں خدا اور

فرشتوں کے درود بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے تو وہاں صیغہ استمرار استعمال ہوا ہے یعنی خدا اور فرشتوں کی جانب سے ہر لحظہ، ہر لحہ، ہر آن اور ہر ساعت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درودوں کی سوغات نازل ہو رہی ہے۔ ماضی، حال ہو یا مستقبل درود ہر زمانے کی آبرو ہے۔ صبح و شام ہو یا لیل و نہار، درود ہر وقت کی آبرو ہے۔ خدا کی مخلوق تو غافل ہوسکتی ہے مگر خدائے کریم اور اس کے فرشتے، اونگھ اور ہر قسم کی غفلت سے پاک ہیں۔ تقاضائے قدرت یہی ہے کہ بندگان شوق نیاز عشق بجا لاتے ہوئے درود و سلام کی ترسیل میں کسی غفلت کا مظاہرہ نہ کریں کیونکہ حکم خداوندی بھی ہے اور سنت ربانی بھی اور پھر اللہ اللہ درود کی عظمت۔

جب لیا نام نبی میں نے دعا سے پہلے   میری آواز وہاں پہنچی صبا سے پہلے

سورہ الاحزاب کی آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ 1- صلوٰۃ پڑھنا 2- سلام عرض کرنا 3- سلام کماحقہ، عرض کرنا۔

اگر صرف صلوٰۃ ابراہیمی ہی پڑھا جائے اور سلام کا اضافہ نہ کیا جائے تو صرف ایک حکم ربانی کی تعمیل ہوگی حالانکہ جس ارشاد ربانی کے مطابق آپ پر درود پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے اسی ارشاد کے تحت سلام عرض کرنا بھی لازمی ٹھہرا ہے اور ایسا لازمی کہ تاکید ارشاد فرمائی گئی۔ اب جو لوگ صلوٰۃ ابراہیمی پڑھتے ہیں وہ ایک طرح سے حکم قرآنی کی پوری تعمیل نہیں کر رہے اور احادیث کی تعمیل سے بھی پہلو چرا رہے ہیں۔ احادیث کے مطابق جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ سلام تم نے جان لیا۔ یا تم سلام کی تعلیم دیئے جا چکے ہو اور یا صحابی نے ہی پہلے سے عرض کر دیا کہ ''حضور! ہم نے سلام عرض کرنا تو سیکھ لیا ہے۔ صلوٰۃ کس طرح عرض کریں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف صلوٰۃ کی تعلیم دے دی۔

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ

قُلنا یارَسُولَ اللّٰہِ قَدْ عَلِمْنَا کَیفَ نُسَلِّمُ علَیْکَ فکَیفَ نُصَلّی علَیْکَ۔

(یعنی ہم نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک ہم نے آپ پر سلام کرنا جان لیا ہے۔ پس ارشاد فرمائیں کہ صلوٰۃ کس طرح عرض کیا کریں تو حضور نے فرمایا:

قُولُو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ...... الخ

وہ سلام جس کی نسبت ان احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ سلام تم نے جان لیا ہے وہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ

ہے۔ پس جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس وقت یہ سلام التحیات میں عرض ہو جاتا ہے۔ اگر نماز کے بعد کوئی شخص صلوٰۃ ابراہیمی ہی پڑھے گا تو اس سے سلام پڑھنا رہ جائے گا اور سلام عرض نہ کرنا بہت بڑی سعادت سے محروم رہنا ہے۔

امام ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ بغیر سلام کے صلوٰۃ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس طرح صلوٰۃ وسلام مکمل نہیں ہوتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صلوٰۃ ابراہیمی فرما کر ارشاد فرمایا:

ثُمَّ تُسَلِّمُوا عَلَیَّ۔

یعنی پھر تم مجھ پر سلام کہا کرو۔

اصحاب شوق کہتے ہیں کہ قرآن شریف نے سلام عرض کرنے کی تاکید زیادہ فرمائی ہے' اس کا حق کس طرح ادا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جس طرح سلام عرض کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس سے ہی حق ادائی ہوتی ہے اور خوب ہوتی ہے۔ جب سلام عرض کرنے لگیں تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق سلام کہنے والے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر لیں اور پھر آپ پر سلام عرض کریں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سلام کہنے والا مجھے سلام نہیں کہتا مگر میں اسی وقت اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔" (ابوداؤد) خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو۔ (ابنِ قیم جلاء الافہام)

امام قسطلانی کے بقول سلام احسان شناسی کی دلیل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اقدس ہم گنہگاروں پر اللہ کا سب سے بڑا انعام اور احسان ہے۔ مقامات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے امام قسطلانی اس شعر میں عظمت حضور کو نہایت والہانہ انداز سے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔

کَانشَّمْسِ فِی وَسْطِ السَّمَآءِ وَ نُورُھَا

يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَّ مَغَارِبًا

ترجمہ: آپ سورج کی مانند ہیں جو آسمان کے درمیان میں ہے اور اس کا نور مشرق اور مغرب کے شہروں پر چھا رہا ہے۔

یہی وہ حقائق ہیں جن کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر صدی‘ ہر عہد اور ہر زمانہ کے مسلمان درود و سلام کے گلاب بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہے ہیں۔ یہ تو عشق و عقیدت کا معاملہ ہے۔ خدا جس کو جتنا چاہے نواز دے...... ورنہ

تشریح پیمبر ہے غلط جن کی نظر میں ایسے بھی کئی شارح قرآن نظر آئے

اس مادی دور میں کہ جب ہم روحانی اقدار سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ مالک کونین سے صراط حق پر گامزن رہنے کی دعا کرنی چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ درود و سلام وہ وسیلہ ہے جو زندگی کی ہر مشکل میں کام آتا ہے۔ آقائے عالی مرتبت کا تصور ہو دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے مچل رہے ہوں‘ نگاہوں میں گنبد خضریٰ کا جمال بس رہا ہو۔ پلکوں پر آنسوؤں کی کناری سجی ہو اور زبان درود و سلام کی خوشبو لٹا رہی ہو کیونکہ درود و سلام کے امتزاج ہی سے منشائے ربانی کی تکمیل ہوتی ہے۔

درود و سلام کا سلسلہ نور تائید ربانی کے سہارے اس طور رواں دواں ہوا کہ آج چاروں طرف صلوٰۃ و سلام کے نغمات جان فزا گونج رہے ہیں۔ گلستان مدحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس شان سے مہکا ہوا ہے کہ کبھی بھی خزاں کا گزر نہیں ہو سکے گا۔ جس نورانی سلسلے کا آغاز خود رب کریم نے فرمایا ہو‘ کسی کی کیا مجال کہ اس سلسلے کو ایک لحظہ کے لیے بھی روک سکے۔ سلام ہر عہد کا اعزاز اور ہر دور کا افتخار ہے۔ لہذا ہم سلام کے سلسلے کو ہر آن مزید سے مزید بلندیوں سے ہمکنار ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سربلندیاں اور تذکار رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ سرفرازیاں دراصل "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کی تفسیر ہیں۔ درود ہو یا سلام‘ تقریر ہو یا تحریر‘ صورت پاک کی ضو پاشیوں کا ذکر جمیل ہو یا سیرت مطہرہ کی رحمت باریوں کا تذکرہ‘ ہر طرف بہار جاودانی کا سماں دکھائی دیتا ہے اور ہر لحظہ و ساعت یہ ایمان آفریں منظر دکھائی دیتا ہے کہ۔

فرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ عرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبد مصطفیٰ

تیرے لیے امان ہے' تیرے لیے امان ہے

سلام بلاشبہ ہر دور کے عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لامتناہی جذبہ عقیدت کی پہچان ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دل میں حاضر تصور کر کے مختلف زمانوں اور زبانوں کے شعراء نے نہایت والہانہ پن سے بارگاہ رسول میں سلام نذر کیے۔ عربی' فارسی' اردو' پنجابی سمیت شاید ہی کسی زبان نے اپنی جلوہ گری نہ دکھائی ہوگی۔ خطیبوں کی خطابت کے شہ پارے' ادیبوں کی فکری پرواز کے نظارے اپنی جگہ' شعرائے ذی وقار نے جس حسن کلام کے ساتھ سلام شوق پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کی صدائے بازگشت شام ابد تک سنائی دیتی رہے گی۔ یوں تو ہر زبان میں سلام کا بہت بڑا خزانہ موجود ہے مگر ہم زیرنظر تحریر میں چند ایسے سلام اپنے قلم کی زینت بناتے ہیں جنہوں نے مختلف ادوار میں غیر معمولی شہرت حاصل کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی شعری کاوشیں عقیدت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل حیات بن گئیں۔ عصر حاضر میں جو سلام یادگار حیثیت حاصل کر گئے ان میں چند کا تذکرہ کرنا ہم اپنے لیے کمالِ سعادت سمجھتے ہیں۔

محمد اکرم خاں وارثی کا یہ سلسلہ آج تک اپنی انفرادیت' شعری حسن اور کمال ذوق کی بدولت زمانے بھر کے عشاق کے دلوں کی دھڑکنوں میں بسا ہوا ہے۔

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

شاعرِ اسلام ابوالاثر حفیظ جالندھری کا یہ سلام آج بھی ہر دلعزیزی' مرجعیت اور مقبولیت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی

تری صورت تری سیرت ترا نقشہ ترا جلوہ تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا　　　بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے　　　سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

اس ضمن میں ماہر القادری کے سلام نے بھی خاص شہرت حاصل کی۔ اور اس سلام کے متعدد اشعار اصحاب نظر کے دلوں کی خلوتوں میں بسے ہوئے ہیں۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ جو ٹوٹے ہوئے حجرے میں رہتا تھا
سلام اس پر کہ جو ہر وقت سچی بات کہتا تھا
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

اسی ضوپاش ماحول میں یکلخت ایک صدائے نور ابھری۔ یہ صدائے نور برصغیر کے عظیم ترین نعت گو شاعر کے دل کی گہرائیوں سے بلند ہوئی تھی۔ یہ نعت گو شاعر کاروانِ نعت و مدحت کا سالار تھا جو بلند بخت نعت گوؤں کا افتخار تھا۔ زمانہ اسے امام سخن گویاں تسلیم کرتا تھا۔ اس کے سر پر عشق و عقیدت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تاج زرنگار جگمگا رہا تھا۔ تاریخ اسے الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ امام احمد رضا خاں کہ جس نے اسلاف کی روایات عقیدت کو زندہ کر دیا جو محدث بھی تھا اور مفسر بھی، جو امام زمن بھی تھا اور شاعر شیریں سخن بھی۔ آپ کی تمام خوبیاں اصحاب شوق کی نگاہوں کے روبرو ہیں اور ایک زمانہ آپ کی عظمتوں کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔ آپ کا مجموعہ نعت ''حدائق بخشش'' ایک طویل عرصہ سے قبولیت عام کی انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہے اور ہر آنے والا دور اس ارمغان نعت کو فکر و ادب کی آبرو تسلیم کر رہا ہے۔

اسی ہنگام پرشوق میں جب مختلف ''سلام'' اپنی عظمت منوا رہے تھے تو امام احمد رضا خاں کا ''سلام'' نغمہ لاہوتی بن کر اس شان سے ابھرا کہ ہر چہار جانب یہی صدائے پرشوق سنائی دینے لگی۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

یوں تو ہر سلام ہی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھا مگر اس سلام نے اپنی مقبولیت کا سکہ اس شان سے منوایا کہ ہند و پاک میں ہی نہیں بلکہ عرب وعجم میں یکساں طور پر مقبولیت کی معراج کو چھونے لگا۔ آج آپ جہاں سے بھی گزریں، جمعہ کے اجتماعات میں، دینی محافل میں، روحانی مجالس میں یہ سلام محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان بنا ہوا ہے اور تو اور وہ علاقے جہاں کے عوام اردو سے ناآشنا ہیں۔ وہاں بھی ہزاروں اصحاب شوق ادب وعقیدت سے کھڑے ہو کر یہ سلام پیش کر رہے ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا خاں کا یہ سلام اس قدر مقبول عام اور محبوب زمانہ ہے کہ جہاں اصحاب نظر اسے کتاب عقیدت کا روحانی باب سمجھ کر تلاوت کرتے ہیں وہاں اصحاب تحقیق نے اس سلام پر بڑی تعداد میں مضامین لکھے۔ یہی نہیں بلکہ بہت سے محققین اور اصحاب جستجو نے اس معروف عام سلام کو حاصل ادب سمجھتے ہوئے اس کی شرحیں رقم کرنا شروع کیں۔ یہ سلسلہ پھیلا تو پھیلتا ہی گیا اور اب تک سلام رضا کی متعدد شرحیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ان میں سے بعض شرحیں طویل ہیں اور بعض مختصر مگر ان سب میں بطور خاص یہ امر مدنظر رکھا گیا ہے کہ ان محققین کی شرح کی بدولت ''سلام رضا'' دلوں میں راسخ ہو جائے۔ اس کے ادبی محاسن، شعری خصائص، روحانی کمالات اور فکری بلند پروازیوں سے ایک زمانہ آگاہ ہو جائے۔ ان شارحین سلام رضا کا جذبہ نہایت مستحسن، ایمان آفریں اور نظریاتی لحاظ سے لائق ستائش ہے۔

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سچا شاعر تلمیذِ فطرت ہوتا ہے۔ خیال کے مطابق لفظ بھی اسے عطا ہوتے ہیں۔ امام احمد رضا خاں کا نعتیہ کلام اپنے اندر فکری پاکیزگی کے ساتھ ساتھ ادا کی سادگی بھی لیے ہوئے ہے۔ معروف نقاد نظیر لدھیانوی کے لفظوں میں:

''اگر مولانا قصیدہ شاعری اسریٰ اور اس سلام کے علاوہ نعت میں اور کچھ نہ کہتے، تب بھی نعتیہ ادب میں ان کا پلہ بھاری تھا۔''

سلام رضا درحقیقت جمال نبوت کا ایک کیف آور بیان ہے۔ اس میں زور بیان بھی ہے اور جذبات شوق کی غیر معمولی روانی بھی۔ ایک نقاد کے بقول:

"یہ سلام پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ شعر و حکمت کا بحر بے کراں پورے جوش و خروش کے ساتھ رواں دواں ہے۔ جس میں معارف قرآن و حدیث اسرار عشق و رموز معرفت اور زبان و بیان کے لاتعداد گہرہائے گراں مایہ بہے چلے آ رہے ہیں۔"

امام احمد رضا خاں کا سلام اردو اور فارسی کے نعتیہ ادب میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ صرف سلام ہی نہیں بلکہ اس میں حضور کا سراپا مبارک بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس سلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک عضو مبارک کی مدح و ستائش والہانہ انداز سے کی گئی ہے اور اکثر اشعار میں زبان اور فن کی خوبیاں موتیوں کی طرح بکھری ہوئی ہیں۔ سلام رضا 72 اشعار پر مشتمل ہے۔ شروع کے 31 اشعار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص صفات، اعلیٰ مدارج، عز و وقار اور معجزات کا ذکر ہے۔ تبرکاً چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدار حرم　　نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

شب اسری کے دولہا پر دائم درود　　نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود　　ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

مہر چرخ نبوت پہ روشن درود　　گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

آغاز کے اکتیس اشعار سلام کے ساتھ ساتھ سراپائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع ہوتا ہے۔ آپ کی قامت مبارک، قد نورانی، گیسوئے مشک آفریں، راہ راست پہ گامزن کرتی ہوئی آقائے دو عالم کی سیدھی مانگ۔ یہاں شاہ احمد رضا خاں کی جولانی فن دیکھیے۔

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں　　اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق　　مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں　اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

پھر گوش مبارک' چشم رحمت آفریں' جبیں منور' محراب ابرو اور مژگان اطہر کا تعارف کرواتے ہیں۔

دور و نزدیک کے سننے والے.وہ کان　کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا　اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی　ان بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا　اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

اس کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بینی مبارک' رخسار منور' صباحت اور خط دل آراء کو سلام بھیجتے ہیں۔

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود　اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود　نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن　سبزہ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

پھر ریش اقدس' لب ہائے مبارک' دہن مطہر' زبانِ وحی ترجمان' فصاحت و بلاغت اور دعا و اجابت کو بصورت سلام ہدیہ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں　ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں　اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا　چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول　اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

پھر دوش دل افروز' شانہ جاں نواز' مہر نبوت' پشت مبارک' دست گہرا فشاں' بازوئے قوت آزما' انگشت ہائے نگاریں' ناخن گرہ کشا' سینہ بے کینہ' دل حق نما' بطن مبارک' کمر اقدس' زانوئے قوی' ساقِ صندلی اور کف پائے کرم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ تبرک کے طور پر درجنوں اشعار سے فقط چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام
دوش بر دوش ہے جس سے شان شرف ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
انبیاء تہ کریں زانو ان کے حضور زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

سلام رضا میں سراپائے اقدس کا تذکرہ اپنی جگہ حسن بے پناہ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات مقدسہ کے مظاہر نورانی جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے جلوہ ریزی دعوت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

اس کے بعد امام احمد رضا خاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور امہات المومنین کی عظمتوں کے حضور اپنے حسن قلم کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں، خلفائے راشدین اور دین نبوی کے شارحین کا ذکر جمیل چھڑتا ہے۔ آخر میں پیر پیراں سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس پر سلام عقیدت کے پھول نذر کرتے ہیں۔ یہاں بھی وہ مذہب حق اہلسنت و جماعت سے وابستگان کو فراموش نہیں کرتے۔

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

سلام کے آخری حصہ میں فاضل بریلوی کو اپنی ذات اور امت رسول یاد آتی ہے تو بے اختیار ہو کر پکار اٹھتے ہیں۔

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ہم نے فاضل بریلوی کے بہار آفریں سلام سے چند منتخب اشعار اس لیے نقل کئے ہیں کہ ہمارے قارئین سلام رضا کی اجمالی ہی سہی مگر کسی حد تک بھرپور تصویر ایک مقام پر دیکھ لیں۔ اس طور انہیں بجا طور پر احساس ہو کہ ''سلام رضا'' کا جاودانی حسن بصد تب و تاب کس قدر جلوہ افروزی رکھتا ہے۔

''سلام رضا'' کسی عام شاعر کا کلام نہیں۔ اور نہ ہی اس میں غزلیہ اور مجازی مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں تراکیب تو ہیں مگر ان کے استعمال کا انداز تقدس و پاکیزگی کی تمام تر شان لیے ہوئے ہے۔

شاہ احمد رضا خاں بلاشبہ ایسے شاعر عظیم تھے کہ جنہوں نے اپنے عہد کے شُعراء میں اپنے انتہائی منفرد مقام کو اجاگر کیا۔ یہ مقام اس قدر ہمہ گیر' منفرد' بے مثال اور جامع تھا کہ آج ایک زمانہ آپ کے انداز شاعری کی تقلید کرنے پر مجبور ہے۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک'' کو مدنظر رکھا اور تمام نعتیہ شاعری اس آیتِ قرآن کی شعری تفسیر کی نذر کردی۔

''سلام رضا'' میں اس قدر سلاست' روانی' ندرت بیان اور شوکت الفاظ ہے کہ بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلام کسی شرح کا محتاج ہی نہیں ہے۔ یہ شاعر کی شاعرانہ عظمت ہے کہ اس کا کلام بلاتاخیر دلوں میں سکہ جمالے اور پھر یہ سلام تو پڑھنے والوں سے آنسوؤں کا خراج لیتا ہے۔ عشق و عقیدت کے ستارے جگمگاتا ہے۔

یہ سب رحمت خداوندی اور عنایاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرشمہ کاریاں ہیں کہ بلاد عرب و عجم میں رضا شناسی ادبی صلاحیتوں کی نمود کا ذریعہ بن گئی ہے اور سلام رضا تو بالخصوص ارباب نقد و نظر سے علمی اور تحقیقی صلاحیتوں کا خراج لے رہا ہے۔ اگر ہم مادی حوالوں یا دنیاوی پیمانوں سے رضا شناسی کے تقاضوں پر نظر ڈالیں تو بات کی تہہ تک پہنچنا محال ہے۔ لیکن جب اس حقیت ازلی کا ادراک ہو جائے کہ فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام کی تمام تر مقبولیت' شہرت' ہر

دلعزیزی اور پذیرائی فقط آپ کے کلام اور ذات کی دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں قبولیت تھی تو پھر تمام معاملہ ایک آن میں اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔ یہ توفیق خداوندی ہے جو کلام رضا کو شہرت عام کی نوید بخش رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم باری ہے جس کی بدولت یہ بہار آفریں کلام ''حدائق بخشش'' کے کاغذی پیراہن سے ابھر کر عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کی دھڑکنوں میں سما رہا ہے۔

سب یہ صدقہ ہے عرب کے جگمگاتے چاند کا　　نام روشن اے رضا جس نے تمہارا کر دیا

''سلام رضا'' بھی عرب کے جگمگاتے ہوئے چاند کی تجلیات کا صدقہ ہے جس کی نسبت ذروں کو ماہ و خورشید کا ہمسر کرتی ہے۔ زمانہ حیران ہے کہ ''سلام رضا'' کی شہرت کا آفتاب ایک مرتبہ دنیائے سخن وری کے کوہِ فاران پر چمکا تو پھر غروب ہی نہیں ہوا۔ یہ کیسا چاند ہے جو گہن کے تصور سے ناآشنا ہے۔ یہ کیسا گلزار مدحت ہے کہ ہمیشہ سے خزاں سے محفوظ ہے۔ ''سلام رضا'' کی اس تاریخ ساز مقبولیت نے واضح کر دیا کہ حضور فاضل بریلوی آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی محبوب مداح تھے۔ ان کا لکھا ہوا سلام شعری برجستگی اور عقیدت آفرینی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہر شعر میں ہر مصرعہ دوسرے مصرعے کے ساتھ یوں پیوست ہے جیسے وقت کے تاج زرنگار میں نگینہ جڑا ہوا ہو۔

''سلام رضا'' پڑھتے جائیے اور قلب و روح کو وجد میں لاتے جائیے۔ احساسات کو مہکاتے جائیں۔ کبھی شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور سے روتے لبوں کو ہنساتے جائیے اور کبھی پلکوں کے کنارے پر اترنے والے آنسوؤں کی بارات سجاتے جائیے۔ سلام کا قافلہ ہے کہ مسلسل آگے کو بڑھ رہا ہے اور مختلف زمانوں کے فاصلے طے کرتا ہوا اپنی ہر دلعزیزی میں ہر آن اضافے کے مناظر دیکھ رہا ہے۔ اللہ اللہ نغمہ شوق گونجتا ہے تو صدا آتی ہے۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

اس نغمہ شوق کی صدائے پرسوز سے ہر علاقہ، ہر خطہ، ہر ملک اور ہر براعظم فیض یاب ہو رہا ہے۔ میں چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار سجا ہے۔ سیدنا حسان

بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت فاضل بریلوی تک نعت نگاروں کی بہت بڑی تعداد کو انتہائی قبولیت کی سند اعزاز عطا ہوئی ہے۔ مختلف زبانوں کے ثنا خواں اپنا اپنا ہدیہ شوق دربار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر رہے ہیں اور خوشنودی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نوازے جا رہے ہیں۔ معاً افلاک کے پردوں کو چاک کرتی ہوئی صدا ابھرتی ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اور پھر اس سلام شوق کی صورت میں نغمہ سوز و گداز جاری ہو جاتا ہے۔ عشاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممدوح حضرت فاضل بریلوی کی روح بے اختیار انداز میں آنسوؤں کے موتی پروتی ہوئی سلام پڑھے جا رہی ہے۔ جوں جوں سلام آگے بڑھتا ہے' سنانے اور سننے والوں کی کیفیات انوار کے سانچے میں ڈھلنے لگتی ہیں۔ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کب سلام ختم ہو گیا کہ اچانک سلام رضا کا مطلع حاصل سخن بن کر زندگی کی رفعتوں میں گونجتا ہے۔

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا ؏ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

یہ تحدیث نعمت بھی اور مدعا طلبی بھی۔ پھر تو زمان و لامکاں سے اسی سلام شوق کی صدائے پرسوز گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وقت تھم گیا ہو۔ زندگی نے اپنے سانس روک لیے ہوں۔ ایک تقاضا گونج رہا ہو۔

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا

اور کیا خبر کہ رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میدان حشر میں قدسیوں کی فرمائش پر فاضل بریلوی کی سلام سنانے کی آرزو پوری ہو جائے اور وہ سلام جو تمام محافل مجالس اور روحانی تقریب کی زینت ہے۔ وہ سلام جو مقبولیت کے حوالے سے مشرق و مغرب اور عرب و عجم کے زمانی و مکانی فاصلوں سے ماوریٰ ہو گیا ہے۔ وہی سلام روز محشر بارگاہ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم میں بزبان امام احمد رضا خاں سنایا جا رہا ہو۔

----☆----

شعراء کی جانب سے
امام نعت گویاں کی خدمت میں
منظوم جذبات عقیدت

............☆............

مستند ہے میرا فرمایا ہوا
سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا

............☆............

نغمہ رضا

ملک سخن میں آج بھی چرچا رضا کا ہے
اب تک جو مستند ہے وہ سکہ رضا کا ہے

الفاظ ہیں کہ قیمتی موتی جڑے ہوئے
مصرع بتا رہا ہے کہ لہجہ رضا کا ہے

منہ میں زباں ہے کوثر و تسنیم سے دھلی
دل نورِ مصطفیٰ سے مجلا رضا کا ہے

مدح و ثنائے سید والا تبار میں
سب سے جو منفرد ہے وہ لہجہ رضا کا ہے

ڈوبا ہوا ہے عشق نبی میں ہر ایک لفظ
جو عاشق رسول ہے شیدا رضا کا ہے

یہ کر دیا ''حدائق بخشش'' نے آشکار
سب سے بلند علم میں رتبہ رضا کا ہے

آواز چار سمت ہے ''لاکھوں سلام'' کی
مقبول خلق آج بھی نغمۂ رضا کا ہے

کافی ہے اک ''قصیدہ نوری'' پے ثبوت
بھاری ہر اہل فکر سے پلہ رضا کا ہے

حمد خدا' ثنائے نبی' مدح اولیاء
ہر راستے میں نقش کف پا رضا کا ہے

باطل کے دل پہ راز یہ اب تک کھلا نہیں
ہے ضرب ذوالفقار کہ خامہ رضا کا ہے

حافظ فروغ نعتِ رسول کریم کا
سہرا بندھا ہے جس پہ وہ ماتھا رضا کا ہے

حافظ عبدالغفار حافظ (کراچی)

.......☆.......

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
غریق بحر الفت مست جام بادہ وحدت
محب خاص' منظور حبیب کبریا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا' مدار اہل طریقت کا

جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کا
وہ لعل پرضیاء تم ہو، وہ دُرِ بے بہا تم ہو
عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

(مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی)

.......☆.......

مرحبا احمد رضا مخدوم ما! اہل سنت را امام باصفا
گم رضائش در رضائے مصطفیٰ زاں سبب شد نام او احمد رضا
مذہبش تبلیغ حمد کبریا! مشربش تلقین نعت مصطفیٰ
متقی، صوفی، ولی لاریب فیہ مفتی دین مبین یکتا فقیہ
حب محبوب خدا اسلام او دین او ایمان او پیغام او
ترجمان علم و عرفان رسول جان فدائے عظمت و شان رسول
پاسبان سنت خیر الانام شاہکارش حفظ ایمان عوام
قدرت اورا بہر تجدید آفرید او مجدد بود در عہد جدید!
دین زندہ شد ز تعلیمات او! علم تاباں شد ز تصنیفات او!

(مولانا محمد بخش مسلم)

کون ہے نعت نبی میں ہم زباں جبریل کا
روح و جاں کی کیفیت کو روپ لفظوں کا دیا
سر پہ ہے سایہ فگن کس کے ردائے مصطفیٰ
غوث اعظم کی محبت کا سبق کس نے دیا
کون ہے جس کے فتاویٰ ہیں ہمارے رہنما
قامت تخیل پر موزوں ہے کس کی منقبت
دولت عشق پیمبر کس کو حاصل ہو گئی
زندگی ہے سینہ الفت میں کس کے نام سے
بستی اوہام کس کی کوششوں سے ڈھے گئی
کون ہے لکھتا رہا جو خامہ احساس سے
ہر فصیل قلعہ باطل ہوئی دیوار ریگ
علم کس کا ہے ہمہ گیر اور کس کے خانہ زاد
وارث علم نبوت کون ہے' ازبر جسے
ہے جفر کا اور نجوم وید کا ماہر کون شخص
جو صدی گزری' مجدد اس کا بے شک و گماں
وہ امام اہل سنت' عبقری اسلام کا

مدحت آقا میں ہے محمود کا جو مقتدا
کس نے لکھا اپنی تحریروں میں دل کا ماجرا
سینہ مہتاب میں ہے عکس کس کی چاہ کا
لامکاں کے میہماں کا کس سے ملتا ہے پتا
کس کے ملفوظات و تصنیفات کا چرچا ہوا
میرے ہونٹوں پر شبانہ روز ہے کس کی ثناء
گنج استغنا سے کون اس درجہ بہرہ ور ہوا
ہے رواں سکہ دل مسلم پہ کس کے نام کا
منزل ایقان و عرفان کا ملا کس سے پتا
لوح اخلاص و محبت پر حروف خوشنما
کام یہ کس صاحب عظمت کی ٹھوکر سے ہوا
ہیت و توقیت ہیں اور صرف و نحو و فلسفہ
ہیں ریاضی' منطق و تاریخ اور جغرافیہ
کون تفسیر و حدیث و فقہ سے ہے آشنا
کون ہے اس بندہ محبوب خالق کے سوا
سیدی احمد رضا خاں ہے فنافی المصطفیٰ

(راجہ رشید محمود)

......☆......

عشق محبوب حق کا پیامی جو تھا
فکر اسلاف کا خوب حامی جو تھا
عصر حاضر کا سعدی و جامی جو تھا
اس نگار بریلی کی کیا بات ہے!
زندگی جس کی مصحف کی تفسیر ہے
جس کا کردار سنت کی تنویر ہے
فقہ اور فلسفہ جس کی جاگیر ہے
شہر یار بریلی کی کیا بات ہے!

جس نے مردہ دلوں کو جلایا سدا
ہاں قرینہ ادب کا سکھایا سدا
گلشن نعت جس نے کھلایا سدا
نو بہار بریلی کی کیا بات ہے!

جس کا سینہ تھا لوح و قلم کا امین
تھی زبان جس کی منطوق روح الامین
خود جو تھا سدرۃ المنتہیٰ کا مکیں
شہسوار بریلی کی کیا بات ہے!

مدحت مصطفیٰ کا لگایا چمن
ذوق نعت اور محبت تھا اس کا چلن
گونج اٹھا بہ ہر سو نبی ﷺ کا سخن
کا مگار بریلی کی کیا بات ہے!

ان کے فتوے عطایائے نبوی بھی ہیں
سینکڑوں اور کلمات رضوی بھی ہیں
کنزالایمان قرآں کے موتی بھی ہیں
مرغزار بریلی کی کیا بات ہے!

درس آداب عشق نبی ﷺ خوب تھا!
کوئی نکتہ بھی ان سے نہ محجوب تھا
احترام رسالت بھی مرغوب تھا!
راز دارِ بریلی کی کیا بات ہے!

تجھ سے سیکھا ہے حسان نعت نبی ﷺ
تجھ سے عرفاں کی اس کو ملی آگہی
ہے مسلم تجھے نعت کی خسروی
تاجدار بریلی کی کیا بات ہے

(امیر البیان میر حسان المجددی سہروردی)

.......☆.......

احمد رضا اے حامی دین خدا احمد رضا
مقبول حق اے عاشق خیر الوریٰ احمد رضا

چشم کرم اے نائب شاہِ ہدیٰ احمد رضا
بحر جہاں اے رب اکبر کی عطا احمد رضا

اجلا کیا روشن کیا رخِ دینِ کا احمد رضا
بیشک ہو تم کل اہل حق کے مقتدا احمد رضا

بر ہر زباں چرچا ہے ہر سو جا بجا احمد رضا
آخر تمہیں دنیا نے مانا پیشوا احمد رضا

صبح و مسا چاہوں رضائے مصطفیٰ احمد رضا
رٹتا رہوں رٹتا رہوں احمد رضا احمد رضا!

مسرور ہوں سرکار طیبہ خوش رہیں تم سے سدا　اے رہنما راضی رہے رب العلا احمد رضا
مجبور ہوں رنجور ہوں مغموم ہوں مظلوم ہوں　اب کیجئے میری طرف بھی اعتنا احمد رضا

بے علم یہ ادنیٰ گدا صابرؔ بھی ہے آقائے من
بہر خدا کچھ علم ہو اس کو عطا احمد رضا

(ڈاکٹر صابر سنبھلی مراد آباد۔ انڈیا)

......☆......

غوثِ اعظم والے ہیں احمد رضا　مصطفیٰ ﷺ کے پالے ہیں احمد رضا
اللہ اللہ شان اقدس سے تیری　دونوں جگ کے جیالے ہیں احمد رضا
ہے تصور میں جمال مصطفیٰ　ایسے رنگت والے ہیں احمد رضا
اللہ اللہ مصطفیٰ و غوث کی　گودیوں کے پالے ہیں احمد رضا
بددعا جس نے عدو کو بھی نہ دی　ہاں وہ اللہ والے ہیں احمد رضا
اہلسنت کے دلوں کو ہے خبر　جیسے رحمت والے ہیں احمد رضا
حشر میں تجھ کو دکھا دیں گے عدو　کیسے عظمت والے ہیں احمد رضا
لو خبر محشر کے غم نے کھا لیا　لب پہ آہ و نالے ہیں احمد رضا
جاں لبوں پر آ گئی فریاد ہے　زندگی کے لالے ہیں احمد رضا
خوش ہو قاسم دونوں عالم میں تیرے　سر پہ دامن ڈالے ہیں احمد رضا

(حاجی قاسم حسین خاں ہاشمی مصطفائی)

......☆......

ہے آئینہ رشد فضل خدا سے　جو صادر ہوا حرف کلک رضا سے
وہ قسام فیضان عشق رسالت　خدا کے کرم سے نبی کی عطا سے
محدث مفسر فقیہ و مجدد　وہ تھا بہرہ ور سب علوم ھدیٰ سے

وہ اک عارف حق وہ اک شیخ کامل　تھی وابستگی جس کو غوث الوریٰ سے
تھا اعدائے دیں کے لیے تیغ قاطع　رعایت نہ رکھتا تھا اہل جفا سے
رہا عمر بھر وہ شریعت کے تابع　تھے پر جان و دل اس کے صدق و صفا سے
غرض اس نے رکھی نہ اہل دُوَل سے　اسے عشق تھا تو فقط مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے
عقائد میں اسلاف کا عکس تھا وہ　فقاہت عیاں اس کی ہر اک ادا سے
گندھا تھا خمیر اس کا عشق نبی میں　تھا معمور دل اس کا ذوق وفا سے
وہ بحر معارف تھا حکمت کا پیکر　اسے ربط تھا خاص باب ہدیٰ سے
لکھوں تاجدار بریلی کی مدحت　ملے بہرہ وافر جو فکر رضا سے
احاطہ علوم رضا کا کروں میں　یہ کیونکر ہو شہزاد مجھ نا رسا سے

(محمد شہزاد مجددی)

......☆......

زبانم را اگر صد بار شیوئم　تا مدح خواجہء احرار گوئم
جناب صاحب حکمت صفا کام　چوں نام خود عیاں احمد رضا نام
مجدد فی سبیل اللہ نامی　زہے سر چشمہ فیض گرامی
بریلی مسکنش بودے بعالم　بریلی مسلکش بس شد معظم
امام عارفاں میر شریعت　امیر سالکاں پیر طریقت
سریر آرائے ملک کارسازی　قتیل و شیوہ طرز حجازی
بصد حسن عمل از جانفشانی　بسر کردہ بہار زندگانی
بذوق و شوق ملت بابدامے　بعلم و فضل خود عالی مقامے
فقیہہ بے بدل فیض انتسابے　گرامی فاضل گردوں جنابے
بسر شد عمر او در درس و تدریس　شد از علم و عمل اظہار تقدیس
بزور علم از تالیف و تصنیف　بجان و روح دادہ لطف تالیف

نشان طرہ است عشق رسول است ادا ہائش بدرگاہش قبول است
دلم را شوق او تاثیر دادہ بجانم شوق مدحش شد زیادہ
من آں سرشار از حسن حمیت بگفتم مدح او بہر عقیدت

(پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری)

......☆......

عشق و مستی کا امیرِ کارواں احمد رضا خادم اسلام و مخدوم جہاں احمد رضا
مقتدائے جرگہ صاحبدلاں احمد رضا پیشوائے حلقہ دیدہ وراں احمد رضا
صاف گوٗ سود و زیاں کی فکر سے ناآشنا غیرت اسلام کا کوہ گراں احمد رضا
مطلع علم و سپہر عشق کا بدرِ منیر طور معنی کا کلیم نکتہ داں احمد رضا
اُس کا سوز و ساز تھا پروردۂ حُبِّ رسول سینہ گرم و صاحب قلب تپاں احمد رضا
مسلک عشق محمد کو دیا اس نے فروغ عبد آزاد شہ کون و مکاں احمد رضا
قلزم عرفاں یمِ حق آگہی بحر علوم ایک سیل بے کنار و بیکراں احمد رضا
نکتہ چیں اس کے قلم کے طنطنے سے دم بخود روح قراں کا حقیقی ترجماں احمد رضا
اس کے فکر و فقر کے خرمن سے عالم خوشہ چیں باد گنج آور نسیم گل فشاں احمد رضا
اولیائے پاک و اصحاب شہ دیں کا مُحِب اہل بیت اطہار کا توصیف خواں احمد رضا
صاحب اسرار باغ معرفت کا نخل بند اک بلندی پستیوں کے درمیاں احمد رضا
لرزہ براندام ہیں فکر و نظر کے سومنات نعرہ تکبیر و آوازِ اذاں احمد رضا
ثبت لوح وقت پر اس کی جلالت کے نقوش آج بھی لاکھوں دلوں پر حکمراں احمد رضا
اس کے اوصاف و محاسن کا بیاں آساں نہیں اے سخن فہمو کہاں طارقؔ کہاں احمد رضا

(طارق سلطان پوری)

......☆......

عاشقِ خیرالوریٰ احمد رضا خاں قادری
واصفِ شاہِ ہُدیٰ احمد رضا خاں قادری

پیشوائے اصفیاء احمد رضا خاں قادری
سرگروہِ اتقیاء احمد رضا خاں قادری

آپ سے وابستہ ہے اربابِ سُنّت کا وقار
نازشِ اہلِ وفا احمد رضا خاں قادری

لرزہ براندام جن کے سامنے ہیں اہلِ شر
ہیں وہ مردِ باخدا احمد رضا خاں قادری

ہیں امامِ اہلِ سُنّت معتبر نکتہ شناس
خلق کے عقدہ کشا احمد رضا خاں قادری

دھجیاں گمراہ فرقوں کی اڑائیں آپ نے
مرحبا صد مرحبا احمد رضا خاں قادری

جن کا ہے کردار عکسِ سیرتِ خیر البشر ﷺ
ہیں وہ عبد المصطفیٰ ﷺ احمد رضا خاں قادری

کاروانِ اہلِ سُنّت کو کیا منزل شناس
سُنّیوں کے رہنما احمد رضا خاں قادری

آج ہے تابشؔ قصوری منقبت خوانِ رضا
قلب و جاں کا مدعا احمد رضا خاں قادری

(تابشؔ قصوری)

......☆......

ماحیِ کفر و دجل بطلان و زلغ
حامیِ حکمِ خدا، احمد رضا

آسمانِ معرفت اور علم کے
تھے تمہیں شمس الضحیٰ، احمد رضا

مصطفائی فیض تم میں تھا بھرا
تھے سراپا مرتضیٰ، احمد رضا

حضرت صدیق اور فاروق کی
پوری تم میں تھی ضیاء، احمد رضا

مخزنِ اسرارِ یزداں غوث سے
فیض تم کو تھا ملا، احمد رضا

اس زمانہ تیرہ و تاریک میں
تھے تمہیں بدر الدجیٰ، احمد رضا

قادری اور سُنّیوں کے واسطے
صاحبِ جود و عطا، احمد رضا

غرض عالم کے لیے تھے بے شبہ
ہادیِ راہِ خدا، احمد رضا

جستجو میں نے جو کی تاریخ کی
دی فرشتے نے ندا، احمد رضا

تم تھے "مرغوبِ محمد" بالیقیں
اور محبوبِ خدا، احمد رضا

التجا مسکیں "ضیا" کی ہو قبول — میرے حق میں ہو دعا، احمد رضا
کہ خدا مجھ کو بچائے دہر میں — جملہ آفت سے سدا، احمد رضا

(مولانا محمود الحسن الوری ضیاء)

.....☆.....

بج رہا ہے چار سو ڈنکا ترے افکار کا — کس میں ہمت ہے کرے جو ادعا انکار کا
رب عالم نے تجھے بخشا ہے وہ ارفع مقام — تذکرہ تا حشر جاری ہے تیرے آثار کا
کتنے ہی ادوار سے جاری ہے تیرا فیض عام — مل گیا اعزاز تجھ کو منفرد گھر بار کا
انفرادی وصف یہ حق سے تجھے ارزاں ہوا — نعت گوئی کو تری رتبہ ملا شہکار کا
پھول مہکائے ہیں نعت مصطفیٰ کے واہ وا — معترف ہر اہل دل ہے دلنشیں اشعار کا
محفل عشق نبی کو تیرے نغموں سے فروغ — رچ گیا ہر ایک دل میں رنگ تیری مہکار کا
کنز الایمان واقعی ہے کنز الایماں دوستو — کھل گیا گویا دبستان عظمتِ سرکار کا
ہیں خزینہ علم کا تیرے فتاویٰ مرحبا — واہ کیا جوہر کھلا ہے کلکِ گوہر بار کا
منظر اسلام کی تیرے عقائد سے نمو — مظہر اسلام ہے ہر رخ ترے کردار کا
ہمسر بام ثریا ہے ترا رنگیں قلم — مثل بحر بیکراں لہجہ تری گفتار کا
تیری تحریروں نے پایا قول فیصل کا لقب — تیری تحقیقات کو درجہ ملا معیار کا
چار سو آفاق میں شہرہ ہے تیرا جا بجا — جامعات دہر میں موضوع ہے تو تذکار کا
نام تیرا رہتی دنیا تک نمایاں ہوگیا — حق تعالیٰ نے ادا حق کر دیا حقدار کا
نطق سے تیرے ہیں گویا بوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ — فیض ہے تجھ میں فروزاں غوث کے انوار کا
تو مفسر، تو محدث، تو محقق، تو فقیہہ — ہے کوئی ثانی غلام احمد مختار کا؟

(سید عارف محمود مجہور رضوی، گجرات)

.....☆.....

راز فطرت کے حقیق ترجماں احمد رضا ہیں رموز معرفت کے رازداں احمد رضا
آپ ہیں مسند نشیں محفل نعت نبی ﷺ سرور کونین کے ہیں مدح خواں احمد رضا
مسلک احناف کے ہیں سالک روشن ضمیر منزل حق کے امیر کارواں احمد رضا
پیشوائے اہل سنت' صدر ارباب یقیں داعی حق' واعظ شیریں بیاں احمد رضا
ہیں ثنائے حق تعالیٰ میں مگن شام و سحر مدح پیغمبر میں ہیں رطب اللساں احمد رضا
مفتی دوراں فقیہ نکتہ داں' گنج علوم حکمت و عرفاں کے بحر بیکراں احمد رضا
ہیں تصانیف گرامی' رہبر اہل نظر کائنات علم کے روح رواں احمد رضا
ذرہ ذرہ ہے جہانِ معرفت کا نور بیز ہیں حریم فقر میں جلوہ فشاں احمد رضا
جس سے روشن ہے جہانِ قادریت اے قمر ہیں وہ حق کے آفتاب ضوفشاں احمد رضا

(قمر یزدانی' پنوانہ)

......☆......

کیا بہار باغ عالم ہے گلستان رضا چہچہازن ہیں ہر اک سو عندلیبان رضا
دیکھتے ہی میں نے پہچانا مہ و خورشید کو ضوفگن ہے چار سو رخسار تابان رضا
سجدہ گاہ اہل عرفان حق تعالیٰ نے کیا صدقے جائیں اللہ اللہ شان ایوان رضا
بے پیے سرشار ہیں مے کی ضرورت ہی نہیں جھومتے ہیں بادہ عرفاں سے مستان رضا
آپ کے روضہ سے نسبت روضۂ رضواں کو کیا وہ پرانا باغ ہے' یہ حسن بستان رضا
اللہ اللہ اس کی بو سے دونوں عالم بس گئے باغ رضوان درحقیقت ہے گلستان رضا
حضرت خیر الوریٰ کا سر پر سایہ کیوں نہ ہو سنت خیر الوریٰ ہو جبکہ ایمان رضا
فیض غوث پاک کا اپنے کرشمہ دیکھیے کس قدر پھولا پھلا عالم میں بستان رضا
مہر و مہ کو رخ اٹھاتے شرم آتی ہے یہاں واقعی ہے نور حق شمع شبستان رضا
مصطفیٰ' برہان' وحشمت' حضرت عبدالسلام ہیں گل و لالہ و ریحاں باغ دبستان رضا
حضرت مختار' و حسنین اور مولانا نعیم اپنے اپنے ہاتھ سے تھامے ہیں' دامان رضا

مرشدی مولائی قبلہ حضرت "حامد رضا" — چشم بددور آپ ہی ہیں زیبِ دیوانِ رضا
دیکھتے ہیں چشمِ حسرت سے شبیہ پاک کو — آپ ہی سے لیتے ہیں، تسکین جویانِ رضا
منقبت سن کر میری کہتے ہیں اربابِ سخن — "قیصر رضوی" تو ہی ہے، آج حسانِ رضا

(عنایت احمد خاں غوری قادری رضوی)

......☆......

زندہ باد اے مفتی احمد رضا خاں زندہ باد — مرکزِ انوار فطرت نورِ ایماں زندہ باد
آفتاب علم سے ہر سو اجالا کر دیا — رہبر دیں مصدر انوار قرآں زندہ باد
گرچہ اوجھل ہے مرے ادراک سے تیرا وجود — تیرے فرمودات ہیں ہر پل فروزاں زندہ باد
بوحنیفہ کے تدبر کا تھا تو ہی جانشیں، — وقت کے رومی، غزالی تجھ پہ نازاں زندہ باد
آج ہم بیدار ہیں، تاریخ کی للکار ہیں — تو نے ہم پہ کر دیا کچھ ایسا احساں زندہ باد
یوں تیری نوکِ قلم سے پھوٹتے دیکھے گلاب — ہے مہکتا جن سے فطرت کا گلستاں، زندہ باد
تو مجدد، تو محدث، تو فقیہ روزگار — جملہ عشاق شہ دیں، تجھ پہ قرباں زندہ باد
تجھ پہ الطاف شہ کونین کا ہر دم نزول — تیرا ہر قول مبیں، جانِ دل و جاں، زندہ باد
تو مفکر، تو مدبر، شوکت علم الیقیں — آفتاب نور کی صبحِ درخشاں، زندہ باد
ملت احناف کہ مجبور تھی، مقہور تھی — تو نے بخشا جرآت و ہمت کا ساماں، زندہ باد
ہم بھٹکتے پھر رہے تھے، راستے بے نور تھے — کر دیا تو نے عطا جینے کا عنواں زندہ باد
ہے رضا کی فکر پڑ پر تو فگن تیرا کرم — نازشِ اربابِ حکمت، روح دواں، زندہ باد

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

......☆......

ظلمت وقت میں سر بسر روشنی، شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

جس کی ہر ہر ادا آگہی آگہی، شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

مثل بانگ درا جس کی گونجی صدا، جس نے ہم کو نشاں منزلوں کا دیا

جس نے افکار کو بخش دی تازگی، شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

صورت مرد حق، دشمنان نبی کے مقابل رہا تھا جو سینہ سپر

جس نے سکھلائے آداب عشق نبی ﷺ شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

وہ جو بن کے سحاب کرم چھا گیا، بزم ہستی کو یکدم قرار آ گیا

غم کے ماروں کی کی جس نے چارہ گری، شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

دین حق کا مبلغ مفکر تھا وہ اسوہ شاہ بطحا کا مظہر تھا وہ

ماہ طیبہ کی الفت کی تھی چاندنی، شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

زینت بزم حق رہبر بے بدل شرح دین متیں جس کا ہر اک عمل

جس کا ہر قول تھا رہبری رہبری، شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

جس کی نعتوں کے انوار سے چار سو حب شاہ عرب کا اجالا ہوا

نعت احمد کے ایوان کی دلکشی شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

نائب بوحنیفہ وہی تھا رضا، میرے دل میں وہ مثل چراغ ہدی

کل بھی تھا ضوفگن اور ہے آج بھی، شاہ احمد رضا شاہ احمد رضا

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

☆

السلام اے مخزن رشد و ہدایت السلام	السلام اے معدنِ جود و عنایت السلام
السلام اے رہبر راہ ہدایت السلام	السلام اے عالم دیں و شریعت السلام
اے لسان عصر سحبان زمانہ السلام	اے خطیب وقت یکتا و یگانہ السلام
اے امام اہلسنت اے امام باوقار	پاک باطن پاک طینت قادریت کی بہار

عہد حاضر میں ہمارے قلب و جاں کے افتخار — حق پرستی حق شناسی ہی رہا تیرا شعار
نطق شیریں سے بدل دیں غیر کی پالیسیاں — اللہ اللہ تیری عظمت اور دور اندیشیاں
تو ہی تھا مداح احمد عہد حاضر کا امام — تو ہی تھا نباض فطرت اور مجدد لا کلام
آسماں کی رفعتوں سے آگے تھا تیرا مقام — اور اعداء کے لیے تھا تیغ براں بے نیام
تیری اک اک بات تھی لاکھوں تفنگوں کا جواب — جس کو سن کر غیر منہ میں انگلیاں لیتے تھے داب
تو وحید عصر تھا قطب زماں تھا بے گماں — صاحب تحریر تھا الفاظ کا بحر رواں
دین و ملت کا بنا تھا مشکلوں میں پاسباں — اور تھا پہنچا دیا منزل پہ اپنا کارواں
السلام حسنین کی آنکھوں کے تارے السلام — السلام اے غوث اعظم کے پیارے السلام
اے نسیم گلشن رضواں بہار ہر چمن — مدح احمد میں رہا تو عمر بھر نغمہ زن
اے کہ تیری ذات تھی رونق فزائے انجمن — فضل ربی حشر تک تجھ پر رہے سایہ فگن
السلام اے بلبل باغ نبوت السلام — السلام اے شمع بزم اہلسنت السلام
فکر عاجز سے ہو کیا ادراک عرفان رضا — ہے زباں کلک قدرت منقبت خوان رضا
تھی عطائے صاحب لولاک ایمان رضا — ہو ادھر پر تو فگن جو ظل دامان رضا
تو یہ نسبت ہی مجھے ذرے سے کر دے آفتاب — میں ہوں ناکارہ رضا اور وہ نہیں رکھتے جواب

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

......☆......

رمز آموز شریعت حضرت احمد رضا — سرفراز دین و ملت حضرت احمد رضا
پاکباز و نیک طینت پیکر علم و عمل — مخزن رشد و ہدایت حضرت احمد رضا
صفحہ تاریخ عالم پر بصد حسن یقین — نقش ہیں بن کر صداقت حضرت احمد رضا
قوت باطل کا افسوں پارا پارا کر دیا — تاجدار اہلسنت حضرت احمد رضا
پھر حیات نو عطا کی مذہب اسلام کو — غوث اعظم کی کرامت حضرت احمد رضا
قافلہ سالار عشاق محمد مصطفیٰ — نازش دنیائے مدحت حضرت احمد رضا

نطق شیریں سے کیا تسخیر قلب و جان کو
حسن تدبیر و لیاقت حضرت احمد رضا

وہ مجددؔ وہ مفسرؔ وہ فقیہہ روزگار
عظمت کردار و سیرت حضرت احمد رضا

ہند کے ظلمت کدوں میں روشنی پھیلا گئے
معنی آیات نصرت حضرت احمد رضا

آپ نے غفلت شعاروں کو دیا ملی شعور
مسند ایمان کی زینت حضرت احمد رضا

بوحنیفہ کے تدبر کا وہ اک نقش حسیں
مرجع جان عقیدت حضرت احمد رضا

وہ غلامان محمد کی دعاؤں کا جواب
جان جاناں ولایت حضرت احمد رضا

وہ رضا کے مطلع ایمان کی تابندگی
مہر عالمتاب فطرت حضرت احمد رضا

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

......☆......

کھل اٹھا زندگی کا معطر چمن
پھر مہکنے لگے دل کے سر و سمن

گود میں آمنہ کی ہویدا ہوئے
سرور دو سرا رحمت ہر زمن

جو محمد بھی ہیں اور محمود بھی
راحت قلب و جاںؔ زینت انجمن

ان کے بچپن پہ خود سادگی بھی نثار
ان کے چہرے پہ انوار کا بھولپن

چاند جھکنے لگا جو اشارہ کیا
آپ کے حسن میں ہوگیا وہ مگن

جب کہ پیدا ہوئے "رب ھب لی" کہا
بخششیں عاصیاں کی تھی ہر پل لگن

سب کے سب یک بہ یک وجد میں آ گئے
یاسمینؔ لالہ و نرگس و نسترن

عرش پر شور تبریک پیدا ہوا
فرش والوں کو تھی مرحبا کی لگن

اللہ اللہ وہ بچنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

(زیر نظر نعت فاضل بریلوی کے ایک نعتیہ شعر کی تضمین ہے پروفیسر محمد اکرم رضا)

......☆......

خراجِ عقیدت

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زمانے کو متاثر کیا اور ابھی نجانے کتنے ہی ادوار اور زمانے آپ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت کو مختلف حوالوں سے خراج تحسین پیش کرتے رہیں گے۔ وقت لمحہ لمحہ اپنے دامن میں سمیٹ کر گزر جاتا ہے۔ حالات کی شاہراہ پر سفر کرنے والا زمانہ ایک ایک پل کو اپنے وجود کی زینت بناتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔ سالوں کی مسافت صدیوں کے بحر بے کراں میں گم ہو جاتی ہے مگر کسی صاحب کمال کا نقش دوام وقت اور زمانے کی حدود و قیود سے ماورئ ہو کر اپنے وجود کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ اس شان کے ساتھ۔

اٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں　　نفس سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

درجنوں علوم پر گرفت رکھنے والے احمد رضا خاں نے اپنی نعتیہ شاعری سے حدی خوانی کا کام لیا اور اسی سے نفسِ سوختہ کو خورشید کا سامانِ سفر تازہ کرنے کا پیغام دیا۔ آپ کی نعت گوئی جہاں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فکری و عملی آداب سکھاتی ہے وہاں تبلیغِ اسلام کا سامان بہم پہنچاتے ہوئے کاروانِ اسلام سے بچھڑے ہوؤں کو منزل بکنار کرنے کا اہتمام بھی کرتی ہے۔ آپ کی علمی و فکری شخصیت جس کو آپ کی فقیہانہ بصیرت نے اپنے جلو میں لے رکھا تھا' قدم بہ قدم پوری دنیائے اسلام سے خراج عقیدت حاصل کر رہی ہے۔ شکوک و اوہام کے اندھیرے چھٹ رہے ہیں۔ الزامات اور نظریاتی تہمتوں کے گہرے سائے سمٹ رہے ہیں تو یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ آپ کو خراج عقیدت پیش کرنے والے اپنے ہی نہیں' پرائے بھی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں ہمارا موضوع بطور خاص چونکہ آپ کی نعت گوئی ہے اس لیے ہم نے خراج عقیدت کے حوالے سے ایسے ہی اقتباسات کا سہارا لیا ہے۔

اندھیرا چھٹتا ہے اجالا ہوتا جاتا ہے　　شہِ احمد رضا کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

پروفیسر ڈاکٹر حامد علی خاں' شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

''علامہ رضا نے مخصوص حالات و کیفیات سے متاثر ہو کر اپنے جذبات کی نظم میں ترجمانی

کی البتہ جتنا بھی لکھا خوب لکھا اور اغیار تک سے داد تحسین پائی۔ جزالت و انسجام' سلاست و سادگی اور بے ساختگی و روانی آپ کے عربی کلام کی خصوصیات ہیں۔عربی تراکیب کی بندش اور مناسب و برمحل الفاظ کے استعمال پر آپ کو مکمل قدرت حاصل تھی۔تشبیہات و استعارات وغیرہ لفظی و معنوی صنائع اور ضرب الامثال کا بے تکلف اور مناسب انداز میں استعمال ہے۔آپ کا کلام تصنع اور شعری عیوب سے پاک ہے۔آپ نظم میں مشکل پسندی کے قائل نہیں تھے اور زیادہ تر برجستہ ہی موزوں و مقفی لکھتے۔آپ پر عربیت کا غلبہ اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کا اردو کلام نہ صرف ہزاروں عربی الفاظ و تراکیب پر حاوی ہے بلکہ اردو کلام کے ضمن میں عربی اشعار' مصرعوں اور جملوں کا بے ارادہ استعمال ہوا ہے جیسا کہ "حدائق بخشش" کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے آپ کی اردو شاعری اردوئے معلیٰ کا اعلیٰ شہکار ہے۔اسی لیے میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے اُردو کلام سے بھی درحقیقت ہر ایک صحیح معنی میں لطف اندوز ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر وحید اشرف بردوہ یونیورسٹی

"ایک ایسا شخص جس نے معقولات و منقولات کی اکثر اصناف میں اپنی بلندی فکر' جودت ذہن اور ندرت وجدت کا ثبوت دیا ہو اور جس کی تصانیف سینکڑوں کی تعداد میں پہنچتی ہوں۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاعری کے نازک فن سے بھی پوری طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہے' عجائبات میں سے ہے ایسی صرف ایک شخصیت اور نظر آتی ہے جس نے علوم معقولات میں زندگی گزارنے کے باوجود شاعری کا ایک باکمال نمونہ چھوڑ دیا ہے۔اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے بہت ہی کم ہے اور وہ ہے عمر خیام جس کی رباعیاں فن اور فکر کا مکمل نمونہ ہیں۔لیکن امام احمد رضا کی حالت اور ان کے علمی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے مقابل عمر خیام کو نہیں لایا جا سکتا اور اس اصول کے پیش نظر کہ کوئی بھی صاحب فکر و نظر محقق اپنے تمام علمی سرمائے اور ذہنی صلاحیتوں کو کتاب کی قید میں نہیں لا سکتا تو امام احمد رضا کی تصانیف کے پیش نظر ان کی شخصیت پر رائے دیتے وقت عقل حیرت زدہ ہو کر رہ جاتی ہے۔امام احمد رضا کی اردو' فارسی شاعری حمد' مناجات' نعت اور منقبت پر مشتمل ہے۔اس میں ہیئت کے اعتبار سے غزل اور رباعی شامل ہیں' ان کے اشعار کے مطا

سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر صنف سخن پر پوری قدرت رکھتے تھے اور شاعرانہ ذوق اور فکر وفن سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو صرف اپنے پسندیدہ موضوعات تک محدود رکھا۔ اس میں ان کا نظریہ یہ تھا کہ یہ توشہ ان کے لیے زادِ آخرت اور سرمایہ نجات ہے۔

ڈاکٹر طلحہ برق......صدر شعبہ اُردو جین آراہ کالج بہار (انڈیا)

''حدائق بخشش'' ہر دو حصص حضرت رضا کی نعتوں کا مجموعہ اور ایک ایسی متاع بے بہا ہے جس پر اردو کی نعتیہ شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔ حضرت رضا کی نعتیں سادہ' سہل' عام فہم' سوز و گداز قلب اور عاشقانہ جذبات سے مملو ہیں۔ مخصوص فنی نقطہ نظر سے بھی مشکل اور سخت زمینوں میں آپ کی نعتیں بندش و تراکیب اور قدرت بیان کا سارا حسن رکھتی ہیں۔ اردو کلاسیکی شاعری کے وہ سارے اوصاف جن پر اہل زبان کو ناز ہے' حضرت رضا کے کلام میں بھرے پڑے ہیں۔ شوخی طبع کے باوجود آپ نے بڑی احتیاط سے عروس سخن کو ان تمام زیورات سے آراستہ کیا ہے جو نعت گوئی کے تقدس و احترام کے ساتھ اس کے حسن کو چار چاند لگاتے ہیں۔ شاعر کو اپنی لیاقت فن کا پورا پورا احساس تھا۔

پروفیسر فاروق احمد صدیقی......چکیا کالج بہار (انڈیا)

تمام نعت گویوں میں از متقدمین تا متاخرین حضور اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب کا مقام اور ان کا کلام کئی جہت سے سب سے ممتاز اور منفرد نظر آتا ہے۔ پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اردو کا کوئی بھی نعت گو آپ سے زیادہ وسیع المعلومات' اسرار شریعت کا راز دان' کتاب و سنت کے بحر ذخار کا سچا شناور اور صاحب فضل و کمال نہیں ہوا۔ دوسری امتیازی صفت یہ ہے کہ نعت گوئی میں آپ جس احتیاط و ادب شناسی کی منزل سے گزرے ہیں اُس کا جواب نہیں اور یہ اس لیے کہ آپ نے قرآن سے نعت گوئی سیکھی اور حضرت حسان جیسے آشنائے منزل کو خضر راہ بنایا۔''

مولانا کوثر نیازی مرحوم سابق وزیر مذہبی امور پاکستان

اردو' عربی' فارسی تینوں زبانوں کا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے اور بالاستیعاب دیکھا ہے بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک طرف...... دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی بھاری رہے گا میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان' جو سوز و گداز' جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز' انداز' اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔"

پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ سابق نگران قومی عجائب گھر کراچی

"احمد رضا ان کی شاعری تمام تر داخلی واردات کا نتیجہ ہے جس کا محور سرور کائنات رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ وہی ان کا محبوب' مدعا' مرکز نگاہ اور سکون قلب و جگر ہیں۔ قضا و قدر نے اس گلشن تخلیق میں امام احمد رضا کو اسی حسن لالہ رخ کی غزل سرائی کے لیے بھیجا تھا جس کا احساس خود ان کو بھی ہے فرماتے ہیں۔

ز حسنت تا بہار تازہ گل کرد

رضایت را غزل خواں آفریدند

ان کی شاعرانہ فکر کا دامن بلحاظ موضوع صرف نعت اور منقبت تک محدود ہے۔ موضوع کی یکسانیت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی شاعری کا سرچشمہ واردات قلبیہ ہیں' افکار ذہنی نہیں۔ شاعری ان کی فکری جولانیوں کا مظہر نہ تھی' چارہ دردِ نہاں تھی۔ ان کی ذہنی درا کی کا ظہور تو ان کی مختلف النوع علوم کی تصانیف میں موجود ہے لیکن ان کے نہاں خانہ دل کی ہنگامہ آرائیاں ان کی نعتوں ہی میں دیکھنا ممکن ہے۔"

پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق

مولانا کی نعتیہ شاعری میں حسن و بیان' استعارات اور علمی اوصاف اس کثرت سے موجود ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ خشک علوم وفنون کے سمندر کا غواص اس قدر شگفتگی کیسے پیدا کرسکتا ہے۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی (بھارت)

چودھویں صدی ہجری میں برصغیر کے چند نامور نعت گو شعرا اتر پردیش میں ہی ہوئے۔ ان میں امام احمد رضا فاضل بریلوی' استاذ من مولانا احسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی' مولانا محسن کاکوروی' مولانا ضیاء القاری' حافظ پیلی بھیتی کے نام خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ ان نعت گو شعراء میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مقام سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

راجہ رشید محمود...... مدیر نعت۔ لاہور

احمد رضا بریلوی نے سنگلاخ زمینوں میں مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ پھول کھلائے ہیں۔ مفاہیم و معانی کے وہ باب وا کیے ہیں اور سادگی و پرکاری کی وہ میناکاری کی ہے کہ ذوق اش اش کر اٹھتا ہے اور وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ ان کے ہاں فکر کی گہرائی ہے' جذبوں کی سچائی ہے' محاسن کی فراوانی ہے۔ انہوں نے قلب کی واردات کو صوت و آہنگ کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید (فیصل آباد)

کسی ایک نعت گو شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ انکی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے دوسرے شاعروں کو نعت گوئی کی ترغیب دی' عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آج بھی ان کا کلام ایک مؤثر تحریک نعت کا درجہ رکھتا ہے۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی مرحوم

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے علمی' دینی' اصلاحی' سیاسی اور معاشرتی کارہائے نمایاں کا اختصار کے ساتھ تذکرہ ایک مضمون میں ممکن نہیں اور پھر یہ فرد واحد کے بس کی بات بھی نہیں کہ وہ مولانا کے آثار قلم کا مکمل طور پر احاطہ کر سکے یہ تو اداروں کا کام ہے۔ مولانا احمد رضا عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اس لیے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا کلام اسی پائے کا ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعرا میں جگہ دی جانی چاہیے۔ انہیں زبان اور فن پر پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کے ہاں تکلف و تصنع بالکل نہیں بلکہ بے ساختگی ہے۔ چوں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں بے پناہ محبت ہے۔ اس لیے ان کا نعتیہ کلام شدت

احساس کے ساتھ خلوص جذبات کا آئینہ دار ہے۔

ممتاز نقاد...... نیاز فتح پوری

شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے۔ میں نے مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کو دیکھ چکا ہوں۔ وہ غیر معمولی علم و فضل کے مالک تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی تھا۔ ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے بھی ہویدا تھا۔ فروتنی و خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔

یہ حق ہے کہ مولانا کی نگاہ عروض، محاورات اور نکات فن پر بھی گہری تھی۔

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

ایک آدمی اگر کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر کھڑا ہو اور وہ نیچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز بہت چھوٹی نظر آئے گی خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بہت بڑی ہوں۔ اس لیے کہ وہ خود بہت بلندی پر کھڑا ہوتا ہے لیکن وہی شخص اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اس کی بلندی کے سامنے اپنے آپ کو بہت پست اور اس کے حجم کے تناظر میں اپنی ذات کو رائی کے دانے برابر سمجھے گا...... کچھ اسی طرح کی صورت حال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالم اسلام کی عبقری شخصیت اور برصغیر کی انتہائی عظیم المرتبت ہستی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ کہنا اور ان پر کچھ لکھنا چاہتا ہو۔ اس دور کا کوئی بڑے سے بڑا عالم، فاضل، مفتی، محدث، مفسر، متکلم، مصنف اور شاعر علوم و فنون کے کوہ ہمالیہ پر کیوں نہ کھڑا ہو اور ہر ایک اس کے سامنے بونا اور ٹھگنا کیوں نہ نظر آ رہا ہو۔ مگر جب وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علم و فضل اور تحقیق و تصنیف کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا مذکور، وہ خود اپنے آپ کو کوتاہ قامت اور پست شخصیت نظر آنے لگتا ہے۔ ان پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطیب کی زبان لڑکھڑانے لگتی اور بڑے سے

بڑے ادیب کی نوک قلم سے الفاظ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں۔ نہ زبان کی باگ ہاتھ میں رہتی ہے نہ قلم کی رکاب پاؤں میں۔ یک رخا بھلا کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے فکر و خیال کے دائرے میں قابو رکھ سکتا ہے...... فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے۔ جس طرح اسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیا رنگ نظر پڑتا ہے...... اعلیٰ حضرت کو آفتاب علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ اپنے اندر دل و نگاہ کی جاذبیت کا سامان لیے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں سن کر یا پڑھ کر زبان پر بے اختیار آ جاتا ہے۔

کوئی تصویر نہ ابھری تری تصویر کے بعد　　ذہن خالی ہی رہا' کاسہ سائل کی طرح

سید محمد مرغوب احمد اختر الحامدی

آپ سرتاپا عشق کی شراب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لیکن قدم ڈگمگاتے نہیں۔ پئے ہوئے ہیں مگر بھکتے نہیں۔ جوش ہے مگر ہوش کے ساتھ' دل و روح مکیف ہے مگر عقل ہوشیار ہے۔ جو قدم اٹھا منزل جاناں کی طرف جب قدم پڑا شاہراہ شریعت پر۔ دیوانے کی طرح رواں دواں ہیں مگر آنکھیں کھلی ہوئی ہیں' سراپا مدہوش میں مگر آپ کا قلم جاگ رہا ہے۔ آپ کے کلام میں آپ کا یہی جنون بیدار کارفرما ہے جو تغزل کی جان ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال

ہندوستان کے دور آخر میں مولانا احمد رضا خاں جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ ان کی ذہانت فطانت' جودت طبع' کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے' یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ اس لیے انہیں اپنے شرعی فیصلوں میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ڈاکٹر سلام سندیلوی

احمد رضا خاں کی شخصیت ان کی شاعری اور شاعری ان کی شخصیت ہے۔ شخصیت اور شاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعرا کے ہاں ملے گی۔ مگر جہاں تک امام احمد رضا کی

شاعری کا تعلق ہے وہ رسمی یا روایتی نہیں ہے۔ آپ کو مذہب سے زبردست علاقہ تھا۔ آپ کو بزرگان دین سے عقیدت تھی۔ آپ حب رسول میں غرق تھے اس لیے آپ کی شاعری' آپ کی شخصیت میں صداقت موجود ہے۔ آپ کی شخصیت اور شاعری میں فاصلہ نہیں ہے' بلکہ آپ کی شخصیت آپ کی شاعری ہے اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت۔ شخصیت اور شاعری میں اس قدر ہم آہنگی اُردو کے بہت کم شعرا کے یہاں ملے گی۔

ڈاکٹر شان الحق حقی

میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی مقبولیت اور دل پذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے مرتبہ پر دال ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی بروایت مولانا کوثر نیازی

مولوی صاحب! مولانا احمد رضا کی بخشش تو انہی فتوؤں کی سبب ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' احمد رضا خاں! تم کو ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا۔ تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے، تو ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا' جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔

مولانا اشرف علی تھانوی

میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتے ہیں لیکن عشق رسول کی بناء پر کہتے ہیں کسی اور غرض سے تو نہیں کہتے۔

میاں محمد شفیع (م۔ش) ممتاز ادیب کالم نگار

برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار کے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا ہے جو کہ اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام اہل سنت و جماعت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام اور تحریک رابطہ مسلم عوام کے ذریعے مسلمانوں کے سینوں میں عشق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہات میں اعلیٰ حضرت کے سلام

ایسے فقرے ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' گذشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں' اسی طرح حفیظ کے شاہنامہ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے ان کی خاص طرز میں گذشتہ ربع صدی سے زائد ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔

خاں محمد علی خاں ہوتی سابق وزیر تعلیم پاکستان

''اعلیٰ حضرت شمع اسلام میں محبت کا تیل ڈالنے میں ساری زندگی مصروف رہے۔..... عرب و عجم میں کئی تحریکیں اٹھیں جن کے فکری ڈانڈے' کہیں دور..... اسلام سے جدا پگڈنڈیوں سے ملتے تھے مگر دلنواز ونظر فریب نعروں سے ان افکار کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا..... حضرت بریلوی ایسی کسی تحریک سے متاثر نہیں ہوئے..... انہوں نے حقیقی اسلام کے درخشاں چہرے سے سب غلط افکار کے پردے نوچ پھینکے..... اسلام اسی آب و تاب سے سامنے آیا۔ جس چمک دمک سے وہ دور نبوت' عہد خلافت اور دور مجتہدین سے ضیا پاشیاں کرتا آ رہا تھا۔ محبت میں انہیں استغراق کلی حاصل تھا اور در مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو چھوڑ کر کسی دنیا والے کے دروازے پر کبھی انہوں نے نگاہ غلط انداز نہیں ڈالی۔ انہیں بھروسہ تھا تو اپنے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم گستریوں پر..... انہیں اعتماد تھا تو اپنے ہادی شاہد علیہ الصلوۃ والسلام کی بندہ پروریوں پر..... ان کی نگاہیں اٹھتی تھیں تو تجلیات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضوریزیوں کے سمیٹنے پر..... ان کا دل دھڑکتا تھا تو صرف رحمۃ اللعالمین کی رحمت نوازیوں پر..... وہ علوم مصطفیٰ کے گلشن کے بلبل تھے لہذا انہیں ہر طرف علم مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے جلوے نظر آتے تھے اور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور بیزیاں نظر آتی تھیں..... عشق مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا جو معیار وہ قائم فرما گئے' وہ متاخرین کے لیے منار نور ہے اور وہ سوز جو اپنے کلام میں بھر گئے' خدا جانے کب تک دلوں کو گرماتا اور وجدان کو تڑپاتا رہے گا۔

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی..... ناظم تعلیم حیدر آباد (سندھ)

اب اہل دل اور اہل نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ 1921ء میں مولانا احمد رضا خاں نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں جب کہ حکومتیں

اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں...... کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے؟...... کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں؟ ...... کینز (J.M. Keynes) کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے۔ اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس 24 سال قبل مولانا احمد رضا خاں بریلوی شائع کروا چکے تھے لیکن افسوس مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم...... مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بیسوی صدی کے عالم اسلام میں امام احمد رضا کی شخصیت منفرد اور نمایاں ہے۔ کچھ ہی نابغہ روزگار شخصیتیں ان کی صف میں کھڑی ہو سکتی ہیں۔ اگر کسی کو کسی فن میں ان کے ساتھ مماثلت ہے تو کئی وجوہ سے وہ شخصیتیں ان کمالات سے عاری ہوتی ہیں جن میں انہیں (مولانا احمد رضا خاں کو) تفوق حاصل ہوتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر جمیل جالبی...... سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہہ' متجر عالم' سائنسدان' بہترین نعت گو' صاحب شریعت' صاحب طریقت بزرگ تھے۔ ان کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ تقریباً 54 علوم وفنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے اور ان علوم میں سے ہر فن میں آپ نے کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد بیان کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ...... سابق چیئرمین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی

عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے' اور وہ عالم جس کی فکر ونظر کا محور قرآن حکیم اور حدیث نبوی ہو۔ وہ ترجمان علم وحکمت' نقیب حق وصداقت اور محسن انسانیت ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی بھی ایسے ہی عالم دین تھے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا بلکہ حقیقت کا اعتراف ہوگا' وہ بلاشبہ جید عالم' متجر حکیم' عبقری فقیہ' صاحب نظر' مفسر قرآن' عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے۔

ماہر القادری۔ ممتاز نقاد۔ ایڈیٹر ماہنامہ فاران (کراچی)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے' یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دست گاہ رکھتے تھے۔ دینی علم وفضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا خاں کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا ''مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔''

معروف نقاد...... کالی داس گپتا رضا

نہیں معلوم کہ انہوں نے کسی سے باقاعدہ اصلاح لی تھی کہ نہیں تاہم ان کے کلام سے اُن کے کامل' صاحب فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔ کہیں تشبیہ ہے۔ کہیں خیال گوئی۔ عاشقانہ رنگ کا جو تغزل کی جان ہے یہ رتبہ کر دیا ہے کہ اگر نعت کے مخصوص رنگ کے اشعار الگ کر دیئے جائیں تو بقیہ اشعار ایک بہترین غزل کی شان کے حامل ہوں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ...... صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمالات' ذہانت و فطانت' طباعی اور دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء' فضلاء' یونیورسٹیوں کے اساتذہ' محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا؟ وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے؟

شعر وادب میں بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے اور میرا تو ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اگر صرف محاورات' مصطلحات' ضرب الامثال میں بھی اور بیان و بدیع کے متعلق تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف کے یکجا کر لیے جائیں تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد ماہر تعلیم، مصنف، محقق

امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت دنیا کے تمام علمی حلقوں میں جانی پہچانی جاتی ہے۔آپ کے حالات وافکار پر اس وقت مختلف عالمی جامعات میں تحقیق وریسرچ ہورہی ہے۔ عالم اسلام میں کوئی ایسی شخصیت نہیں آتی جس کے فکر وخیال کے مختلف گوشوں پر دنیا کی متعدد یونیورسٹی میں بیک وقت اتنا کام ہوا ہو۔ اس اتھاہ سمندر کی وسعتوں کا عالم نہ پوچھیے۔ ابھی تو دنیا کے سامنے اس سمندر کے چند قطرے ہی آئے ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر اہل علم حیران ہوئے جاتے ہیں کہ جب ان قطروں کا یہ عالم ہے تو اس محیط بے کراں کا عالم کیا ہوگا۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی۔ بھارت)

رضا کی شاعری، مذہبی شاعری یعنی تقدیسی شاعری ہے۔ ان کا عشق قرآنی پیغام ہے، ان کی مستی کوثر وتسنیم وزم زم بلکہ ساقی کوثر کی مئے محبت کی مستی ہے اور ایسے خمار کے عالم میں رضا کے ہونٹوں سے جو آواز نکلتی ہے وہ روح کی آواز ہوتی ہے۔ جس کی نغمگی اور سحر آفرینی انسانی وجود کے ذرے ذرے کو سرمدی سرشاریوں اور سرمستیوں کے ایک جہان نو کی سیر کراتی ہے، شیخ الادب جہاں صوتیاتی نظام کی حکمرانی نہیں، جذبہ عشق بلکہ عشق مجسم کی سلطانی ہے۔

ڈاکٹر پیر محمد حسن (سابق شیخ الادب اسلامی یونیورسٹی بہاولپور)

حج کے موقع پر میرے ساتھیوں کے پاس ان (فاضل بریلوی) کے نعتیہ کلام کا ایک مجموعہ تھا جسے انہی دنوں دیکھنے کا اتفاق ہوا...... زور کلام روانگی اور بندش کی پختگی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر ایک ہی نعت میں ایک مصرع (مصرع کا نصف ٹکڑا) عربی میں، دوسرا فارسی میں، تیسرا اُردو میں چوتھا پوربی زبان میں۔ یہ سب باتیں صاحب نظم کے "عبقری" ہونے کی دلیل تھیں۔

شاعر لکھنوی

ان کی نعتیہ شاعری کے مجموعے "حدائق بخشش" حصہ اول و دوئم (دوم) کا مطالعہ کیا جائے تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ ان کی نعتیں جذبے کو الفاظ کا پیرہن عطا کرنے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار میں احترام کی حدود قائم رکھنے کے لحاظ سے ہمارے ادب میں ایک مستقل سرمائے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہمارے سامنے ہیں:

- وہ نعت جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہوتی ہے۔
2- وہ نعت جو عشق سے چل کر ''ایمان'' پر ختم ہوتی ہے۔

رضا بریلوی کی نعت دوسری حیثیت سے تعلق رکھتی ہے اسی لیے ان کی نعت گوئی اپنے معیار کے اعتبار سے ایک انفرادی و امتیازی شان کی مالک نظر آتی ہے۔ وہ نعت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ قرآن' سیرت مصطفیٰ کا آئینہ ہے اور اس آئینے کو رو برو رکھنے کے بعد فکر کی رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی نہیں رہتا۔

ملک غلام علی (سابق نائب امیر جماعت اسلامی)

احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں ہم لوگ اب تک سخت غلط فہمی میں رہے۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے ہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم...... سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بہت خلیق' بہت منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی جانتے تھے باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں' ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاحل تھا ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اس مسئلے پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں۔

اِتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی' مذہبی' اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی' اقلیدس' جبر و مقابلہ' توقیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی حضرت نے منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزُو صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

آپ کی ذات ''اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ'' کی زندہ تصویر تھی' اللہ اور رسول سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے' اللہ اور رسول کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے۔ اپنے مخالف سے کبھی کج خلقی سے پیش نہ آئے۔ کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی بلکہ حلم سے کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی۔ اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے منور ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (فیصل آباد)

مولانا کا علم ایک بحر ذخار تھا کہ جس جانب بھی ابل پڑتا' سیراب کر دیتا۔ ان کی دلچسپیاں متنوع اور مطالعہ ہمہ گیر تھا۔ حافظہ بلا کا تھا کہ پڑھا ہوا لفظ بمشکل ہی حافظہ سے اوجھل ہوتا تھا۔ اردو' عربی' فارسی' ہندی پر دسترس حاصل تھی۔ ذہن رسا تھا اس لئے مسائل کی تہہ تک اتر جانا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ ان کی زندگی ہی میں ان کے تبحر اور وسعت علمی کا اعتراف ہونے لگا تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر سرور اکبر آبادی (کراچی)

اس وقت اعلیٰ حضرت اپنے فضل و کمال' مصلحانہ تقدس' حکیمانہ شعور' ذہانت و فطانت' طباعی و دراکی اور عالمانہ واستادانہ تدبر و بصیرت کے سبب اور نعت گو شعراء میں نہایت مقبول و محبوب ہونے کے ساتھ ساتھ شہرت و عظمت لازوال کے مالک ہیں۔ آپ کے دل سے نکلنے والے ایک ایک لفظ اور ایک ایک شعر نے عاشقان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں دیوانگی و شیفتگی اور وارفتگی و ربودگی کی تڑپ کوٹ کوٹ کر بھر دی اور ایک ایسی شمع ایمان فروزاں کر دی جس کی روشنی میں آنے والی نسلوں کے شعراء بھی اپنی منزل مقصود تک بآسانی پہنچنے میں کامیاب و کامران ہوتے رہیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان (پشاور)

اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا ہر پہلو اس قدر وجیہہ و وقیع ہے۔ ہر جہت میں اس قدر جامعیت و مانعیت ہے کہ اہل فکر ونظر کے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ ان جہات میں سے وہ کون سی جہت ہے جو سب سے زیادہ دلکش ہے؟ ...... حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا کل ہے جس کا ہر جزو اس درجہ وسیع و بسیط ہے کہ دیکھنے والے کی نظر وفکر اس ایک ہی جزو کی وسعتوں اور پہنائیوں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری (سابقہ صدر شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی)

علمائے دین میں نعت نگار کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں 1856ء مطابق 1272ھ میں پیدا ہوئے اور 1921ء مطابق 1340ھ

میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالی' مولانا شبلی' امیر مینائی اور اکبر آلہ آبادی وغیرہ کے ہمعصروں میں تھے۔ انکی شاعری کا محور خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی و سیرت تھی۔ مولانا صاحب شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔ صرف نعت و سلام و منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی' دلسوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ وہ بے تکلف زبان اور برجستہ و شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ انٰ کے نعتیہ اشعار اور سلام' سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر افتخار اعظم (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین اور متجر عالم تھے۔ وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اس لیے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعرا میں جگہ دی جانی چاہیے۔ انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے۔ کیونکہ رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اس لیے ان کا نعتیہ کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص جذبات کا آئینہ دار ہے۔

علامہ ہدایت اللہ سندھی مہاجر مدنی (محررہ 1912ء)

حُبِّ نبوی میں جو ہمہ وقت گم ہیں' نعت گوئی کے سمندر سے ایسے ایسے موتی انہوں نے نکالے جن کی قیمت دنیا اور آخرت میں نہیں لگائی جا سکتی۔ وہ اس کے اہل ہیں کہ ان کے نام سے قبل اور بعد میں کوئی بھی فضیلت کا خطاب لگایا جائے۔ یعنی مولانا عبدالمصطفیٰ شیخ احمد رضا خاں صاحب حنفی قادری جن کے علم ظاہر و باطن کا اعلان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو چکا۔ اللہ ان کو ہمیشہ قائم و دوائم رکھے اور ان کے وجود باجود سے تمام استفادہ کرنے والے اور فیض اٹھانے والے قیامت تک فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یسین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اجمعین۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (لاہور)

مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے' فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء لکھنو)

وہ حرمت سجدہ تعظیمی کے قائل تھے۔ اس موضوع پر انہوں نے ایک کتاب بنام "الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ" تصنیف کی۔ یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ ان کے وفور علم اور قوت استدلال پر دال ہے۔

وہ نہایت کثیر المطالعہ' وسیع المعلومات اور متجر عالم تھے' رواں رواں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل تھے...... فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانے میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے فتاویٰ اور "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم"۔ اس پر شاہد عادل ہیں...... علوم ریاضی' ہیئت' نجوم' توقیت' رمل' جفر میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ وہ اکثر علوم کے حامل تھے۔

حافظ بشیر احمد غازی آبادی مرحوم (معروف دانشور)

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شریعت کی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا۔ یہ سراسر غلط فہمی ہے جس کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں' ہم اس غلط فہمی کی صحت کے لیے آپ کی ایک نعت نقل کرتے ہیں' فرماتے ہیں۔

چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ گئی سب کچھ ان کے ثناء خواں کی خامشی

خالق کا بندہ' خلق کا آقا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کی کیسی فصیح و بلیغ تائید ہے۔ جتنی بار پڑھیے کہ خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے۔ دل ایمانی کیفیت سے سرشار ہوتا چلا جائے گا۔ بے شک جس کے لیے یہ زمین و آسمان پیدا کیے گئے وہ خدا کا محبوب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معراج کی عظمت سے

نوازا' جو شافع محشر ہے وہ یتیم عبداللہ' آمنہ کا لال' وہ ساقی کوثر' وہ خاتم الانبیاء اور خیر البشر' وہ شہنشاہِ کونین' وہ سرورِ کون و مکان' وہ تاجدارِ دو عالم' جس کا سایہ نہ تھا اس کا ثانی ہو ہی نہیں سکتا۔ بے شک وہ خالق کا بندہ اور خلق کا آقا تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر کرار حسین (بلوچستان یونیورسٹی)

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اربعہ عناصر سے مرکب ہے مگر اعلیٰ حضرت کا خمیر تین عناصر سے اٹھا' علم' عمل اور محبت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ (عالمی جامعات ص 63)

بہزاد لکھنوی

حضرت عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہونے کے ساتھ ہی صوفی کامل بھی تھے۔ عاشق رسول ایسے کہ ان کی زندگی کی کوئی سانس ذکر رسول سے کبھی خالی نہ گزری۔

پروفیسر محمد طاہر فاروقی' صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی

اعلیٰ حضرت عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے اور وہی جذبہ ان کی نعت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے اس لیے ان کے اشعار میں از دل خیز بر دل ریزد کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر شمیم اشرف (انڈیا)

وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لیے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف کم توجہ دی گئی حالانکہ ان کا کلام اس پائے کا ہے کہ انہیں طبقہ اولی کے نعت گو شعراء میں جگہ دینی چاہیے۔

مولانا نے چھوٹی بحروں میں لکھ کر جو بڑی بڑی باتیں کہی ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔ مولانا نے نعت گوئی میں ایک نئے مکتب فکر کی بنیاد ڈالی جس کی چھاپ آج بیش تر مشاہیر کے کلام میں نظر آتی ہے۔ دیوان رضا عرفان و وجدان کا قاموس ہے۔

جلیل قدوائی (ممتاز دانشور۔ نقاد)

انہوں نے کبھی اپنی استادی کا دعوی نہیں کیا بلکہ جو قدر و قبولیت ان کے کلام کو حاصل رہی اسے وہ ہاتف غیبی کا فیض بتاتے ہیں جو ان کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے۔

حضرت ابوالحسن زید فاروقی مجددی (فاضل جامعہ ازہر۔ مشہور محقق دہلی)

مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب پیش امام جامع مسجد فتح پوری' دہلی نے عاجز سے بیان کیا۔ ''میں نے اضحیہ کے متعلق مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے مفصل جواب تحریر فرمایا۔ آپ نے بھیڑ کی اتنی قسموں کا بیان کیا کہ میں متعجب رہ گیا...... میں نے اس تحریر کو حفاظت سے رکھا تھا۔ ایک دن میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ مولانا کفایت اللہ صاحب تشریف لے آئے اور اس تحریر کا مطالعہ کیا اور مجھ سے کہا: اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا علم بہت وسیع تھا۔

جسٹس قدیر الدین احمد (سابق چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ)

جس قسم کی ذہانت' طباعی' حافظہ' علم اور تبحر اعلیٰ حضرت کو حاصل تھا وہ کوئی معمولی بات نہیں' بلکہ ایک نایاب چیز تھی۔

جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری (جج شریعت کورٹ پاکستان)

''اس میں احمد بن حنبل اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا سا زہد و تقویٰ تھا...... ابوحنیفہ اور ابویوسف کی سی ژرف نگاہی تھی...... رازی وغزالی کا سا طرز استدلال تھا...... وہ مجدد الف ثانی اور منصور الحلاج کا اعلائے کلمۃ الحق کا یارا رکھتا تھا...... دشمنان اسلام کے لیے اشداء علی الکفار کی تفسیر اور عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحماء بینہم کی تصویر تھا......''

پروفیسر کرم حسین قادری (ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد)

جب تک میں نے جناب موصوف (امام احمد رضا) کی زندگی اور کارناموں کا گہرا مطالعہ نہ کیا تھا میں ان کی عظمت سے آگاہ نہ تھا لیکن جب میں نے ان کی زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو مجھے قائل ہونا پڑا کہ وہ اس دور کے بہت بلند مرتبہ امام تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر نسیم قریشی (اُستاذ شعبہ اُردو۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی اور نظر کردگان رسالت پناہی کے اس محبوب زمرے میں ایک مقام خاص رکھتے تھے۔ ایسا بلند مقام کہ انہیں ''حسان الھند'' کے مبارک لقب سے یاد کیے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشق رسول اور ان کی وجد

آفرین نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔"

پروفیسر سید عبدالقادر (حیدر آباد دکن)

علوم حدیث میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ احادیثِ کریمہ کا ایک بحرِ ذخار آپ کے سینہ مبارک میں موجزن تھا۔ جس موضوع پر بھی آپ کا قلم اٹھتا تھا' اسلامی مزاج' افکار و نظریات کی حمایت اور کفر و بطالت کی تردید میں احادیث کریمہ کا انبار لگا دیتے تھے کہ پڑھنے والے کا کلیجہ ٹھنڈا اور آنکھیں روشن ہوں۔

مقبول جہانگیر (مدیر۔ مصنف' نقاد)

یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں جو اچھے اچھے نعت گو شعراء گزرے ہیں ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے مگر اعلیٰ حضرت کی بہترین شعری تخلیقات کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ شاید اس لیے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم وفنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے سے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ہاں جذبہ دل کی بے ساختگی' خیال کی رعنائی' الفاظ کی شان و شوکت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ ان کی نعتوں میں کیف و اثر کی ایک دنیا آباد ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری (سابق صدر شعبہ اُردو۔ اُردو کالج کراچی)

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی اپنے عہد کے نامور عالم' فقیہہ' ریاضی داں' مصنف اور عبقری تھے۔ علوم ریاضی میں وہ مجتہدانہ دسترس رکھتے تھے۔ اسی طرح علم فقہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

شاہ معین الدین احمد ندوی (سابق ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ)

مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً حدیث و فقہ پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی۔ مولانا نے جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات فرمائے ہیں اس سے ذہن رسا کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو علم و فضل کی بلند ترین مسند پر بٹھایا جائے۔ وہ جودت طبع اور وسعت علم کے مالک تھے'

ان کینگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہن کی خاص علامت ہے۔ (ترجمہ انگریزی)

جسٹس شمیم حسن قادری (سابق چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ)

وہ عاشق رسول تھے اور یہی عشق رسول کا مسلک عام کرنے کی ضرورت ہے...... سرور کائنات کی محبت نہ صرف اس دنیا میں ہماری مشکلات کا حل ہے بلکہ اگلی دنیا میں بھی نجات کا باعث ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید (گوجرانوالہ)

حضرت رضا نے پچاس سے زیادہ مختلف موضوعات پر عربی فارسی اور اُردو میں کم وبیش ایک ہزار تصانیف چھوڑی ہیں۔ حق یہ ہے کہ ایسی معتبر اور ہمہ جہت شخصیت پر لکھنے والا قلم خود بے بضاعتی کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنی جملہ صلاحیتوں کے باوجود اس گلستاں بکنار شخصیت کی رعنائیوں کو سمیٹنے سے قاصر رہتا ہے اور دامانِ نگاہ کی تنگیاں گلہائے حسیں کی ان فراوانیوں سے معذرت طلب نظر آتی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں ہرفن کے الگ الگ عالم بلکہ امام تو بہت مل جائیں گے مگر ایسی کثیر الجہات شخصیت چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے سے بھی شاید نہ مل سکے۔ جس نے معقولات ومنقولات کے اکثر اصناف میں اپنی فکری عظمتوں کے چراغ روشن کیے ہوں۔

سید صبیح الدین صبیح رحمانی...... مدیر نعت رنگ کراچی

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہماری نعت گوئی کی ایک منفرد اور توانا آواز ہیں۔ ایک ایسی آواز جس نے نعت گوئی میں ایک نئے اور مستقل دبستان کی بنیاد رکھی۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے قرآن، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آثار صحابہ و اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تاریخ وسیر کے موجودہ مواد سے اپنے شعری حسن کو ایک ایسا علمی نکھار عطا کیا ہے جس سے نہ صرف اُردو زبان و ادب کا نعتیہ سرمایہ باثروت ہوگیا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی اس موضوع اور اس کے علمی وفکری پہلوؤں کی تفہیم آسان ہوگئی ہے۔

---☆---

امام احمد رضا محدث بریلوی کے حوالے سے

حضرت پیر سید اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پیر سید جماعت علی شاہ ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ پور سیداں سے انتہائی یادگار، دل نشیں اور فکر انگیز انٹرویو

(ایک نامور شاگرد، تاریخ ساز استادِ محترم کے حضور میں)

انٹرویو نگار: پروفیسر محمد اکرم رضا

علی پور سیداں وہ خطہ خوش بخت ہے جو پسرور اور نارووال کے درمیان واقع ہے۔ یہ گاؤں اتنا خوش بخت ہے کہ اس نے بیک وقت کئی اولیائے کرام کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ہے۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ سید پیر جماعت علی شاہ ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی گلشن کے پھول تھے جو چند واسطوں سے آگے جا کر مل جاتے ہیں۔ حضرت امیر ملت علی پوری جس طرح بریلی شریف، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، صدر الافاضل، حجۃ الاسلام اور محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات سے آگاہ تھے۔ اس کا اندازہ آپ کے نظریاتی کارناموں اور خاص طور پر آل انڈیا بنارس سنی کانفرنس میں آپ کے صدارتی خطبوں سے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت سرکار لاثانی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ علم لدنی کے حجرہ خاص کے درویش کامل تھے مگر تحریکات آزادی اور بریلی شریف میں حضور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات عالیہ سے غیر آگاہ نہیں تھے۔ آپ نہ صرف خود بریلی شریف کی مساعی سے باخبر تھے بلکہ اپنی اولاد کو بھی بریلی شریف کی مساعی کا حصہ بننے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

1540ء میں جب سلطان ہند نصیر الدین ہمایوں، شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر جان بچانے کے لیے ایران پہنچا تو وہاں کے تاجدار طہماسپ شاہ نے برسوں اسے پناہ بھی دی اور اس کے

احترام میں کمی بھی نہ آنے دی۔ اسی دور میں ہمایوں نے دیکھا کہ طہماسپشاہ ایک درویش باخدافخر سادات سید نظام الدین شاہ کا بہت ادب کرتا ہے تو اس نے ان کی وساطت سے طہماسپ شاہ سے کہا کہ افواج کے ساتھ مجھے ہندوستان بھیج دیں تاکہ میں پھر سے ہندوستان کی حکومت حاصل کرسکوں لیکن میرے ساتھ سید نظام الدین شاہ کو بھی بغرض تبلیغ ضرور بھیجیں۔ شاہ ایران نے بات مان لی۔ بڑا لشکر بھی ہمراہ کیا اور سید صاحب بھی ہندوستان آ گئے۔ ہمایوں نے تخت و تاج کے حصول کے بعد سید صاحب کی بے پناہ قدر و منزلت کی مگر آپ نے درباری آؤ بھگت کے بجائے کسی دور دراز کے گاؤں کو ترجیح دی جہاں آپ سکون قلب سے خدا کی عبادت کرسکیں۔ ہمایوں کے بیٹے اکبر اعظم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور پسرور اور نارووال کے درمیان کئی دیہات آپ کی ملکیت میں دے دیئے۔ ان میں سے فقط ''علی پور سیداں'' کو ان اقطاب والا قدر کی بدولت صرف اس علاقے میں ہی نہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند میں غیر معمولی قدر و منزلت اور شہرت اور ملک گیر پذیرائی عطا ہوئی۔

زمانہ سفر کرتا رہا حتیٰ کہ سرکار ثانی لاثانی سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور آ گیا۔ سرکار لاثانی کے تین صاحبزادے تھے جو آپ کی زندگی ہی میں انتقال فرما گئے۔ بڑے صاحبزادے سیدنا فدا حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں میں سیدنا علی اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ' سیدنا علی اصغر شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا رضی قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت نام پیدا کیا۔ سیدنا علی اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو سرکار لاثانی کی جانشینی کا شرف بھی حاصل ہے۔ سیدنا علی اکبر کے صاحبزادوں میں سید محمد افضل حسین رحمۃ اللہ علیہ' سید محمد فیاض حسین شاہ اور سید محمد اسلم شاہ خاص طور سے اہمیت رکھتے ہیں۔

ان تعارفی سطور کے بعد اب بات چلی ہے سرکار ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سیدنا فدا حسین شاہ کے صاحبزادے اور سیدنا علی اکبر شاہ کے برادر خورد حضرت قبلہ سید علی اصغر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کہ جنہیں اپنے والد محترم کے حکم کی تعمیل میں بریلی شریف میں تعلیم حاصل کرنے کی سعادت عطا ہوئی۔

راقم (پروفیسر اکرم رضا) عرصہ بیس سال سے آستانہ عالیہلا ثانیہ اکبریہ علی پور سیداں میں بغرض زیارت اور بسلسلہ تقریر و خطابت ایک ایک سال میں کئی کئی مرتبہ حاضری دیتا رہا ہے۔ ہر مرتبہ دو دو راتیں گزر جاتیں۔ اب وہ لمحات قدسیہ یاد آتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے۔ حضرت سید محمد افضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ جماعتی اکبری' حضرت سید فیاض حسین شاہ جماعتی اکبری۔ حضرت قبلہ سید علی اصغر شاہ جماعتی اکبری کی رحمتیں' عنایات' مدارات اور کرم فرمائیاں میری یادوں کا حصہ ہیں۔ نامور شاعر اور تاریخ گو حضرت سید قطب رضی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتیں الگ سے میرے دبستان فکر کو مہکا رہی ہیں۔ جو پیری مریدی کی طرف تو نہ آئے مگر تعلیم و تدریس کو جزو زندگی بنا کر تدریس' شاعری اور تصوف سے بیک وقت انصاف جاری رکھا۔ اور میں وہ لمحے بھول نہیں سکتا کہ ایک شب جب کہ عرس کی تقریبات زوروں پر تھیں تو آپ تشریف لائے۔ تمام اکابر احتراماً کھڑے ہو گئے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ فقط آپ سے ملنے آیا ہوں۔ صبح کا ناشتا میرے ہاں کیجئے گا۔ پھر صبح کا ناشتا تو ملنا ہی تھا۔ اس کے ساتھ علی پور سیداں کے اکابر ان کے کارناموں اور شعر و ادب کے حوالے سے جو کچھ عطا ہوا وہ اپنی جگہ سے الگ سیر حاصل داستان ہے۔

1984ء میں حسب سابق علی پور سیداں کی نور آفریں فضاؤں میں حاضر ہوا تو ارادہ کیا کہ حضرت قبلہ پیر سید علی اصغر علی شاہ سے بریلی شریف کے حوالے سے انٹرویو کیا جائے کیونکہ ہم نے مدت سے سن رکھا تھا کہ آپ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے فارغ التحصیل ہیں۔ ایک داستان شوق سننے کا تصور دل میں مچل رہا تھا۔ میرے ہمراہ مولانا غلام نبی جماعتی مہتمم مدرسہ عطاء العلوم گکھڑ تھے۔ فوراً چلے تو آپ کی خدمت میں ہدیہ نیاز بجالائے۔

عشق و عقیدت کے آداب سے گزرنے کے بعد عرض کیا حضور میرا نام پروفیسر محمد اکرم رضا ہے۔ نام سن کر فرمایا یہ نام میں نے بہت سن رکھا ہے اور آپ کی تحریریں بھی پڑھتا ہوں۔ آپ کے داماد اور جانشین پیر سید محمد اسلم جماعتی مسلسل ہم خاک نشینوں کی تواضع میں مصروف رہے۔ انٹرویو کا آغاز ہوتا ہے۔

محمد اکرم رضا: شاہ صاحب! عمر عزیز کا بھی حساب رکھا ہے کہ اندازہ ہو سکے آپ کب بریلی تشریف لے گئے تھے۔

سید علی اصغر شاہ: تاریخ پیدائش کی بات چھوڑیں۔ میں نے تیسری جماعت تک اپنے علاقہ میں ہی تعلیم حاصل کی۔ مگر میں روحانی خانوادے کا رکن تھا مجھے احساس ہونے لگا کہ یہ تعلیم فقط وقت گزارنے والی بات ہے اور سعی لاحاصل ہے۔ میری عمر کے بارے میں اندازہ لگا لیجیے کہ جب میں نے تیسری جماعت میں تعلیم چھوڑی تو چھ سال کا تھا۔ جارج پنجم اس وقت تخت نشین ہوا تھا۔ اس کے بہی خواہوں نے سارے ملک میں لڈو تقسیم کیے تھے اور شہر اور قصبے میں روشنی کا بھرپور اہتمام کیا گیا تھا۔ میرے والد گرامی حضرت پیر سید فدا حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ میرے سکول میں تشریف لائے۔ جو کچھ میں نے پڑھا تھا' سنا اور پھر فوراً ہی بستہ اٹھا کر اِس سکول سے رخصت ہونے کا حکم دیا۔ اگلے دن سکول چلنے لگا تو کہا چھوڑ دو کوئی فائدہ نہیں۔ امیر ملت کے مدرسہ نقشبندیہ میں نئے مولوی صاحب محمد یوسف آئے تھے۔ انہوں نے پڑھانا شروع کیا اور صرف و نحو تک ان سے پڑھا۔ والد صاحب نے سنا تو پھر بھی مطمئن نہ ہوئے اور گھر لے آئے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ آگے کیا کروں گا کہ والد گرامی نے اچانک فرمایا:

''اگر باہر بھیجوں تو چلے جاؤ گے؟''

''بصد احترام والد گرامی سے عرض کیا' بسر و چشم۔''

والد محترم نے معاً فرمایا کہ فوراً تیاری کرو اور بریلی شریف پہنچ کر تعلیم مکمل کرو۔

یہ کہہ کر بریلی شریف کا پورا راستہ اور مدرسہ عالیہ کا نقشہ سمجھا دیا۔ ساتھ ہی فرمایا۔ بچ کر رہنا راستہ میں تمہیں گمراہ کرنے والے اور لوٹنے والے بہت مل جائیں گے مگر کسی کی پروا نہ کرنا اور جامعہ منظر اسلام پہنچ کر ہی دم لینا۔ والد گرامی نے خوب زادِ راہ دیا۔ ''حضور اعلیٰ حضرت'' کو سلام کہلوایا اور بریلی شریف کی جانب روانہ کر دیا۔

محمد اکرم رضا: پھر کیا آپ آسانی سے منزل مقصود تک پہنچ گئے؟

سید علی اصغر شاہ: ارے کہاں بھئی۔ اعلیٰ حضرت نے شاید اسی لیے فرمایا ہے۔

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

میں جب بریلی شریف پہنچا تو رات ہو چکی تھی۔ ایک سرائے میں قیام کیا۔ وہاں سے قریب ہی دیوبندیوں کا ایک مدرسہ تھا۔ انہوں نے بھانپ لیا کہ ایک لڑکا ہے جو بہت دور سے آیا ہے۔ یقیناً طالب علم ہے اسے اپنا بنا لو۔ چنانچہ وہ رات کو ہی مجھے علمی بلندیوں اور تعلیم و تدریس کے سہانے خواب سنا کر اپنے پاس لے گئے۔ جب میں نے پوچھا کہ امام احمد رضا خاں کا مدرسہ یہی ہے تو کہا بالکل یہی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ باتیں تو دلکش کرتے ہیں مگر علمی روحانیت کی خوشبو محسوس نہیں ہوتی۔ میں نے پھر حضور اعلیٰ حضرت کا نام لیا تو ٹالنے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ غلط ہاتھوں میں آ پھنسا ہوں۔ صبح کو ادھر ادھر دیکھا تو ایک کپڑا فروش کی دکان نظر آئی جس کا نام ذکاء اللہ تھا۔ وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی نیاز مند تھا۔ اس نے کہا کہ شاہ صاحب سامان رہنے دو اور خاموشی سے نکل چلو ورنہ یہ سامان کے نام پر تمہیں پردیسی جان کر جھگڑا کریں گے۔ چنانچہ میں نے سامان وہیں رکھا۔ نکلنے لگا تو انہوں نے دیکھ لیا۔ پوچھا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے مدرسے میں پڑھنے کے لیے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا صاحبزادے وہ تو دیوبندی ہیں اُن کے پاس کیوں جاتے ہو۔ میں بھی سید زادہ تھا۔ ذکاء اللہ کپڑا فروش بھی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اور میرے دوست نے خدا کا نام لے کر تمام سامان اور ڈبے وغیرہ اٹھائے اور للکار کر کہا روک سکتے ہو تو روک لو۔ وہ میرے تعاقب میں نکلے۔ سامنے سے ایک تانگا آ رہا تھا۔ ہم نے اسے آواز دے کر کہا کہ ہماری مدد کرو اور مولانا احمد رضا خاں کے مدرسے میں پہنچا دو۔ وہ بھی اعلیٰ حضرت کا نیاز مند تھا۔ اس نے کہا کہ میں بھی ادھر کو جا رہا ہوں۔ ادھر ہم تانگے پر بیٹھے' ادھر اس نے گھوڑا دوڑایا اور تھوڑی ہی دیر میں ہم محلہ سوداگراں میں واقع جامعہ منظر اسلام بریلی کی ایمان افروز فضاؤں میں پہنچ گئے۔

محمد اکرم رضا: شاہ جی! یہ تو کمال کی دلیری و استقامت کی داستان سنائی آپ نے۔ کہاں علی پور سیداں اور کہاں بریلی شریف جب کہ آپ اکیلے تھے لیکن آپ کی قوت ایمانی آپ کو منزل

مقصود تک لے آئی۔ جب آپ منظرِ اسلام پہنچے تو حضور فاضل بریلوی سے ملاقات ہوئی؟

سید علی اصغر شاہ: ارے بھئی کہاں؟ ان دنوں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علاج اور تبدیلی آب و ہوا کے لیے نینی تال گئے ہوئے تھے۔ مدرسہ والوں نے میرا بڑا احترام کیا۔ مجھ سے کسی قسم کی غیریت اور اجنبیت کا برتاؤ نہ کیا گیا بلکہ مدرسہ کے مدرس نے کہا کہ اب آ گئے ہو تو داخلہ لے لو تاکہ جلد از جلد تمہاری تدریس کا اہتمام ہو سکے۔ میں نے مسکرا کر کہا: حضرات اب ایسی بھی کیا جلدی۔ اپنوں کے درمیان آ گیا ہوں۔ جب اعلیٰ حضرت آئیں گے تو ان کی زیارت کروں گا۔ دل کو شاد کروں گا اور پھر داخلہ بھی لے لوں گا۔ پہلے زیارت تو ہو لینے دو۔ جملہ مدرسین میرا اصرار اور شوق دیکھ کر چپ ہو رہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ زیارت میں دیر ہو رہی ہے۔ یہ سوچ کر میں نے منتظمین سے کہا میں زیارت میں تاخیر برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تو نینی تال جا رہا ہوں۔ آپ نے کچھ بھیجنا ہے تو بھیج دیں۔ انہوں نے آپ کے لیے کچھ دوائیاں میرے ہمراہ کر دیں اور مجھے نینی تال کے لیے روانہ کر دیا۔

محمد اکرم رضا: سبحان اللہ شاہ صاحب! شوقِ زیارت ہو تو ایسا ہو کہ پل بھر چین ہی نہیں لینے دیتا۔ پھر آپ نینی تال پہنچ گئے اور جب پہنچے تو اپنے ممدوح فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کیسا اور کس حال میں پایا؟

پیر سید علی اصغر شاہ! میں وہاں پہنچا تو ایسا لگا جیسے دل کی بے قراری کو قرار آ گیا ہو۔ اعلیٰ حضرت اس وقت کافی حد تک روبصحت تھے۔ آپ کا وجود دبلا پتلا تھا۔ میں نے آپ کا حال احوال بڑے ادب سے پوچھا تو آپ نے میرا نام دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا علی اصغر۔ آپ اچانک چونک اٹھے اور فرمایا سید معلوم ہوتے ہو۔ ماشاء اللہ! میں فوراً سمجھ گیا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ سید ہونے کا اقرار کر لیا۔ آپ نے فوراً دو آدمیوں کو اشارہ کیا کہ مجھے کھڑا کرو۔ انہوں نے کھڑا کیا۔ آپ نے فوراً میری پیشانی چوم لی۔ خدا کی قسم آج بھی جبکہ میں بڑھاپے کی منزل کے بہت سے مرحلے طے کر چکا

ہوں تو اب بھی مجھے پیشانی پر اس مقام پر خنکی کا احساس ہوتا ہے جہاں آپ نے بوسہ لیا تھا۔

محمد اکرم رضا: حضور اعلیٰ حضرت سادات سے غیر معمولی محبت کا رشتہ رکھتے تھے۔ ایک مثال تو آپ دے چکے' مزید ارشاد فرمائیے۔

سید علی اصغر شاہ: آپ کی سادات سے محبت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ تو آپ' آپ کے صاحبزادگان والا تبار بھی اس معاملہ میں آپ کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ ایک بار ایک سید آ گئے۔ تھری پیس سوٹ میں ملبوس۔ آپ نے اسے غیر معمولی عزت اور تکریم بخشی تا کہ شرم کھا کر شریعت رسول کا احترام کرے مگر اس کندہ ناتراش کو بالکل شرم نہ آئی۔ مجھے ناراضگی محسوس ہوئی۔ میں نے ادب سے سر جھکا کر کہا آپ نے اچھا نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے کیا میں نے تو آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ اور تعلق دیکھا ہے۔ آپ کا سارا خاندان ہی سادات کی عزت کرتا تھا۔ حتیٰ کہ خاندان رضویہ کی مستورات عالیہ سادات عورتوں کے احترام میں کسی سے کم نہ تھیں۔ یہی جی چاہتا تھا کہ ساری کائنات ہی سادات کے قدموں میں نچھاور کر دی جائے۔

محمد اکرم رضا: اپنے زمانہ طالب علمی کی طرف لوٹیے۔

سید علی اصغر شاہ: جب میں گھر سے چلا تو ابا جان سے عرض کیا کہ تعارفی رقعہ ہی دے دیجیے گا۔ فرمایا وہاں تعارفی رقعہ کی کیا ضرورت ہے۔ ارے بھائی! خوشبو تو اپنا تعارف آپ ہوتی ہے۔ تم میں کمال ہوگا تو خود بخود پہچانے جاؤ گے۔ اور پھر تم مخدوم بن کر نہیں جا رہے' طالب علم بن کر جا رہے ہو۔ مگر حیرت ہے کہ کسی رقعہ اور تعارف کے بغیر حضور اعلیٰ حضرت نے یوں پہچانا جیسے خفیہ وائرلیس اپنا کام کر رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نینی تال سے ساتھ لائے اور فرمایا اب جا کر داخل ہو جاؤ۔ داخل ہو گیا۔ وہاں اتنی محبت ملی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں اپنا گھر بار وطن اور پنجاب بھول گیا۔ چھٹیاں ہوئیں تو 10 دن وہیں گزارے اور پھر حضور کے اصرار پر چند یوم کے لیے گھر آیا۔ ان دنوں حضرت حبیب الرحمٰن' حضرت سید اشرف اور شرف کچھوچھوی اہل سادات سے موجود تھے۔ مجھے چوبارہ

میں جگہ ملی۔ میں نے اوپر رہنا مناسب نہیں سمجھا تو حضرت اعلیٰ حضرت نے پہلے مجھے اپنی رہائش گاہ میں رکھا۔ نئی چارپائی بالکل ان چھوا بستر عطا کیا۔ پھر میں دارالاقامہ میں آ گیا۔ حضور اعلیٰ حضرت جب بھی دارالاقامہ میں جاتے تو پہلے میرے کمرے میں آتے۔ اس اصول کو کبھی ترک نہیں فرمایا۔ میرے کمرے کو دیکھ کر فرماتے تمہارا کمرا بہت مصفّٰی اور صاف ستھرا ہے۔ آپ جب کثرت سے کام کرتے دیکھتے تو فرماتے شام جلدی سو جایا کرو تا کہ صبح جلدی اٹھا کرو۔ اس کو معمول بنا لو۔ کبھی کبھی خفیہ طور پر بھی آ جاتے کہ میں سو رہا ہوں کہ کام کر رہا ہوں۔ میں منظر اسلام بریلی میں داخل ہوا۔ پہلے حجۃ الاسلام حضرت محمد حامد رضا خاں اور مفتی اعظم حضرت مصطفیٰ رضا خاں اکٹھے رہتے تھے۔ پھر جب حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو دونوں بھائی نہایت خوش دلی کے ساتھ الگ الگ گھروں میں آ گئے۔

محمد اکرم رضا: شاہ صاحب! اعلیٰ حضرت کے وصال کی بات چلی ہے تو اس حوالے سے ارشاد فرمائیے۔

سید علی اصغر شاہ: بیٹے کیا بتاؤں۔ ایک قیامت تھی جو گزر گئی۔ تم نے کتابوں میں بہت کچھ پڑھ رکھا ہوگا۔ اب بھی بیان کرتا ہوں تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں۔ آپ بوقت وصال اتنے اطمینان وسکون سے مخلوق خدا اور رشتہ داروں کے ساتھ باتیں کرتے گئے جیسے کوئی کہیں مہمان جا رہا ہے۔ نہ موت کا غم' نہ قبر وحشر کا فکر' فقط دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب اور شوق ملاقات۔ کمرے سے تمام تصاویر حتی کہ ٹکٹ اور سکے تک نکال دیئے کہ ان پر شاہان انگلشیہ کی تصویر ہے۔ جب ہم پر قیامت ٹوٹی تو جمعہ کا دن تھا۔ مؤذن سے اذان کے لیے کہا۔ اس نے ''حی علی الصلاح'' کہا اور آپ کی روح اپنے محبوب حقیقی سے ملاقات کے شوق میں قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ جلسہ گاہ میں لے جا کر جنازہ پڑھایا گیا۔ حد نظر تک ہجوم ہی ہجوم۔ مخلوق ہی مخلوق۔ چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے۔ بعض نے تبرک کے طور پر چارپائی کے بانسوں سے چادریں باندھ

دیں۔ مگر حد نظر تک پھیلا ہوا ہجوم شمار ہی میں نہیں آتا تھا۔ حجۃ الاسلام' مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مولانا حامد رضا خاں کے مکان' محلہ سوداگراں کے قریب ہی آپ کے وجود کو آنسوؤں کی برسات میں قبر انور میں اتارا گیا۔ بس پھر کیا تھا ایک سیل اشک تھا جو دنیائے اسلام کے کونے کونے سے جاری ہو گیا اور اب بھی جب آپ کی یاد آتی ہے تو فرط عقیدت سے آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

محمد اکرم رضا: آپ کے اساتذہ جن کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

سید اصغر علی شاہ: سید حسنین رضا۔ مولانا امجد علی (صدر الشریعت صاحب بہار شریعت) مولانا رحم علی اس معاملہ میں مَیں خوش قسمت ہوں کہ میرے اور زمانے بھر کے اُستاذی المعظم حضرت شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح وقایہ کا ایک سبق بطور خاص پڑھایا اور بعد میں کبھی کبھی تشریف لے آتے یا بلا لیتے اور قیمتی نصائح اور علوم دینی کے حوالے سے خصوصی طور پر نوازتے۔

محمد اکرم رضا: اعلیٰ حضرت کا رہن سہن کیسا تھا؟

سید علی اصغر شاہ: ارے میاں کیا بتاؤں۔ جب بھی ان کے کمرے میں گئے' بہاروں اور خوشبوؤں نے استقبال کیا۔ آپ کوئی غریب تھوڑے تھے۔ اللہ نے مال اور دل سے نواز رکھا تھا۔ کبھی کسی تقریر' تحریر' تعویذ یا فتویٰ کا ہدیہ قبول نہ کیا بلکہ ہمیشہ کسی کو حاجت مند جان کر خود خدمت کی۔ پیسہ لینے کی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ صاحب جائیداد تھے۔ جسے مقرر کر رکھے تھے۔ آپ پان کھاتے قوام خوشبو دار سے کمرہ مہک اٹھتا۔ کھلی' مشکی اور ڈھکیا آپ کے تین گاؤں میں مکانات تھے۔ ایک دن میں نے اس وقت جبکہ حجۃ الاسلام حامد رضا خاں بھی موجود تھے' ازراہ تفنن طبع کہا (پنجابی میں) ''حامد میاں سے مشکی کھلی رہ گئی اور کوئی اوپر سے ڈھک گیا۔''

حضور اعلیٰ حضرت نے اس جملہ کا لطف لیا۔ آپ رسال (رَس کی کھیر) شوق سے کھاتے تھے۔ دیہات میں جاتے تو آپ کے لیے گنے کی (روکی) کھیر پکوائی جاتی۔ کوری ہنڈیا میں

پکتی اور کورے پیالوں میں تقسیم ہوتی۔ آپ کا لباس ہمیشہ خوبصورت اور صاف ستھرا ہوتا۔ اگر کوئی زیادہ تعریف کرتا تو فوراً وہ لباس اسی کی نذر کر دیتے۔ ویسے بھی کسی نے کسی بہانے حق دار میں کپڑے اور اجناس تقسیم کرتے۔

محمد اکرم رضا: شاہ صاحب! اہم ترین سوال۔ رسوائے زمانہ کتاب البریلویہ کے مصنف احسان الٰہی ظہیر نے اعلیٰ حضرت کی شخصیت' آپ کے خاندان' علمی حیثیت اور شکل وصورت پر بہت بہتان باندھے ہیں۔ آپ سید زادے ہو' زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھ چکے ہو۔ آپ نے تو فاضل بریلوی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان سے اور ان کے مدرسہ میں پڑھا ہے۔ شب و روز ان کی زیارت کی ہے۔ آپ کے سر پر صدیوں سے سادات کا ظل نور سایہ فگن رہا ہے۔ ذرا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شکل وسراپا کے بارے میں وضاحت تو کر دیجیے۔ احسان الٰہی ظہیر تو آپ کو چیچک رو' چھوٹے قد کا اور بدوضع بتاتا ہے۔

سید علی اصغر شاہ: ارے میاں جھوٹے پر لاکھ بار لعنت۔ الحمدللہ میں سید زادہ ہوں۔ سچ کہوں گا۔ جس نے دیکھا نہیں ہفوات بک رہا ہے اور جو سالوں سے ان کی مجلس میں بیٹھا ہے وہ جو کہے گا وہی سچ ہوگا۔ خدا کی قسم حضرت فاضل بریلوی تو حسن و جمال کا پیکر تھے۔ شکل و صورت میں کمال کی دلکشی اور جاذبیت پائی جاتی تھی کہ دیکھیں تو دیکھتے ہی جائیں۔ بولتے تو منہ سے پھول جھڑتے۔ یہ میں شاگرد ہونے کی بنا پر ایسا نہیں کہہ رہا۔ ہم سید زادے ہیں۔ ہمیں اپنے حسن پر ناز ہوتا ہے لیکن وہاں تو منظر ہی اور تھا ۔

عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں!

گول چہرہ' سرخ اور سفید رنگت۔ ارے تم نے کوئی پٹھان بھی سانولے یا سیہ رنگ کا دیکھا ہے۔ وہاں تو چہرہ نور کا پیکر نظر آتا تھا۔ اگرچہ بڑھاپا آ گیا تھا مگر چہرے پر بدستور سرخی اور سفیدی کی آمیزش تھی۔ قد مبارک میانہ سے قدرے بلند تھا۔ درمیانہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس سے اونچا تھا۔ لباس مبارک سفید پاجامہ' سفید کرتا اور سفید شیروانی۔ دستار مبارک کتھی رنگت کی۔ چہرہ کیا تھا؟ بہاروں کا مخزن نظر آتا تھا۔ تیار ہو کر گھر سے نکلتے تھے تو دیکھنے والوں کے ٹھٹھ لگ جاتے

تھے۔ ایک اور بات کہوں آپ اور مولانا حامد رضا خاں کا چہرہ ایک جیسا تھا۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں اگرچہ شکل میں آپ جیسے نہ تھے مگر رنگ ان کا بھی صاف تھا۔ اور اسی زمانہ میں احساس ہو رہا تھا کہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں ایک روز حضور اعلیٰ حضرت کی فتویٰ نویسی کی مسند سنبھال لیں گے اور آنے والے دور میں ایسا ہی ہوا اور آپ مسلمہ طور پر مفتی اعظم ہند تسلیم کیے گئے۔

سید شمس الضحیٰ اور مولانا حبیب الرحمٰن میرے ہم سبق تھے۔ حبیب الرحمٰن شاعر بھی تھے۔ انہوں نے مجھے شاعری کی طرف متوجہ کیا اور میں بھی ان کی باتوں پر دھیان دینے لگا۔ ابتدائی دن تھے۔ کالی خانہ گلی لمبی اور تنگ تھی۔ میں وہاں چارپائی بچھا لیتا۔ یہ جگہ دارالاقامہ کے ساتھ تھی۔ بازار کو رستہ بھی ادھر سے جاتا تھا۔ ایک ریڑھا ادھر سے کھٹ کھٹ کر کے گزرتا تو میں فوراً جاگ پڑتا اور پھر نیند ہی نہ آتی۔ ایک روز میں فکر سخن میں تھا تو ریڑھے والا گزرا۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے ایک چپت رسید کر دی۔ اس نے صبح سویرے والا درجات اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں شکایت کر دی تو میں نے فوراً تک بندی سے کہہ دیا۔

منہ اٹھائے ہوئے سب لوگ چلے آتے ہیں   کالی خانے کو سمجھتے ہیں سڑک ہے چنگی

اس پر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ نے ڈانٹنے کے بجائے ماشاء اللہ کہا اور یہ کہہ کر دعاؤں سے نوازا کہ سید زادے اگر کبھی طبیعت میں شاعری کی روانی آ گئی تو نعت کہنا۔ چنانچہ بعد میں اگر موقع میسر آیا تو میں نے نعت ضرور کہی مگر یہ شغل آگے نہ بڑھا سکا۔

ارے میاں بات ہو رہی تھی محترم مکرم اعلیٰ حضرت کی بس یہی کہوں گا۔

جانشیں قیس کا کوئی نہ ہوا میرے بعد   نجد کا بھی نہ بیاباں بسا میرے بعد

بریلی شریف سے ایک رسالہ "لطفِ سخن" کے نام سے نکلتا تھا۔ جسے مدرسہ کے طالب علم ہی نکالتے تھے۔ میں علیحدہ ہو گیا مگر میرا یہ شعر میری یادوں کے ساتھ چپکا ہوا ہے۔

دم سے اصغر ہی کے تھا "لطفِ سخن" کا چرچا   شاعری کا نہ رہا لطف ذرا میرے بعد

وہ ماحول ہی ایسا تھا۔ فضاؤں، ہواؤں میں بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بسا ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے لطف و کرم سے ہر طرف نعتوں کے سرچشمے اپنی بہار دکھا رہے تھے جسے دیکھو وہی نعتوں

کے گلاب مہکا رہا ہے۔

صاحبزادے! آپ نے شروع میں پوچھا تھا کہ حضور اعلیٰ حضرت کیسے تھے۔ نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت صاحبزادہ اختر رضا خاں صاحب الازہری سجادہ نشین بریلی شریف کئی مرتبہ پاکستان آ چکے ہیں۔تم نے دیکھا ہی ہوگا کہ حسن کیسےجلوہ فگن ہے۔ پوتا ایسا ہے تو دادا کیسا ہوگا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

یقین کیجیے جب حضرت قبلہ علامہ اختر رضا خاں الازہری مدظلہ العالی کا تصور کیا تو اعلیٰ حضرت کا نقشہ نگاہوں کی زینت بن گیا۔

محمد اکرم رضا: شاہ صاحب! زمانے کا زمانہ اس تحریر کے لیے ہمہ تن گوش ہے۔ یادوں کو آواز دیجیے۔ ماضی میں جھانکیے جو بھی میسر آتا ہے عہد حال کی زینت بنا دیجیے۔

سید علی اصغر شاہ: ارے صاحبزادے میں بریلی شریف میں پانچ چھ برس رہا۔ اعلیٰ حضرت کی وساطت سے بریلی تو بریلی پورا ہندوستان نعت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ اپنے ذوق نعت کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ حضور قبلہ اعلیٰ حضرت کا وصال میری موجودگی میں ہوا اور میں نے آپ کی وفات سے پہلے کے ایام' پھر وفات کا سانحہ' تجہیز وتکفین اور تدفین کا منظر نگاہوں سے دیکھا۔ سب کچھ کتابوں میں آ گیا ہے۔ کتنا سنو گے۔ جب وصال ہوا تو حضرت مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں۔ مولانا سردار علی خاں عرف عزّو میاں۔ صاحبزادہ حسنین رضا' حضرت مولانا حسن رضا خاں سب موجود تھے۔ صاحبزادہ حسنین رضا خاں میرے استاد بھی رہے تھے۔ بھاری بھرکم' مضبوط ہاتھ پاؤں' اکھاڑے میں زور کرتے۔ مجھے فرماتے بڑے پنجابی بنتے ہوتم بھی چلو۔ میں نے پنجابیت کی لاج رکھنے کے لیے پیچھے سے پکڑا تو چھڑا نہ سکے۔ فرماتے ''سید میاں ہاتھ ڈھیلا رکھو آخر میں تمہارا استاد ہوں۔'' یہ کہہ کر حضرت پیر علی اصغر صاحب بیتاب ہو گئے' رونے لگے کہ وہ بھی کیا زمانہ تھا۔ وقت وصال اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ کوئی تصویر کمرے میں موجود نہیں رہنی چاہیے۔ سب سمجھ گئے کہ ڈاک کے لفافوں' خطوں اور چاندی کے سکوں کی طرف اشارہ ہے جن پر فرنگی شہنشاہوں کے کٹے

ہوئے سر بنے تھے۔ فرمایا نوٹ' سکے سب اٹھا لو۔ تصویر ہوئی تو رحمت کا فرشتہ نہیں آئے گا اور میں فرشتوں کے ہجوم میں جان دینا چاہتا ہوں۔ میرے لیے یہ سعادت کیا کم ہے کہ جس وقت وصال ہوا میں پاس تھا۔ صرف بالکل آخری لمحات میں سب کو نکل جانے کا حکم صادر فرمایا۔ ظاہر ہے نوریوں کے درمیان خاکیوں کا کیا کام؟

محمد اکرم رضا: حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا طرز نگارش کیسا تھا۔ لکھتے کس طرح تھے' لکھاتے کس طرح تھے اور نگارش میں رفتار کیسی ہوتی تھی؟

سید علی اصغر شاہ: آپ کے طرز نگارش کے بارے میں کیا بتاؤں' ایسا لگتا تھا آپ نہیں لکھ رہے' ہاتف غیبی لکھوا رہا ہے۔ آپ نے مسئلہ پوچھا تو جواب دے دیا۔ میں نے پوچھا تو جواب سے نواز دیا۔ چھ آدمیوں نے اکٹھا ہی پوچھ لیا تو جواب دیتے گئے۔ پوچھنے والوں کی رفتار بڑھتی گئی۔ مختصر مختصر جواب دیتے گئے۔ معاً خیال آیا کہ اس پر تو تفصیل کی ضرورت ہے فوراً قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کر دیا۔ کتنا لکھنا ہے' یہ آپ ہی جانتے ہیں۔ اس تیزی سے لکھ رہے ہیں کہ حوالہ جات بھی کثرت سے دے رہے ہیں۔ مگر کوئی کتاب نہیں اٹھائی' رسالہ مکمل ہوگیا۔ حوالہ جات کے لیے کتب کی جانب رجوع کیا تو ہر حوالہ ایسے تھا جیسے انگشتری میں نگینہ جڑا ہوا ہو۔ کسی غلطی یا تساہل کی مجال ہی نہیں تھی۔ بعض اوقات عنوانات اور مضامین الگ الگ ہوتے تھے۔ چھ چھ موضوعات ہوتے تھے مگر ہر موضوع کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔ کئی بار ایک پر لکھا چھوڑ دیا پھر چوتھے پر قلم اٹھایا پھر پہلے کی باری آئی مگر ربط کہیں ٹوٹتا ہی نہیں تھا۔

کئی بار ایسا ہوتا تھا کہ آپ کے تربیت یافتہ چھ چھ علمائے کرام اپنے اپنے قلمدان رکھے آپ کی جانب متوجہ ہوتے تھے۔ آپ نے سب کو علیحدہ علیحدہ لکھوانا شروع کر دیا۔ کسی لکھنے والے سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے کہاں تک لکھا ہے؟ اور کیا لکھا ہے؟ بس لکھواتے چلے جا رہے ہیں۔ صرف نظر آتا تھا کہ اشارہ تقدیر سے علم و ادب اور فکر و فضیلت کی داستان رقم ہو رہی ہے۔ قرآن حکیم کا ترجمہ لکھواتے تو ایسے ہی۔ ہم خاموش بیٹھے دیکھا کیے

کہ غیب سے مضامین خیال میں آ رہے ہیں اور آپ انہیں ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر دبستانِ فکر کی نذر کر رہے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا۔

آتی ہے ندی فراز کوہ سے گاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

محمد اکرم رضا: شاہ صاحب! آپ اپنے حوالے سے مزید کچھ فرمانا چاہیں گے؟

سید علی اصغر شاہ: میں بریلی شریف جتنا عرصہ بھی رہا۔ حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عنایات عالیہ سے فیضیاب ہوتا رہا۔ یہ تو میں بتا چکا ہوں کہ جب پہلی حاضری ہوئی تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ ''سید زادے'' معصوم ہوتے ہو اور اٹھ کر میرا ماتھا چوما۔ ایک رات تو گزر گئی تھی۔ گھر سے نئی چارپائی اور نیا بستر منگوا کر دیا۔ میرے لائے ہوئے تحفے قبول کرتے ہوئے فرمایا ''میں تحفہ قبول نہیں کرتا لیکن یہ تو سید زادوں کی دین ہے۔'' مجھے آپ نے کبھی فراموش نہ کیا۔ جب شہر میں کہیں دعوت پر جانا ہوتا تو دو گھوڑوں کی بگھی (شکرم) منگواتے اس میں سوار ہوتے اور مجھے اکثر ہمراہ لے جاتے۔ پڑھائی کا سلسلہ بہت اچھا تھا۔ اساتذہ نہایت قابل اور یگانہ روزگار تھے۔ مجال ہے کہ کبھی کسی استاد سے کلاس کا ناغہ ہو جائے۔ طلبہ کی تعداد کافی تھی۔ اڑھائی صد کے قریب طلبہ تھے۔ یہ میرے زمانے کی بات ہے۔ جب مجھے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی تو کوشش کی کہ نمازیں نجدیوں سے علیحدہ پڑھوں اور بحمداللہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نمازیں الگ سے پڑھیں۔ وہاں حضور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا ضیاء الدین قادری (مدنی) رحمۃ اللہ موجود تھے۔ ان کے ہاں روزانہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سماں ہوتا تھا۔ روز ان کی خدمت میں حاضری دینا میرا بریلی شریف میں پڑھنے کا سن کر اور اعلیٰ حضرت کی مجھ پر نوازشیں سن کر ان کی عنایات دہ چند ہو جاتیں۔ عشق و عقیدت کی باتیں شروع ہو جاتیں۔ حاضرین کبھی کم ہوتے کبھی زیادہ مگر آپ کی شفقتوں میں کبھی کمی نہ آتی۔ شیخ اصغر دکاندار وہاں کثرت سے آیا کرتا۔ روزانہ ہی نئے نئے نعت خواں لے کر آتا اور محفل نعت دیر تک

جاری رہتی۔ وہ خوش بخت مسلسل سبز چائے بناتا اور حاضرین کو پلاتا رہتا۔

محمد اکرم رضا: علی پور سیداں بھی برصغیر پاک و ہند میں مرکز روحانیت کی حیثیت سے مشہور تھا اور بریلی شریف کی شہرتوں اور عظمتوں کے کیا کہنے۔ آپ یہ فرمائیے ان دونوں علاقوں کے بزرگوں کے تعلقات کیسے تھے؟

سید علی اصغر شاہ: تعلقات غیر معمولی طور پر اچھے اور قابل قدر تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ویسے ہی تمام علاقوں سے باخبر رہا کرتے تھے۔ اور علی پور سیداں تو امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عطائے معرفت کا مرکز تھا۔ سرکار ثانی لاثانی میرے جد اعلیٰ تھے۔ امیر ملت تو کئی بار بریلی کے جامعہ منظر اسلام میں دستار بندی بھی فرماتے رہے۔ حضرتؒ حجۃ الاسلامؒ حضرت مفتی اعظم حضرت صدر الافاضل سمیت سب سے اعلیٰ پیمانہ کے تعلقات تھے۔ حضور اعلیٰ حضرت سے بھی تعلق تھا لیکن سرکار اعلیٰ حضرتؒ کی عمر نے وفا نہ کی۔ جانتے وہ سب کچھ تھے۔ اسی لیے تو پہلی دفعہ دیکھ کر ہی فرمایا کہ سیدزادے ہو۔ علی پور سیداں سے آئے ہو۔ جہاں تک میرے جد اعلیٰ پیر لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو وہ بھی بریلی شریف سے محبت رکھتے تھے۔ ان کے مریدوں میں بہت سے ایسے نامور علماء تھے جو یا تو بریلی شریف کے پڑھے تھے اور یا بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہونے والے اساتذہ کے قائم کیے ہوئے مدرسوں میں پڑھے تھے۔ یہ بریلی شریف سے غیر معمولی محبت ہی کا تو فیضان تھا کہ میرے والد گرامی حضرت قبلہ سید فدا حسین شاہ جماعتی رحمۃ اللہ علیہ نے سارا ہندوستان چھوڑ کر مجھے فقط بریلی شریف ہی پڑھنے کے لیے بھیجا۔ اور جب تحریک پاکستان کا سخت ترین مرحلہ آیا تو جہاں امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے 'بنارس سنی کانفرس سمیت ہندوستان بھر میں اجتماعات کی صدارت کی وہاں میرے دادا جان' والد گرامی اور بھائیوں نے اس علاقہ کے طول و عرض میں پاکستان کے پیغام کو عام کر دیا۔ اس طور علی پور سیداں کی کوئی بات بریلی شریف کے اکابر سے اوجھل نہ تھی۔

بریلی شریف اور علی پور سیداں شریف کی بات چل نکلی ہے تو میں اکیلا بریلی شریف میں نہیں گیا تھا۔ مجھ سے پہلے میرے آباء بھی بریلی شریف جایا کرتے تھے اور وہاں خوب اچھی طرح سے جان پہچان تھی۔ حضور اعلیٰ حضرت بھی آگاہ تھے اور صاحبزادگان بھی جانتے تھے۔ جب مجدد ملت' امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو میرے والد صاحب حضرت قبلہ سید فدا حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ' سید چراغ شاہ اور مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر حضور اعلیٰ حضرت کے چہلم شریف پر بریلی آئے۔ گھر سے رضائیاں وغیرہ لانے کا رواج نہیں تھا۔ حضرت صاحبزادہ محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بڑی الفت اور خلوص و چاہت سے انہیں ملے۔ تمام دن گفتگو ہوتی رہی تو زنان خانے میں پیغام بھیجا کہ اتنی صاف چارپائیاں اور اتنی نئی رضائیاں ان سید زادوں کے لیے بھیجی جائیں۔ جب سب کچھ آ گیا۔ حضرت مخدوم حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے تمام نئی رضائیوں پر عطر اپنے ہاتھ سے لگایا اور اپنی نگرانی میں بستر بچھوا کر انہیں آرام کرنے کے لیے کہا۔ میرے والد محترم حضرت قبلہ سید فدا حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر اپنی اور شہزادگان علی پور سیداں کی طرف سے نقد رقم' کپڑے اور دوسری چیزیں یہ کہتے ہوئے بڑے ادب سے پیش کیں کہ

"اے بادشاہ زادو! تمہارے ہاں کیا کمی ہے۔ میں جو کچھ پیش کر رہا ہوں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے پیش کر رہا ہوں۔ آپ قبول فرماؤ گے تو علی پور سیداں کے سادات کے دل مہک اٹھیں گے۔" انداز اتنا خوبصورت تھا کہ حضرت مخدوم محمد حامد رضا خاں نے سب کچھ یہ کہتے ہوئے قبول کر لیا کہ

"اس کھدر پوش (سید فدا حسین شاہ) نے مجھے حیران کر دیا ہے۔"

یاد رہے والد صاحب نے کھدر کا لباس زیب تن کر رکھا تھا اور سرکار لاثانی بھی اسی لباس کو ترجیح دیتے تھے۔

محمد اکرم رضا: شاہ صاحب! کیا آپ نے پڑھائی کے دوران میں ملکی تحریکات میں بھی حصہ لیا؟

سید علی اصغر شاہ: حق تو یہ ہے کہ بریلی میں تدریس کے دوران میں ہی ہمیں کسی نہ کسی اسلام

دشمن تحریک سے نبرد آزما ہونا پڑتا تھا۔ شیعیت، مرزائیت، خارجیت، دیوبندیت، خلافت، ترکِ موالات کی تحریک میں ہمیں طالب علمی میں ہی اتنا شعور حاصل ہو چکا تھا کہ ہم اچھی خاصی بحث کر سکتے تھے مگر چونکہ ہمارا اصل مدعا تدریس تھا اسی لیے اس جانب پوری توجہ مرکوز رہی۔ ہم نے کئی مرتبہ مناظرہ کرنا چاہا مگر مدرسہ کے منتظمین کی طرف سے اجازت نہ ملی کہ ابھی پڑھو اور خوب پڑھو۔

پڑھائی کے بعد ہمیں کہا گیا کہ شدھی اور سنگھٹن کی طرف توجہ دو ورنہ ہندو امراء اور پنڈت غریب غرباء مسلمانوں کو جو اسلام کی ابتدائی تعلیمات سے بھی بے خبر ہیں، غیر مسلم کر لیں گے۔ اس دور میں امیر ملت علی پوری نے ہندوؤں کی اس سکیم کو ناکام بنانے کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔ حکم کی تعمیل میں میں بھی اپنے رفقاء کے ساتھ سرگرم عمل ہوگیا۔ ہندوؤں کے لیڈر پنڈت دیانند نے کہا "میں نے خانہ کعبہ پر ہندو ازم کا جھنڈا گاڑنا ہے۔" مگر وہ کم بخت خوف کے مارے د[illegible]ت کا رخ نہیں کرتا تھا۔ بس ان علاقوں میں گھومتا تھا جہاں ہندو سیٹھ اس پر زر و پیہ نچھاور کرتے تھے۔ خاص طور پر راجپوتانہ اور ملحقہ علاقوں کا رخ نہیں کرتا تھا۔ یہاں کے بہادر مسلمانوں سے اسے خوف آتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ مسلمان گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح ٹھکانے لگاتے ہیں۔

مفتی اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خاں کی "جماعت رضائے مصطفیٰ" اور امیر ملت علی پوری کی انجمن "خدام الصوفیہ" کے دفاتر آگرہ میں تھے اور اس علاقہ کو مرکز بنا کر ہم تمام متاثرہ علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ شدھی اور سنگھٹن کے فتنہ پردازوں کی سرکوبی اور احیائے اسلام کے لیے مبلغ اسلام سید غلام قطب الدین برہمچاری میرے اور میرے جیسے مبلغین کے استاد تھے۔ "جماعت رضائے مصطفیٰ ہند" حضور اعلیٰ حضرت کی یادگار تھی اور مفتی اعظم اس کو خوب چلا رہے تھے۔ والد گرامی حضور سید فدا حسین شاہ علی پوری زندگی بھر اس کے لیے مسلسل چندہ بھیجتے رہے کہ ان کا نام وہاں مستقل معاونین کے طور پر لیا جاتا تھا۔ واپس آ کر ایک عرصہ تک میں نے خود بھی اس سلسلے کو جاری رکھا مگر ۱۹۶۵ء کی جنگ نے بہت سے سلسلے

اور تحریکیں ختم کر دیں۔

ایک بار ہم موقع تاڑ کر وہاں گئے جہاں پنڈت دیانند ایک دربار میں دربار سجائے بیٹھا تھا اور ہندوازم پر لیکچر دے رہا تھا۔ تمام ہندو اور خام ایمان کے حامل مسلمان دل و جان سے اس کی خرافات سن رہے تھے۔ ہمیں اور تو کچھ نہ سوجھا دیانند کی چارپائی الٹ دی۔ ہندو ہماری طرف لپکے۔ ہم بھی نوجوان مسلمانوں کا ایک بڑا گردہ ساتھ لے کر گئے تھے۔ فوراً کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کر کے پڑھنا شروع کر دیا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

سرکار کملی والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیض عام یوں جاری ہوا کہ ہم کلمہ طیبہ پڑھ رہے تھے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے زمانے کا زمانہ ہمارا ہمنوا ہے۔ وہ لوگ جو چند ساعتوں کے بعد ہندو ہونے والے تھے۔ ان کے لبوں پر بھی بے اختیار کلمہ جاری ہو گیا۔ ہم بھی پڑھ رہے تھے وہ بھی پڑھ رہے تھے اور ہندو پنڈت وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔ پھر مسلمان امراء اور فیاض شخصیات نے ان غریب مسلمانوں کی امداد کی تاکہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں اور پھر کوئی ہندو انہیں گمراہ نہ کر سکے۔ آہستہ آہستہ یہ مساعی رنگ لائیں اور چاروں طرف پھر سے اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

محمد اکرم رضا: بریلی شریف میں ایک اور بھی بڑے بزرگ ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ نیاز بریلوی۔ کیا آپ کا ان کی اولاد کے ہاں آنا جانا تھا؟

سید علی اصغر شاہ: ہم اس عظیم شخصیت کو بڑی اچھی طرح سے جانتے تھے۔ حضور اعلیٰ حضرت سے بھی ان کی بہت تعریف سنی تھی۔ ان کا فارسی اور اردو میں کلام موجود ہے اور وہ روحانی حلقوں کے علاوہ علمی و ادبی حلقوں میں تعظیم و توقیر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی اولاد سے ایک صاحبزادے بریلی شریف میں میرے کلاس فیلو تھے۔ میں ان کی وساطت سے وہاں جایا کرتا تھا اور آ کر شاہ احمد رضا خاں سے جاننے کے حوالے سے باتیں کرتا۔ آپ خوش ہوتے اس طرح علمی ذوق کو جلا ملتی ہے۔

محمد اکرم رضا: حضرت صاحب پیر اور مرید کا رشتہ کیسا ہونا چاہیے؟

سید علی اصغر شاہ: جب کوئی شخص کہتا ہے کہ فلاں شخص آپ کا مرید ہے تو میں کہتا ہوں کہ مجھ سے نہیں اس سے پوچھو۔ مرید کی تو یہ حالت ہوتی ہے۔

سپردم بتو مایہ خویش را

اسی منزل پر پہنچ وہ رضائے الٰہی کا حصہ بن جاتا ہے اور رضائے خداوندی کا حصول ہی مقصود بندگی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے منہ سے مرید ہونے کے بارے میں خاموش ہو جاتا ہے تو میں بھی خاموش ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ میری مریدی میں زبردستی نہیں بلکہ رضائے الٰہی کا سودا ہوتا ہے اور یہی بیعت کا مقصد ہے۔

---☆---

جن دنوں حضرت سید علی اصغر شاہ جامعہ منظر اسلام بریلی میں زیر تعلیم تھے تو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی سید رضی شیرازی کو اعلیٰ حضرت کے بارے میں یہ خط لکھا۔

درویش نواز محترمی!

السلام علیکم! جناب کا گرامی نامہ ملا' حالات معلوم ہوئے۔

ذرہ ہوں آفتاب کی توصیف کیا لکھوں۔

مفتاح ابواب ولایت' مصباح سبل ہدایت' مرکز دائرہ شرافت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ کے حالات بیان کرنے سے میرا علم قاصر اور میرا فہم عاجز ہے۔ حقیقتاً اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے مجدد تھے۔ دنیا کے بھولے بھٹکے ہزاروں انسان ان کی ہدایت سے راہ راست پر آ گئے۔ آپ محلہ سوداگراں میں علم کا ایک سرچشمہ جاری کر گئے جو کہ ابدالآباد تک دنیا کو سیراب کرتا رہے گا۔ طلبہ کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کہ ہم لوگ گھر آتے ہوئے روتے تھے۔ سادات کا جو احترام وہاں دیکھا گیا شاید ہی اور جگہ ہو۔ ان کی سخاوت کی مثال بھی کم ملے گی۔ آپ کے حلقے میں بیٹھنے والے بے علم بھی علمِ دین سے واقف ہوتے تھے۔ طبیعت میں بے حد اِستغنا تھا۔ امراء سے بہت کم میل جول رکھتے تھے۔ دنیا کی کوئی بات ہم نے ان کی زبان سے نہیں سنی۔ ہر وقت فتاوی نویسی اور کتب بینی میں مصروف رہتے۔ آپ کی ساری زندگی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

گزری۔ ہر ایک علم میں یگانہ تھے۔ آپ کا سب گھرانہ عالم باعمل ہے۔ دل میں تو بہت کچھ ہے مگر لکھنا نہیں آتا۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو خود اچھی طرح لکھ دیں۔ آپ ہر چیز کو اپنے اپنے ٹھکانے پر لکھ دیں۔ میرے پاس بھی ٹھٹھہ سے لفافہ آیا تھا۔ اس کا جواب بھی آپ اپنے قلم سے لکھ دیں۔ نظر بہت کم ہوگئی ہے۔

والسلام

فقیر علی اصغر عفی عنہ

درگاہ لاثانی علی پور سیداں

آپ ایک جید عالم دین، سخن شناس اور محقق ہونے کے علاوہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی ایک نعت درج ذیل ہے۔

حضوری میں بچشم نم رہے ہیں — عجب کیفیتوں میں ہم رہے ہیں
عجب اک بارش لطف و عطا تھی — کرم سرکار کے پیہم رہے ہیں
مدینہ رحمتوں کا ہے خزینہ — یہاں پر سرورِ عالم رہے ہیں
وہ در ہے سید عالم کا جس پہ — سر سلطان عالم خم رہے ہیں
دعائیں ہو گئیں مقبول ان کی — جو آنسو ترجمان غم رہے ہیں
میسر تھا ہمیں بھی قرب ان کا — مگر "اصغر" وہ لمحے کم رہے ہیں

محمد اکرم رضا: آپ کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے صاحبزادگان، آپ پر کافی اعتماد کرتے تھے اور سید زادہ ہونے کی وجہ سے آپ کے عز و شرف میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ اس حوالہ سے کوئی خاص بات؟

سید علی اصغر شاہ: ارے میاں بریلی شریف کی ہر بات ہی خاص بات تھی۔ وہاں میں نے اپنی نگاہوں سے ان ہستیوں کو دیکھا کہ جن کی زیارت کے لیے نگاہیں ترستی تھیں۔ اب تو لوگ ہمیں دیکھنے آتے ہیں کہ ہم نے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور آپ کی اولاد کو دیکھا ہے۔ آپ بھی تو اسی حوالے سے آئے ہیں نا۔

محمد اکرم رضا: واللہ میرا فقط یہ مقصود نہیں۔ میں تو امیر ملت محدث علی پوری اور سرکار ثانی لاثانی کے

اعراس پر خطاب کے لیے سال میں کئی کئی بار آتا ہوں۔ آپ کی خدمت میں تواتر سے حاضری دیتا ہوں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کی بریلی شریف کی نسبت بہت کچھ پوچھنے پر آمادہ کرتی ہے۔

سید علی اصغر شاہ: بات تو میاں ایک ہی ہے۔ کیا میرا یہ اعزاز کم ہے کہ علی پور سیداں سے چلوں اور اعلیٰ حضرت اور آپ کے صاحبزادوں کے پاس وقت گزار دوں۔ عام طالب علم بن کر نہیں بلکہ خاص مہمان بن کر رہوں۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ خاص مہمان بنانے والوں سے پوچھو! خدا نے ذہن رسا عطا کیا تھا اور پھر وہاں کے ماحول میں علمی تجلیات رچی بسی تھیں کہ قرآن مجید' فقہ' تصوف' صرف ونحو سمیت جدھر کا رخ بھی کیا اپنے شریک درس دوستوں سے پہلے فارغ ہو کر اگلے درس میں شامل ہو گیا۔ میں ذاتی طور پر مطالعہ بہت کرتا تھا اور اعلیٰ حضرت نے اپنی لائبریری سے استفادہ کے لیے مجھے مکمل اجازت بخش رکھی تھی۔ اعلیٰ حضرت مجدد ملت رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے آخری ایام میں کافی ضعیف ہو چکے تھے تو مجھے اپنے پاس بٹھا کر تعویذات لکھواتے تھے۔ میں تمام اساتذہ اور بزرگوں کا بے حد ادب کرتا تھا کہ۔

بے ادب محروم ماند از لطف رب

نوٹ: حضرت قبلہ پیر سید علی اصغر شاہ علی پوری نے قریباً چھیاسی برس عمر پائی۔ کچھ عرصہ علیل رہے اور 19 جنوری 1991ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے جن میں مشہور نعت خواں حافظ محمد یوسف نگینہ' خلیق قریشی (مشہور ایڈیٹر) اور بہت بڑے خطاط سید عبدالخالق بھی شامل تھے۔

آپ کے برادر اصغر' ممتاز شاعر اور تاریخ گو حضرت پیر سید نثار قطب رضی شاہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وصال پر کئی تاریخیں نکالیں' دو درج ذیل ہیں۔

شاگردِ احمد رضا گرامی عالم 1991ء

تھا جو عالی دماغ جاتا رہا 1991ء

---☆---

حیاتِ رضا ماہ وسال کے آئینے میں

1- ولادت باسعادت .... 10 شوال 1272ھ/14 جون 1856ء

2- ختم قرآن کریم .... 1276ھ' 1860ء

3- پہلی تقریر .... ربیع الاول 1278ھ/1861ء

4- پہلی عربی تصنیف 1285ھ/1868ء

5- دستار فضیلت .... شعبان 1286ھ/1869ء' بعمر تیرہ سال' دس ماہ پانچ دن

6- آغاز فتویٰ نویسی .... 14 شعبان 1286ھ/1869ء

7- آغاز درس وتدریس 1286ھ/1869ء

8- ازدواجی زندگی 1291ھ/1874ء

9- فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خان کی ولادت .... ربیع الاول 1292ھ/1875ء

10- فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت 1293ھ/1876ء

11- بیعت وخلافت 1294ھ/1877ء

12- پہلی اردو تصنیف 1294ھ/1877ء

13- پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین 1295ھ/1878ء

14- شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازت حدیث 1295ھ/1878ء

15- مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی سے اجازت حدیث 1295ھ/1878ء

16- شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازت حدیث 1295ھ/1878ء

17- احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدہ انوار الٰہیہ 1295ھ/1878ء

18- زمانہ حال کے یہود ونصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ 1298ھ/1881ء

19- تحریک ترک گاؤ کشی کا سد باب........................ 1298ھ/ 1881ء

20- پہلی فارسی تصنیف.. 1299ھ/ 1882ء

21- اردو شاعری کا سنگھار قصیدہ معراجیہ کی تصنیف .... قبل 1303ھ/ 1885ء

22- فرزند اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان کی ولادت ..... 22 ذی الحجہ 1310ھ/ 1892ء

23- ندوۃ العلماء کے جلسہ تاسیس (کانپور) میں شرکت 1311ھ/ 1894ء

24- تحریک ندوہ سے علیحدگی.. 1315ھ/ 1897ء

25- مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق............ 1316ھ/ 1898ء

26- قصیدہ عربی امام الابرار والآلام الاشرار........................ 1318ھ/ 1900ء

27- ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت ..... رجب 1318ھ/ 1900ء

28- علماء ہند کی طرف سے خطاب مجدد مائۃ حاضرہ 1318ھ/ 1900ء

29- تاسیس دارالعلوم منظر اسلام بریلی............................ 1322ھ/ 1904ء

30- دوسرا حج اور زیارت حرمین شریفین............................ 1323ھ/ 1905ء

31- امام کعبہ شیخ عبداللہ میر دادا اور ان کے استاد شیخ حامد احمد محمد
جدادی مکی کا مشترکہ استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب 1324ھ/ 1906ء

32- علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت و خلافت........ 1324ھ/ 1906ء

33- کراچی آمد اور مولانا محمد عبدالکریم درس سندھی سے ملاقات 1324ھ/ 1906ء

34- امام احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل
خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت 1325ھ/ 1907ء

35- شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجری مدنی
کا اعتراف مجددیت .... 14 ربیع الاول 1330ھ/ 1912ء

36- قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن 1330ھ/ 1912ء

37- شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے
خطاب ''امام الائمۃ المجدد لہذہ الامۃ'' .... یکم ربیع الاول 1330ھ/1912ء

38- حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف
سے خطاب ''خاتم الفقہاء والمحدثین'' 1330ھ/1912ء

39- علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے
مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب .... قبل 1331ھ/1913ء

40- ملت اسلامیہ کے لیے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان 1331ھ/1913ء

41- بھاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور
احمد رضا کا فاضلانہ جواب .... 23 رمضان المبارک 1331ھ/1913ء

42- مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ
کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ 1331ھ/1913ء

43- ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی ... مابین 1332ھ/1914ء......اور......
علی گڑھ) آمد اور استفادہ علمی 1335ھ/1916ء

44- انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء 1334ھ/1916ء

45- صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ 1334ھ/1916ء

46- سجدہ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق 1337ھ/1918ء

47- تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی 1336ھ/1917ء

48- امریکی ہیأۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش 1338ھ/1919ء

49- آئزک نیوٹن اور آئین سٹائن کے نظریات کے خلاف
فاضلانہ تحقیق 1338ھ/1920ء

50- رد حرکت زمین پر فاضلانہ تحقیق 1338ھ/1920ء

51- فلاسفہ قدیمہ کا رد بلیغ 1338ھ/1920ء

52- قومی نظریہ پر حرفِ آخر 1339ھ/1921ء

53- ریک خلافت کا افشائے راز 1339ھ/1921ء

54- تحریک ترکِ موالات کا افشائے راز 1339ھ/1921ء

55- انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان ... 1339ھ/1921ء

56- وصال .... 25 صفر 1340ھ/28 اکتوبر 1921ء

57- مدیر پیسہ اخبار لاہور کا تعزیتی نوٹ .... یکم ربیع الاول 1340ھ/3 نومبر 1921ء

58- سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی تھوی کا تعزیتی مقالہ 1341ھ/ستمبر 1937ء

59- بمبئی ہائیکورٹ کے جسٹس ڈی۔ایف ملا کا خراج عقیدت .... 1349ھ/...........

60- شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا خراج عقیدت 1351ھ/1932ء

(تحقیق: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رضوی مظہری)

---☆---

تنقید و نعت نگاری کے امتزاج کی دلکش تصویر

نعت کی سعادت کو جنہوں نے صحیح معنوں میں عبادت سمجھا اور نعت کے فیضان کو محبان رسول ﷺ کے دھڑکنوں میں بسا دیا ان میں ایک اہم نام مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے آپؒ کے بخشے ہوئے خیال نعت کی روشنی سے ایک زمانہ مدتوں سے فکر و خرد کو مستفید کر رہا ہے جبکہ آپؒ کے کمالِ نعت کی وسعت سے اصحابِ فکر و فن، نعت کے نئے سے نئے زاویے تراش رہے ہیں۔ نعت ہمیشہ سے میری رفیق سفر رہی ہے اور حضرت احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی نعت گوئی کی کبھی نہ مدھم ہونے والی لے بچپن ہی سے میرے احساسات کو فکری پاکیزگی اور روحانی طہارت بخشنے کا سامان کرتی رہی ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا تنقید نعت کے حوالے سے ایک بڑا نام رکھتے ہیں ان کی تحریروں کو براہِ راست اور بالواسطہ پڑھتا رہتا ہوں، مجھے یہ جان کر بے پناہ مسرت ہو رہی ہے کہ مصنف نے محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی نعت گوئی کے حوالے سے مختلف گوشوں پر قلم اُٹھایا ہے۔ کلام رضا کے مختلف فکری پہلوؤں پر مصنف نے ''تاجدارِ ملک سخن'' کی صورت میں ایک گلدستہ صد رنگ ترتیب دے کر نعتِ مصطفےٰ ﷺ سے بالخصوص محبت رکھنے والوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ جنابِ رضا کا قلم نقد و نظر کے تقاضوں سے باخبر ہے۔ تاریخ اور تحقیق و جستجو پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کی نثر پر بھی شعریت کا گمان ہوتا ہے۔ ان کی نثری دلآویزی انہیں تحقیق و تنقید کے جادہ سے بھٹکنے نہیں دیتی بلکہ اس خوبصورت نثر اور تحقیق و تنقید کے امتزاج سے قاری کو نعت رضا کے حوالے سے دلکش اور قابلِ قبول استدلالی فضا عطا ہوتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفیؒ (کراچی)

المدینہ دارالاشاعت

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ 38 اُردو بازار لاہور

042-7320682 ,7312801